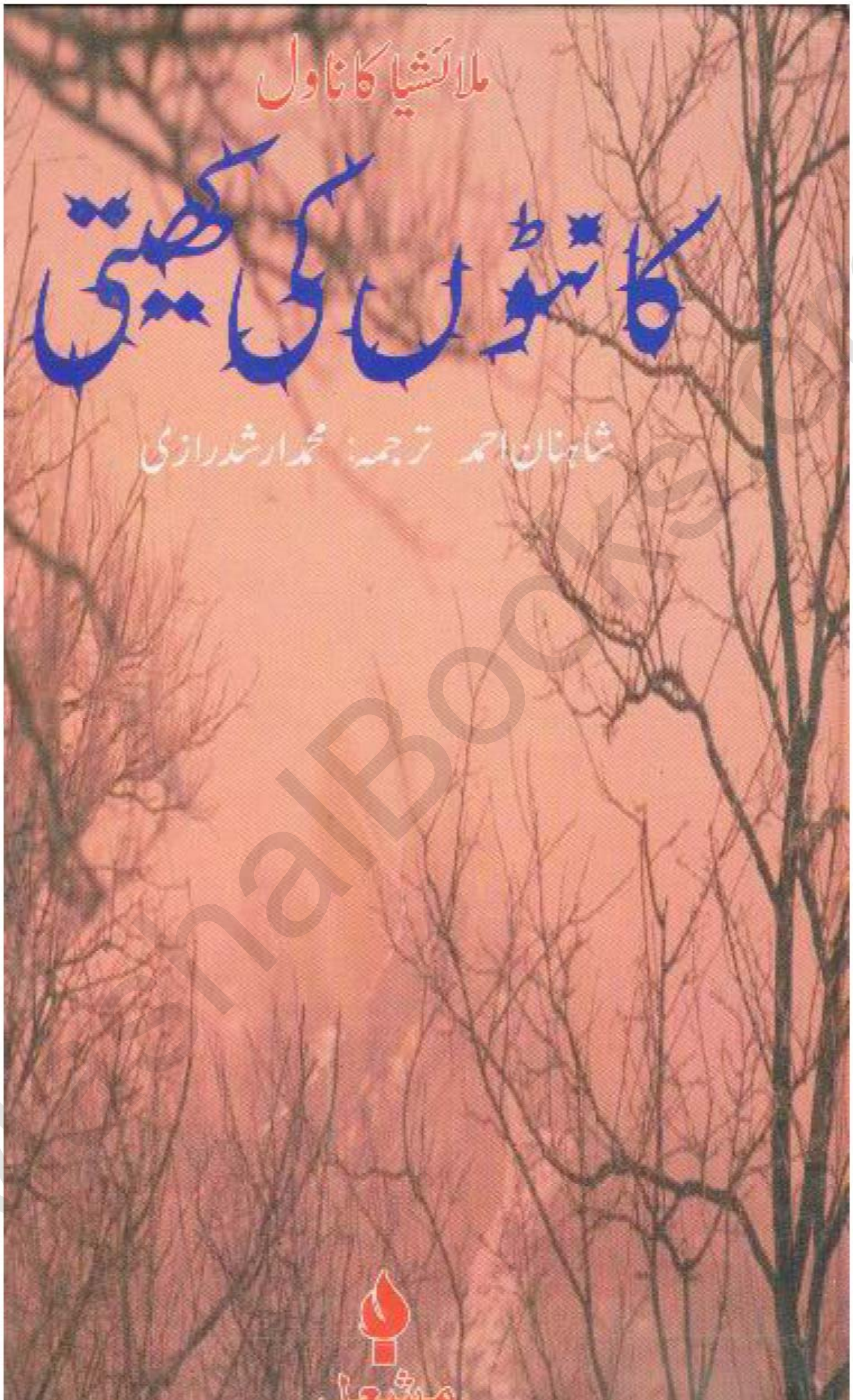

MinhalBooks.org

کانٹوں کی کھیتی

شینان احمد

اردو ترجمہ: محمد ارشد رازی

مشعل بکس

آر بی۔۵، سیکنڈ فلور، عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن

لاہور۔54600، پاکستان

MashalBooks.org

کانٹوں کی کھیتی

شینان احمد

اردو ترجمہ: محمد ارشد رازی

کاپی رائٹ (c) اردو۔2002ء مشعل بکس

کاپی رائٹ (c) شینان احمد

ناشر: مشعل بکس

آر بی 5' سیکنڈ فلور'

عوامی کمپلیکس' عثمان بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن'

لاہور۔54600' پاکستان

فون و فیکس042-35866859

E-mail: mashbks@brain.net.pk

مشعل بکس

آر بی۔5' سیکنڈ فلور' عوامی کمپلیکس' عثمان بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن

لاہور۔54600' پاکستان

MashalBooks.org

تعارف

کانٹوں کی کھیتی (RANJAU SEPANJAG JALAN) پہلی بار 1966ء میں چھپا۔ ایک سطح پر یہ ادب پارہ بیسویں صدی کے کسان کی بے رنگ دنیا کی کہانی ہے۔ ایسی دنیا جس کے متعلق بہت کم معلوم ہے اور جس پر لکھا اس سے بھی کم گیا ہے۔ شبنان احمد نے ساٹھ کی دہائی میں ملائشیا کے کاشتکار کی کہانی لکھی ہے جس کا طرز زندگی اپنے اجداد سے کچھ زیادہ مختلف نہیں۔ اپنے اجداد کی طرح اس کا انحصار ابھی تک کلیتاً زمین پر ہے۔ انہی روایتی طریقوں سے کام لیتا ہے۔ رویے اور اقدار میں بھی روایت سے سرمو انحراف نہیں کرتا۔ ابھی تک بڑے حوصلے سے مقدر پر یقین کا علم اٹھائے ہوئے ہے۔ شبنان کا کسان لہوما جدید اشیا سے بے خبر نہیں ہے۔وہ بہرحال ایک تیزی سے ترقی کرتے ملک کا باسی ہے لیکن لہوما کے گاؤں تک آنے والے جدت کے اثرات نے اس کا معیار زندگی بلند نہیں کیا ہے۔ اس کے گاؤں میں ایک سکول ہے۔ اسے غالبًا خبر ہے کہ ہسپتال نام کی کوئی چیز ہوتی ہے۔ اس نے ٹریکٹر چلتے دیکھا ہے اور جانتا ہے کہ وہ کس تیزی اور سہولت سے کھیت کی مٹی پلٹتا ہے۔ بچے فارغ ہوں تو انہیں سکول بھیجنا بہتر خیال کرتا ہے لیکن جونہی کھیتوں میں یا گھر پر ان کی ضرورت ہوتی ہے، وہاں سے ہٹا لیتا ہے۔ بیمار پڑنے پر اسے ہسپتال جانے کا خیال نہیں آتا۔ ہسپتال غالبًا دور ہے اور پھر کسی کے پاس اتنی فرصت نہیں کہ اسے وہاں تک لے جائے۔ جہاں تک ٹریکٹر کا تعلق ہے تو وہ صرف گاؤں کے نمبردار کے پاس ہے۔ اس کا جو کرایہ وہ وصول کرتا ہے بیشتر کسانوں کی استطاعت سے زیادہ ہے۔

MashalBooks.org

لہوما بہرحال کبھی کبھار اپنے مستقبل کا سوچتا ہے۔ اسے احساس ہے کہ اجداد سے اس تک وراثت میں پہنچنے والا قطعۂ اراضی رائج قانون کے مطابق نسل در نسل، تقسیم در تقسیم ہوتا چلا جائے گا اور بالآخر کسی کے پاس بھی کچھ نہیں رہے گا۔ اسے یہ بھی علم ہے کہ جب تک وہ محض وہاں کی فصل پر انحصار کرتا رہے گا۔ زندگی مسلسل مشکل میں رہے گی لیکن حالات اور روایات نے اسے بے دست و پا کر رکھا ہے۔ آباؤ اجداد کی تربیت اسے زیادہ قیاس آرائی سے منع کرتی ہے۔ وہ اسی ڈگر کو اپنائے رکھتا ہے جس پر وہ ہمیشہ سے چلتا آیا ہے اور اس عمل میں خوفناک مشکلات قبول کرتا ہے جس طرح اس کے آباؤ اجداد کرتے رہے تھے اور اس کی آل اولاد کرتی رہے گی۔

ایک سطح پر تو ''کانٹوں کی کھیتی'' بس اتنا ہی ہے لیکن پڑھنے پر پتا چلتا ہے کہ اس میں معنی کی اور پرتیں بھی ہیں۔ ناول میں کچھ پیروں کا انداز علامتی ہے۔ آدھی رات کے وقت کیکڑوں اور جونکوں کے خلاف لہوما کی رسوماتی للکار ہے۔ لہوما انہیں خبردار کرتا ہے کہ اس کی عافیت پسندی اپنی جگہ لیکن وہ ان کے خلاف آخری دم تک لڑتا رہے گا۔ کوبرے کے خوف سے پنیری بوسا کے آبائی قطعہ سے دستبرداری کے خیال سے ہی اس میں شدید غصہ دیکھنے کو ملتا ہے۔ پھر جونکوں، کیکڑوں اور پرندوں کا بیان ہے جو ہر سال کسان کا خون چوستے ہیں۔ اس کی فصل برباد کرتے ہیں اور اس کی محنت کے نصف پر ڈاکہ مار کر لے جاتے ہیں۔ یوں شیبنان ایک سطح پر ان انسانی طفیلیوں کا ذکر کرتا ہے جو کسان کی زندگی اجیرن کیے ہوئے ہیں۔

مالے ادب میں شیبنان کی پہلی شناخت اس کا ناول RENTONG ہے جو 1965ء میں چھپا۔ عمومی سطح پر یہ ناول ایک چھوٹی سے دیہی کمیونٹی میں سماجی رشتوں کا مطالعہ ہے لیکن اس کا خصوصی موضوع معاشرتی اچھوتوں کا مظہر ہے۔ اگرچہ ناول میں کچھ جگہ گنجلک تکنیک برتی گئی ہے اور اتحاد برائے ترقی کا پیغام ناگوار طور پر واضح ہے لیکن قاری اس سے متاثر ضرور ہوتا ہے۔ اس کی وجہ ناول میں دیہی مناظر یا زندگی اور اس کے طور طریقوں کی منظرکشی ہے۔ اگرچہ شیبنان RENTONG سے پہلے بھی متنوع پس منظر اور خیالات پر مبنی کہانیاں لکھ چکا تھا لیکن یہ ناول ایک طرح سے زیادہ فنی پختگی کے مظہر

MashalBooks.org

''کانٹوں کی کھیتی'' کی پیش بینی ہے۔ شینان کی 1964ء سے 1967ء تک کی کہانیاں جنہیں مجموعوں کی شکل میں شائع کیا جا چکا ہے' زیادہ تر شہری پس منظر میں ہیں اور ساٹھ کی دہائی میں مقبول تمام خیالات و موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ ''کانٹوں کی کھیتی'' سے ایک سال پہلے چھپنے والے ناول TERDEDAH کا مرکزی خیال اس دور کی مقبول عام کہانیوں سے کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے۔ اس میں اکیلی رہنے والی عورتوں کی اخلاقی بدحالی کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ''کانٹوں کی کھیتی'' کے ایک سال بعد چھپنے والے اپنے ایک اور ناول (Protes) میں شینان نے خدا اور وجود کی ماہیت کے قضیئے کو موضوع بنایا ہے۔ اسی سال سامنے آنے والے ناول Mentori میں شینان ایک سیاستدان کی زندگی اور طرز فکر کا جائزہ لیتا اور اپنے ملک کے مستقبل پر جرأت مندانہ قیاس آرائیاں کرتا ہے۔ اگرچہ شینان کا زیادہ تر کام دلچسپ اور فکر انگیز ہے لیکن تا حال کسی دوسرے فن پارے میں ''کانٹوں کی کھیتی'' جیسی گہرائی اور قوت نظر نہیں آتی ہے۔ بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ شینان احمد کے اس ناول کے چھپنے تک مالے ادب میں دیہی زندگی کی صرف جھلکیاں دیکھنے کو ملتی تھیں۔ مبہم اور وقت نظر سے خالی جھلکیاں۔

جدید مالے ادب پر آغاز سے ہی شہری تناظر میں لکھی گئی تحریریں حاوی ہیں۔ انیسویں صدی کے اوائل میں عبداللہ منشی نے جادو اور اساطیر سے مزین لوک اور کلاسیکی ادب سے ہٹ کر جدت کا راستہ اختیار کیا۔ اس نے اپنی توجہ سنگاپور اور ملایا پر رکھی جنہیں اس نے مشرقی اور مغربی افکار کے مابین تصادم کے نمائندہ پرہجوم شہروں کے طور پر دیکھا۔ ایک صدی بعد ناول اور افسانے لکھنے والوں نے جدید دور کے مسائل پر توجہ دی۔ ان کے موضوعات میں غالب حصہ عورتوں کی آزادی' پسند کی شادی اور نئی قصباتی اخلاقیات کا تھا۔

دوسری جنگ عظیم کے بعد ادب میں قوم پرستی' غربت اور ظالم اور مظلوم کے درمیان کشمکش پر توجہ دی جانے لگی۔ 1957ء میں آزادی ملی تو نئے موضوعات متعارف ہوئے۔ ترقی اور بدعنوانی و اخلاقی انحطاط جیسے مسائل پر لکھا جانے لگا۔ دیہی زندگی کی منظر کشی کی کچھ کوششیں ہوئیں لیکن اگر شہری تناظر میں لکھی گئی تحریروں کے مقابلے میں

MashalBooks.org

دیکھا جائے تو بلا استثنا کسی میں بھی مطلوبہ جزئیات نگاری اور براہ راست مصدقہ تجربہ دیکھنے کونہیں ملتا۔ شیئان کے ''کانٹوں کی کھیتی'' اور Rentong پڑھنے سے پتا چلتا ہے کہ شہری اور دیہی تناظر میں لکھی گئی تحریروں میں معیار کا فرق کتنا زیادہ ہے۔ مذکورہ بالا دونوں ناول ایک دور دراز گاؤں ہنگل دراپ کے تناظر میں لکھے گئے جہاں شیئان احمد پیدا ہوا تھا۔ اسی گاؤں میں پلنے بڑھنے کی وجہ سے مصنف کو قدرت حاصل ہے کہ وہ ایک باسی کے سے وثوق کے ساتھ قلم اٹھا سکے۔ اسے جزئیات میسر ہیں اور انہیں قلم بند کرنے کی صلاحیت بھی، جس کی وجہ سے ہم اس گاؤں کے بدلتے آسمانوں، کھیتوں اور باسیوں کے مزاج دیکھ سکتے ہیں۔ گاؤں سے نکل کر انگریزی تعلیم اور وسیع تر دنیا کا علم حاصل کرنے کے بعد شیئان اپنے گاؤں اور اس کے باسیوں کی منظرکشی نئی جہات سے کرتا ہے۔

کسی بھی دوسری چیز سے زیادہ ''کانٹوں کی کھیتی'' فطرت کی غیر شخصی قوتوں کے خلاف بقا کے لئے ایک انسان کی ازلی جنگ کی کہانی ہے۔ محض زندہ رہنے کیلئے قطعی غیر مساوی فریقین کے مابین اس جنگ میں لہوما کا کل اثاثہ زمین کا ٹکڑا، چار ہاتھ پاؤں، بیوی اور اولاد ہے جو سب کی سب یعنی سات لڑکیاں ہیں۔ جہد و جہد لامنتہا اور حاصل بہت تھوڑا ہے۔ طاقت اور تشفی کا واحد ذریعہ خدا پر ایمان ہے۔ لہوما کو صرف اتنا پتا ہے کہ زندہ رہنے کیلئے مسلسل جدوجہد کا سبق اگلی نسل کو منتقل کرنا ہے۔ کبھی وہ کامیاب ہوتا ہے اور کبھی ناکام۔ لیکن ہارتے ہوئے بھی اسے حوصلہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس کا جسم شکست کھا جائے لیکن اس کی روح ناقابل شکست ہے۔ اس امر کو سامنے لانے کے باعث شیئان کی تحریر المیے کی شدت کو چھونے لگتی ہے اور عالمی سطح پر مقبولیت کے لائق ٹھہرتی ہے۔

عابدہ امین

MashalBooks.org

باب 1

کانٹوں کی فصل

حیات وموت اور قلت وفراوانی سب خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کے ہاتھ میں جو قادر مطلق ہے۔

یہ لہوما کا ایمان تھا۔ ایمان راسخ کا یہ سلسلہ لہوما تک اس کے دادا حاجی دیباسا سے پہنچا تھا حالانکہ حاجی دیباسا عقیدت و احترام کے ساتھ کب کا دفنایا جا چکا تھا لیکن لہوما اپنے ایمان پر قائم تھا۔

حیات وموت اور قلت وفراوانی سب خدا کے ہاتھ میں ہے' اللہ کے ہاتھ میں جو قادر مطلق ہے۔

یہی جیہا کا ایمان بھی تھا۔ اس کا ایمان یوں تھا کہ یہ اس کے خاوند کا ایمان تھا لیکن یہ معاملہ فقط اندھے عقیدے کا نہ تھا۔ جیہا کا اپنا نظریہ اور اپنا مؤقف تھا۔ اس کا ایمان سچا تھا جو اس کے روئیں روئیں میں بسا تھا۔ حیات وموت اور قلت وفراوانی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کے ہاتھ میں جو قادر مطلق ہے۔

شادمانی اور خوش بختی کو سراپا تشکر کے ساتھ قبول کرنا چاہئے' ہزاروں بار الحمدللہ کے ساتھ اور اگر انسان کو صعوبتوں وسختیوں سے گزارا جائے تب بھی اس پر اظہار تشکر کرنا چاہئے۔ اسے بھی ہزاروں بار الحمدللہ کے ساتھ گزارنا چاہئے۔ لہوما اور اس کی بیوی اسی طرح کے تھے۔

MashalBooks.org

ان کے ہاں سات بچے ہو چکے تھے اور سب کی سب لڑکیاں' سب سے بڑی ثنا جس کا سینہ کبوتر کی طرح آگے کو نکلا ہوا تھا۔ اس کے بعد ملہا تھی جس کے سر پر بے تحاشا سیاہ گھنے بال تھے۔ اس کے بعد زینب' سیمک' لیہا' لیبار اور کیہا تھیں۔ انہوں نے یہ تمام بچیاں سراپا تشکر کے ساتھ قبول کی تھیں۔ لہوما اور جیہا کے ہونٹوں پر کبھی حرف شکایت نہیں آیا۔ لہوما نے سوچا تھا دینے والا خدا ہے۔ میں تو صرف لینے والا ہوں۔"

لہوما اور جیہا کو پورا یقین تھا کہ ان کی ساتوں بچیاں بھی اسی عقیدے پر قائم رہیں گی کہ حیات و موت اور قلت و فراوانی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کے ہاتھ میں جو قادر مطلق ہے۔

بھرپور طمانیت کے ساتھ زندگی کا سامنا کرنے میں اس ایمان نے لہوما اور جیہا کی بہت مدد کی تھی اور یہی طمانیت ان کی ساتویں بچیوں' ثنا' ملہا' زینب' سیمک' لیہا' لیبار اور کیہا کو بھی منتقل ہو جائے گی۔

صبح کا وقت تھا۔ لہوما اور جیہا بانسوں کی اکہری دیوار سے گھرے اپنے برآمدے میں حسب معمول بیٹھے تھے۔ گھر سے باہر ثنا' ملہا' زینب' سیمک' لیہا' لیبار اور کیہا باہم گھس کر بیٹھی ناریل کے خول کا برتن بنائے ہنڈکلیا کھیل رہی تھیں۔ انہوں نے ریت کو چاول اور ناریل کے خول کو ہنڈیا بنایا ہوا تھا۔ جیہا اپنے گھنے سیاہ بالوں میں انگلیاں پھیرے جا رہی تھی۔ کبھی کبھی اس کے دونوں ہاتھ گود میں آتے اور وہ بالوں سے گری جوں کو دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کے درمیان رکھ کر کچل دیتی۔ جوں کا پیٹ پھٹتا تو اس کا خون جیہا کے ناخنوں پر چمٹ جاتا۔ لہوما اپنی بیوی کی مصروفیت سے بے نیاز بیٹھا تھا۔ اس کی نظریں دور پہاڑوں کے دامن میں آگے جنگل کے سبزے پر گڑی تھیں۔ اس کی آنکھیں دور کھڑے ملاکا اور میرانتی کے درختوں کی پھننگوں پر ایسے گڑی ہوئی تھیں' جیسے آسمان کو چھونے میں کوشاں درختوں کی ان پھننگوں میں کچھ ہے جس کا وہ متلاشی ہے۔ چینرائی کے پیڑ تلے گرد و غبار میں اس کی بچیوں کا کھیل جاری تھا۔ اس نے دھول میں اٹی اپنی بچیوں پر نگاہ ڈالی جو کھیل وہ کھیل رہی تھیں' انہیں بس وہی ایک کھیل آتا تھا۔ ثنا اور اس کے بعد سب بچیوں نے ہمیشہ ریت کے چاول پکانے کا کھیل کھیلا تھا۔

MashalBooks.org

''چاول خدا کی نعمت ہے۔'' لہوما نے سوچا۔ اس کے دادا کی زندگی کا دارومدار چاول پر ہی تھا۔ یہی کچھ لہوما بھی کر رہا تھا۔ اس کے ہاں بھی چاول ہی بوئے' سکھائے اور چھڑے جاتے تھے اور چاول ہی تھے جن پر ایک زمانے سے ان کی زندگی کی بقا کا انحصار تھا۔

''ہمیں بوائی کب شروع کرنا ہے؟'' جیہا نے پوچھا۔ اس کی انگلیاں اب تک بالوں میں بسیرا کئے بیٹھی جوئیں ٹٹول رہی تھیں۔

لہوما ساکت و صامت بیٹھا رہا۔ اس کی نگاہیں بدستور بچیوں پر جمی ہوئی تھیں۔درمیان والی بچی سیمک چینرائی کے پتے کاٹ رہی تھی۔ شاید وہ انہیں جھوٹ موٹ کی مچھلی بنانا چاہتی تھی۔ باقی سب بچیاں زور زور سے شکایت کر رہی تھیں کہ چاول جل گئے ہیں۔ آگ بہت تیز ہوگئی تھی حالانکہ وہ سب اچھی طرح جانتی تھیں کہ ناریل کے خول تلے آگ نام کی کوئی شئے نہیں تھی۔

''جنگل والی زمین کی بوائی کب شروع کریں گے؟'' جیہا نے دوبارہ پوچھا۔لہوما گنگ بیٹھا رہا۔ گویا وہ اپنی بچیاں گن رہا ہے جیسے وہ بھول گیا ہو کہ وہ کتنی ہیں۔ ایک' دو' تین' چار' پانچ' چھ یا سات۔

اس کے باپ کے پاس بیس ریلانگ (ایک ریلانگ ڈیڑھ ایکٹر کے قریب) اراضی تھی۔ جس پر وہ دھان کاشت کرتا تھا۔ اس میں سے چھ ریلانگ گروی رکھنے کی وجہ سے ایک چینی تاجر کے قبضے میں چلی گئی تھی۔ اب صرف چودہ ریلانگ بچی تھی اور خوش قسمتی سے لہوما اپنے باپ کی اکلوتی اولاد تھا۔ اس لئے وہ چودہ کے چودہ ریلانگ وراثت میں اسے مل گئے تھے۔ وہ اس پر دھان کاشت کرتا تھا۔ لیکن اراضی کے چودہ ریلانگ چودہ ہی رہے۔ کم ہوئے نہ زیادہ' ایک انچ کی کمی بیشی نہ ہوئی۔ اس کی سات بچیاں تھیں۔ یعنی دو ریلانگ فی بچی۔ دو ریلانگ سے کیا بنتا ہے؟ واقعی کیا بنتا ہے؟ لہوما نے دھول سے اٹی زمین پر نظریں گاڑ دیں۔ ریلانگ کی تعداد بڑھانے کی کوئی بھی کوشش لاحاصل تھی۔ اس سمت میں کوئی در نہیں کھلتا تھا۔ آمدنی بڑھانے کے کسی اور ذریعے کا کھوجنا بھی اتنا ہی بے سود تھا۔ یہ چودہ ریلانگ اب تک تو اسے اور اس کی بیوی بچوں

کو پالتے آئے' وہ اور جیہا کبھی بھوکے نہیں سوئے تھے اور کبھی ایسا بھی نہیں ہوتا تھا کہ چاول نہ ملنے پر اس کی اولاد کو ابلی ہوئی سبزی یا مکئی کے دلیے پر گزارا کرنا پڑتا ہو۔ اس نے قادر مطلق کا شکر ادا کیا۔

مگر اس کی موت کے بعد کیا ہوگا؟ دھان کی کاشت والی چودہ ریلانگ اراضی تقسیم ہوگی۔ دو ریلانگ فی کس اور پھر جب اس کی اولاد کی اپنی اولاد ہوگی تو پھر یہ مزید تقسیم ہوگی۔ اس کے نواسوں کو بہت تھوڑی زمین ملے گی اور جب اس کے پڑنواسوں کی باری آئے گی تو شاید فی کس ہتھیلی بھر سے زیادہ زمین کسی کے ہاتھ نہیں آئے گی۔

لہوما کو سینے میں درد اٹھتا ہوا محسوس ہوا۔ اسے دم گھٹنے کا احساس ہوا۔ اس نے دوبارہ آہستہ آہستہ نگاہ اٹھائی' اس کی آنکھیں درختوں کی پھننگوں پر جم گئیں۔ وہ ابھی تک آسمان کو چھونے کی کوشش کر رہی تھیں۔

''ہمارے بچوں کے بچے بھکاری ہوں گے' ہماری اولاد کی اولاد بھکاری ہوگی۔'' بچوں کے بچے .... وہ بڑبڑایا۔

جیہا' جو ابھی تک اپنے بال ٹٹولے جا رہی تھی' حیران ہوگئی۔ اس نے اپنے خاوند کے چہرے کا جائزہ لیا۔ اس کے چہرے کو ٹٹولا۔

''ایں؟ ایں؟''

لہوما بڑبڑا کر اپنی سوچوں سے نکل آیا۔

''کیا کہا تم نے؟''

''کس نے؟''

''تم نے۔ تم ہی نے کچھ کہا تھا۔''

لہوما کچھ نہیں بولا۔

''تم نے کیا کہا تھا؟''

لہوما گم سم بیٹھا رہا۔

''پڑنواسے!'' جیہا نے قہقہہ لگایا اور کھانا پکاتے پکاتے بچے رک گئے۔ سب سے بڑی ثنا جو اب سیانی ہو چکی تھی' ماں کے منہ سے پڑنواسہ سن کر مبہوت رہ گئی تھی' جیسے

MashalBooks.org

پریشان ہو کہ اس کے حوالے سے کوئی بات کی گئی ہے۔

''میں نے تمہیں کہتے سنا کہ ہمارے پڑنواسے بھکاری ہوں گے۔ پڑنواسے' کیسے پڑنواسے؟ ابھی تو ہمارے نواسے نواسی بھی نہیں۔ ابھی تو سب سے بڑی والی ثنا ریت اور ناریل کے خول سے کھیلتی ہے اور تم ابھی سے پڑنواسوں کی بات کرنے لگے ہو؟''

جیہا دوبارہ ہنسی جیسے اس کے خاوند نے کوئی لطیفہ سنایا ہو۔ لہوما دوبارہ مستقبل کے خیالات میں کھو گیا۔ کبھی نہ کبھی تو بہرحال اس کے پڑنواسے پڑنواسیاں ہوں گی۔ ان کی زندگی میں نہیں تو موت کے بعد سہی! ایک نہ ایک دن تو انہیں پیدا ہونا ہے۔ ایسا بہرحال ہوگا۔ جلد ہو یا بدیر۔ ثنا کی شادی ہوگی اور اس کے بچے ہوں گے۔ ملہا کی شادی ہوگی اور اس کے بچے بھی۔ زینب' سیمک' لیہا' لیبار اور کیہا سب کی شادیاں ہوں گی اور بچے بھی اور پھر ان بچوں کے کھانے والے منہ تعداد میں بڑھتے جائیں گے لیکن آبائی زمین ایک انچ نہیں بڑھے گی۔ کبھی بیس ریلانگ تھی' چھ چینی کے پاس جا چکی۔ آنے والی نسلوں کے پالنے کو فقط چودہ ریلانگ بچی ہے۔

کچھ دیر کو لہوما ان خیالات کی آمد روک نہ پایا' لیکن پھر ایمان اور ایقان جس نے زندگی بھر اس کی رہنمائی کی تھی' اس کی مدد کو پہنچے اور مایوس کن خیالات چھٹ گئے۔

حیات و موت اور قلت و کثرت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ کے ہاتھ میں جو قادر مطلق ہے۔

اس دنیا میں پیدا ہونے والے ہر انسان کا رزق۔ خوراک اور دنیاوی ضروریات کا دوسرا سامان۔ اس کے ساتھ آتا ہے۔ یہ رزق خدا مقررہ کرتا ہے۔ لہوما کے بچوں اور پھر ان کے بچوں کے بچوں میں سے ہر ایک کو اس کے حصے کا رزق ملے گا۔ کسی انسان کو کیسی زندگی بسر کرنا ہے۔ اس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

لیکن لہوما نے اس دنیا میں اتاری گئی روح کے لئے اس کے رزق کے مقرر ہونے یا نہ ہونے کے مسئلے پر کبھی حرف زنی نہیں کی۔ اچھی اور وافر اشیا خوردنی کے حصول کیلئے انسان کو زندگی میں محنت کا وتیرہ اختیار کرنا چاہئے۔ اب اگر کوئی گداگری اختیار کرتا ہے تو وہ بھی اس کا رزق ہے۔ اگر کسی کو رات دن تن ڈھانپنے کو کچھ میسر نہیں تو وہ بھی سانس لیتا

ہے اور زندہ رہتا ہے۔ اگر کوئی دریا میں بہہ کر چلے آنے والے مردار جانوروں پر زندہ ہے تو وہ بھی اس کا رزق ہے۔ لہوما کے نزدیک مردار خوری اور برہنگی سب خدا کی طرف سے ہے۔ اللہ کی طرف سے جو قادر مطلق ہے۔

خدا کی مرضی یہ ہے کہ لہوما مردہ لاش کھائے تو وہ کیا کہہ سکتا ہے۔ اب اگر خدا کو یہی منظور ہے کہ اس کی آل اولاد برہنہ پھرے تو وہ کیا کر سکتا ہے۔

''ثنا'' اس نے آواز دی۔

اس کی بیٹی بلوغت کی حدوں کو چھو رہی تھی' لیکن ابھی تک ناریل کے خول میں ریت کے چاول پکاتی تھی۔ وہ نوعمر بیٹی آئی اور سوالیہ نظروں سے اپنے والدین کو دیکھنے لگی۔

''جاؤ پرانگ (کلہاڑی) لے آؤ'' اور سل بھی اٹھاتی لانا۔ ذرا پرانگ کی دھار تیز کرلوں' کل ہمیں جھاڑ جھنکاڑ زمین سے صاف کرنا ہے۔''

ثنا چلی گئی۔

''پنیری کا کیا ہوگا؟'' جیہا نے پوچھا جو ابھی تک لہوما کے پاس بیٹھی تھی۔

''پہلے زمین صاف کرلو۔ پھر پنیری کا سوچنا۔ چینیوں کی دکانوں پر بیج وافر پڑا پھوٹ رہا ہے۔''

''لیکن کون سی پنیری؟ وہی خشک چاولوں کی؟ وہی زرد چاول؟ اس سال ہم پھر اسی دھان کی پنیری لگائیں گے۔ اس کے ڈنٹھل کتنے سخت ہوتے ہیں اور بالیوں میں دانے بھی چھدرے۔ کٹائی کی مصیبت تو مجھے ہی اٹھانا پڑے گی۔ پچھلی کٹائی میں میری ہتھیلیاں چھل گئی تھیں۔''

''لیکن ان کا ذائقہ اچھا ہوتا ہے اور مہک بھی۔ بالکل پہاڑی چاولوں کی سی۔''

جیہا نے اپنے پھٹے ہونٹ سکیڑے۔

''دنیا میں سوائے اس کے تمہیں کچھ نہیں سوجھتا کہ ان کا ذائقہ اچھا ہو اور خوشبو عمدہ ہو۔''

''زرد چاولوں کی مہک میرے نتھنوں کو بھاتی ہے۔ تمہارے بالوں کی سڑاند سے تو بہتر ہے۔'' جیہا اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ اس نے بالوں کا جوڑا بنایا جو پھر کھل گیا۔ اس نے

دوبارہ جوڑا بنایا۔ سارنگ ٹھیک سے سینے پر کسا۔

''کیا کہا تم نے؟''

اس نے اپنے خاوند کی پیٹھ پر دھڑا دھڑ کئی دو ہتڑ جڑ دیئے۔ لہوما ہنسا اور دایاں ہاتھ چلا کر اپنی پیٹھ پر پڑتے اس کے ہاتھ روکنے کی کوشش کی۔ والدین کا مسخرا پن دیکھ کر کھیلتی بچیاں بھی اچھلنے کودنے لگیں۔ ثنا جو سل اور پرانگ لے آئی تھی' ماں باپ کا یہ دھول دھپا دیکھ کر شرمائی اور ایک طرف ہوگئی۔

''وہ کیا ہے؟ یہ کیا ہیں'' جیہا نے دھول میں اٹے بچوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''وہ جو سات کھڑے ہیں کیا ہیں۔ ہو سکتا ہے میرے بالوں سے سڑاند آتی ہو لیکن تم ہو کہ پھر بھی رات دن میرا پیچھا نہیں چھوڑتے۔''

لہوما اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے چند قدم بڑھ کر ثنا سے پرانگ اور سل لے لی۔ اس نے سل کو تھوک سے تر کیا اور اس پر پرانگ کی دھار تیز کرنے لگا۔

مستقبل کا سوچنا واقعی اچھا نہیں۔ آنے والی نسل کے مقدر کا معاملہ خدا پر چھوڑ دینا چاہئے۔

وہ اپنا پرانگ تیز کرتا رہا۔ جب سے پچھلی فصل کے چاول اناج والی کوٹھڑی میں پہنچائے تھے' پرانگ نے کسی درخت کی لکڑی کا ذائقہ نہ چکھا تھا۔ پچھلی کٹائی کے بعد پرانگ نے کام کے نام پر ایک ٹک بھی نہیں لگایا تھا۔ پہلے پہل اس نے کوشش ضرور کی تھی کہ کوئی اور کام بھی کرے۔ اس نے کٹائی والے علاقے میں جا کر پام کے درخت کاٹنے کی کوشش کی تھی تاکہ ان کے تنے چینیوں کے ہاتھ فروخت کر سکے۔ جو انہیں سمندر سے مچھلیاں پکڑنے کے جالوں میں بطور کھڑے سہاروں کے استعمال کرتے ہیں لیکن ایریکا پام کاٹنا بہرحال دلدلی اراضی کی لکڑی کاٹنے کی طرح نہ تھا۔ اس پام کا تنا پیتل کا سا سخت تھا اور پھر تنے کو بڑی سڑک تک لے جانا بھی کوئی آسان کام نہیں تھا۔ کسی بھی سخت ترین کام سے کم مشکل نہیں۔ چنانچہ لہوما نے کچھ عرصہ دریا سے مچھلیاں پکڑنے کے جال بنائے۔ ان کے اناج کی کوٹھڑی بھری تھی۔ چاول کے ساتھ پکانے کو دوسری چیزیں بھی مل جاتی تھیں۔ اشتہا انگیز کونپل پتی گھر کے پچھواڑے دستیاب تھی۔ لہوما

MashalBooks.org

سوچتا کسی اور کام کی ضرورت ہی کیا ہے۔ دھان کی بوائی کا کام ختم ہونے پر سوائے گھر پر پڑے رہنے کے اسے اور کوئی کام نہیں۔کھانا اور سونا' سونا اور کھانا۔ بوائی کا اگلا موسم آنے تک اسے اپنے پرانگ کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

وہ اپنا پرانگ تیز کرنے میں لگا رہا۔ اس کی بچیاں ادھر ادھر ہوگئی تھیں۔ دو تین کھانے پکانے میں جیہا کا ہاتھ بٹا رہی تھیں۔ باقی مرغیوں کو ششکارتی دڑبوں میں بند کر رہی تھیں کہ رات ہونے کو تھی۔

لہوما اپنے پرانگ کی دھار نکالنے میں جتا ہوا تھا۔کل جھنکاڑ صاف کیا جائیگا اور کل ہی دھان کی بوائی کا آغاز ہوگا۔ جھنکاڑ کی صفائی کے بعد زمین کو نرم اور پھر ہموار کیا جائے گا۔ دھان کی پنیری لگائی جائے گی۔ جب تک پودے ایک خاص عمر کو نہیں پہنچ جاتے۔ لہوما اور اس کے اہل خانہ کھیتوں میں مصروف رہیں گے۔ جنگلی جڑی بوٹیاں صاف کرنے کیلئے ضروری اوزاروں سے کام لینا پڑے گا۔

لہوما کے ذہن میں پلی پلائی بڑی بڑی جونکوں کا خیال آیا جو دھان کے دلدلی کھیتوں میں بڑی سہولت سے اس کی ٹانگوں پر چمٹ جائیں گی۔ اس برس بھی اس کا ایک چودیک (ناریل کے خول کا آدھا) خون تو جونکوں کے پیٹ میں چلا جائے گا۔ پھر لہوما کو چھوٹے کیکڑوں کا خیال آیا جنہوں نے پچھلے برس دھان کے نوخیز پودوں کو کتر ڈالا تھا۔اسے یاد تھا کہ شروع میں کیسے اس نے کیکڑوں کی ڈھیری لگا کر انہیں ایڑیوں تلے مسلا تھا' لیکن کچھ ہی دیر بعد اس کی ایڑیاں سوج گئی تھیں اور اسے کیکڑے کچلنے کا کام بھاری موصلیوں سے لینا پڑا تھا۔ چھوٹی چھوٹی لیکن سخت نقصان دہ اس لجلجی مخلوق کے پیٹ پھٹ گئے تھے۔ اس برس ان کا ہلہ کیسا ہوگا؟ اگرچہ لہوما ابھی کچھ کہہ نہیں سکتا تھا لیکن آسمان پر موجود موسمی آثار بتاتے تھے کہ ان کا ہلہ اس بار بھرپور ہوگا لیکن اس بار وہ ایک بھاری کڑھاؤ اس مخلوق کو ابالنے کے لئے تیار رکھے گا۔

جھٹ پٹے نے بنگل دراپ گاؤں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ یہ گاؤں غربت و افلاس سے ''مالا مال'' تھا۔ مٹی کے تیل کے چراغ جل گئے تھے۔ دھان کے کھیتوں کے کنارے کھڑے گھر دھیرے دھیرے دھندلکے میں ڈوبتے منظر سے غائب ہوگئے۔ کل

MashalBooks.org

دھان کی بوائی کے لئے کسان زمین تیار کرنے نکلیں گے۔ گاؤں سے پرے اوپر کو سیدھا اٹھتا جنگل تاریک ہوگیا۔ سبز درخت آہستہ آہستہ تاریکی میں مدغم ہوگئے۔ آسمان پر چند ستارے جہاں تہاں نمودار ہوگئے تھے۔

لہوما نے اپنے پرانگ کی دھار اپنی کھردری بے حس ہتھیلی پر پھیری۔ پھر اس نے یہ دھار اپنے ناخن پر آزمائی۔ دھار ناخن میں گھسی اور اس کا ایک حصہ کترن کی صورت میں کٹ گیا۔ لہوما مطمئن تھا۔ پرانگ کا پھل لگتے ہی چھوٹے درخت تو فوراً ہی سیدھے جا پڑیں گے۔

وہ آہستہ آہستہ چلتا مکان کے اندر چلا گیا۔ اس نے نرمی سے پرانگ سونے کے کمرے کے ایک کونے میں کھڑا کردیا۔ وہ کل صبح سویرے بیدار ہوگا اور اس کے ساتھ ہی اس کا پرانگ بھی جاگ اٹھے گا۔

MashalBooks.org

باب2

رات رینگتی رہی اور نماز مغرب کے جھٹپٹے سے نماز عشا کا وقت ہوگیا۔ لہوما مینگ کنگ سے بنی چٹائی پر اپنی ٹانگیں دوہری کیئے بیٹھا رہا۔ اس نے اپنی کھلی ہتھیلیاں ملا کر آسمان کی طرف اٹھا رکھی تھیں۔ بڑے اہتمام سے دوہری کی ہوئی اپنی ٹانگوں پر سرتاپا سفید کپڑوں میں ملبوس جیہا اس کے پیچھے بیٹھی تھی۔ اس نے باہم ملی اپنی کھلی ہتھیلیوں کو سختی سے چہرے پر چپکایا ہوا تھا۔ دونوں اللہ قادر مطلق کے حضور دعا گو تھے۔

کل ان کی جدوجہد کا آغاز ہوگا۔ کئی ماہ لمبی جدوجہد کا آغاز جو چاولوں کے کوٹھیار میں پہنچ جانے تک جاری رہے گی۔

لہوما یہ بات اچھی طرح جانتا تھا اور اس کی بیوی جیہا بھی اس سے بے خبر نہیں تھی۔ لہوما کل صبح سویرے خدائے واحد کی اجازت کے بغیر گھر سے قدم باہر رکھنے کا خواب میں بھی نہیں سوچ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے ہاتھ دعا کیلئے اٹھا دیئے تھے۔ خدا کی طرف متوجہ ہوا تو اس کا دل گویا سارے مسائل بھول گیا۔ تیری رضا میرے ارادوں کے شامل حال ہو کہ میں کل صبح اپنے کام کا آغاز کروں اور مجھے پوری طرح اپنی پناہ میں رکھنا۔ تمام قدرتی آفات، ہزار پایوں، سانپوں اور بچھوؤں کے ڈنگ سے مجھے اپنی پناہ میں رکھنا۔ مجھے دھان کے کھیت ڈبو دینے والے سیلابوں سے بچا۔ دھان کے کھیت برباد کر دینے والی خشک سالی سے بچا۔ طوفان بادوباراں اور جھکڑوں سے بچا۔ چوہوں اور جنگلی سوئروں کو دور رکھ اور ان انسانوں کو بھی جو فصل چرا لیتے ہیں۔ ہمیں لمبی زندگی عطا کر۔ مجھے، میری بیوی جیہا اور میری بچیوں ثنا، ملہا، زینب، سیمک، لیہا، لیبار اور کیہا کو بھی۔ ہم سب سے

بدنصیبی کو دور رکھ۔''

لہوما نے ہتھیلیاں چہرے پر پھیریں۔ اس نے گھوم کر دیکھا جہاں اس کی بیوی بیٹھی تھی۔ اب جیہا وہاں نہیں تھی۔ وہ آہستگی سے اٹھا' جائے نماز لپیٹی اور اسے دیوار کے ساتھ ٹکا دیا۔ کوپیا' جو قدرے گھس گئی تھی' سر سے اتاری اور اسے لپٹی جا نماز پر ٹکا دیا۔ پھر وہ سونے کے کمرے میں چلا گیا۔

''اب کے برس ہم میلنجا دھان بوئیں گے' اس نے کمر کے بل سیدھی چٹائیوں کی موٹی تہہ پر لیٹی اپنی بیوی کو بتایا۔ اس کے نزدیک سات اجسام یوں ایک دوسرے کے مقابل پڑے تھے جیسے الاؤ کیلئے رکھی بے ترتیب لکڑیاں۔

جیہا خاموش رہی۔ وہ فقط چھت کے سوراخوں کو دیکھے جا رہی تھی۔

''گاؤں میں اور بھی بہت سے میلنجا کاشت کر رہے ہیں۔ کہتے ہیں اس کا دانہ موٹا ہوتا ہے۔لہوما نے اپنی بات جاری رکھی۔

''کتنے کے چپاک؟''

''کیا بتا سکتے ہیں؟ بہرحال ایک ڈالر سے زیادہ نہیں ہونے کے۔''

''سارے چودہ ریلانگ پر میلنجا ہی بودو گے؟''

''نہیں ملے جلے بوئیں گے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ سات ریلانگ میں میلنجا' تین میں تھائی' تین میں سیرانڈتی اور بچنے والے ریلانگ میں ''پولوت'' ہماری بچیاں سکول جانے سے پہلے ''پولوت'' شوق سے کھاتی ہیں۔ ان چاولوں سے پیٹ دیر تک بھرا رہتا ہے۔'' جیہا اچانک اٹھ کر بیٹھ گئی اور اس نے سب سے چھوٹی بچی کے کولہے ایک سارنگ سے ڈھک دیئے۔

''کل صبح تم سب کو جانے کی ضرورت نہیں۔ ذرا میں جا کر ادھر ادھر دیکھ لوں اور ساتھ ہی تھوڑی سی زمین بھی صاف کر لوں گا۔ ہمیں اس سال باڑ بھی بنانا ہوگی۔ دیہا بتا رہا تھا کہ اردگرد بہت سؤر ہیں۔''

''جنگل کے کونے پر کتنے لوگ فصل بو رہے ہیں؟''

''پتا نہیں' سنا ہے کہ مات دیہا اور علی کیتو پی پلاو دوتن اسی طرف بوائی کریں گے۔

MashalBooks.org

وہ بھی کل سے شروع کر رہے ہیں۔''

جیہا نے چٹائی کے سرہانے روشن مٹی کے تیل کا چھوٹا سا دیا گل کر دیا۔ پھر وہ بچوں کے ڈھیر کے نزدیک ہی لیٹ گئی۔ چھوٹے سے گھر میں سوراخوں سے چھن کر آتی۔ چاندنی تیز ہوتی جا رہی تھی۔ جوں جوں چاند بلند ہوتا آسمان کی چھت میں اونچا اٹھتا اندر آتی چاندنی مدھم پڑتی گئی۔ لہوما بھی بازو کا تکیہ بنائے جسموں کے ڈھیر کے پاس ہی لیٹ گیا۔ اس نے چھت کے سوراخوں کا جائزہ لیا۔

''اس سال بھی کیکڑے پل پڑے تو ہمارا رزق ہاتھوں سے گیا۔'' رات کا سناٹا توڑتے ہوئے لہوما نے کہا۔

جیہا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ بس ہلی اور کروٹ لے کر پشت لہوما کی طرف کر دی جو ابھی تک سیدھا کمر کے بل لیٹا ہوا تھا۔

''صرف چند سو ہوئے تو کوئی بات نہیں' اتنے تو بچے چن کر نکال بھی سکتے ہیں۔''

جیہا پھر سیدھی ہو کر کمر کے بل لیٹ گئی۔ لہوما نے اپنی بات جاری رکھی۔

''لیکن اگر پچھلے برس کا سا حال ہوا تو پھر جو ہوگا میری سوچ سے بھی باہر ہے۔ ایک ہی طریقہ بچے گا۔ ہمیں کترے ہوئے پودوں کی جگہ نئے لگانا ہوں گے۔ بات' پھوٹتے پودوں کو کتر گرانے والے کیکڑوں تک رہی تو نمٹ لوں گا۔ گرنے والوں کی جگہ نئے پودے لگا کر کھیت کی خالی جگہ بھر دیں گے۔ لیکن پکتی فصل پر اس بار پھر چپاک نے ہلہ بول دیا تو ہمارا کیا بنے گا۔ وہ پرند کوئی دو چار تو ہوتے نہیں اور نہ ہی دس بیس' ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں کھیتوں پر آ اترتے ہیں۔''

چپاک کے ذکر پر لیٹا ہوا لہوما جھٹکے سے اٹھ بیٹھا۔ پھر وہ کھڑا ہو گیا اور چلا دھان کے کھیتوں کو کھلنے والی کھڑکی میں جا کھڑا ہوا۔ اس نے دور نزدیک کی غیر واضح چیزوں پر نظر ڈالی۔ بنگل دراپ کے کھیتوں سے پرے دور مٹی کے تیل سے جلتے دیوں کی ٹمٹماہٹ دکھائی دی۔ اس سے بھی پرے ناقابل تسخیر ڈراؤنے جنگل کے تاریک سائے پھیلے تھے۔ چاندنی میں آسمان کو چھوتے اس کے درخت بھی بس سائے کے سے مدھم نظر آ رہے تھے۔ اپنے گھر کی کھڑکی میں سے لہوما چاول کے کھیتوں' مٹی کے دیوں کی لو

اور دھان کے کھیتوں پر نظریں جمائے کھڑا رہا۔

''کیکڑے اور چپاک بھی ہماری طرح خدا کی مخلوق ہیں۔ خدا جو ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر وہ آتے ہیں تو ہم انہیں روکنے والے کون؟ انہیں صرف خدا روک سکتا ہے۔ وہ قادر مطلق ہی انہیں روک سکتا ہے۔''

اس پر جیہا کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ وہ بچوں کے پہلو میں ساکت لیٹی رہی۔ کھڑکی سے آتی چاندنی اس کی بیوی اور بچیوں پر پڑتی رہی۔

''جیہا! جیہا!''

جیہا ہلی

''میں کچھ دیر کو نیچے دھان کے کھیتوں میں جا رہا ہوں۔''

''کیا؟ عین آدھی رات کے وقت؟''

''بس ذرا سی دیر کو نیچے جا رہا ہوں۔'' اس نے جواباً سرگوشی کی۔

''مگر کیوں؟''

''اپنے دھان کے کھیتوں کو ایک نظر دیکھنے۔ ہمیں کل بوائی شروع کرنا ہے۔ مجھے ایک نظر جائزہ لینا چاہیئے۔''

جیہا نے مزید کچھ نہیں کہا۔ اس نے بس کروٹ بدلی۔

لہوما نے اپنے سارنگ کے پلو مضبوطی سے اڑسے۔ اس نے سارنگ کھولا اور ناف کے گرد دوبارہ مضبوطی سے باندھ لیا۔ ہرن کے سینگ پر لٹکی شال اتاری اور سر پر لپیٹ لی۔ ایک کونے میں دیوار سے لٹکا اپنا پرانگ اٹھایا اور احتیاط سے گھر سے نکل کر نیچے اتر گیا۔ آسمان پر چاند سے آتی روشنی نے راستے کو نیم روشن کر رکھا تھا۔

''کل سے محنت شروع ہو جائے گی۔'' لہوما نے سوچا

اور لہوما واقعی ایسا ہی سمجھتا تھا۔ برسوں سے یہ سالانہ مشقت جاری تھی۔ اپنا، اپنی بیوی اور سات بچیوں کا پیٹ بھرنے کو اسے ہر طرح کی قدرتی آفات سے نمٹنا ہوگا۔ وہ خود نہیں جانتا تھا کہ رات کے اس سناٹے میں وہ دھان کے کھیتوں میں کیوں جا رہا ہے لیکن اس کی ٹانگیں تھیں کہ ڈگ بھرتیں اسے کھیتوں کو لیے جا رہی تھیں۔

MashalBooks.org

''کل سے محنت شروع ہوجائے گی۔'' اس کے ذہن میں یہی ایک سوچ تھی اور اس کی ٹانگیں اسے دھان کے کھیتوں کو لیے جا رہی تھی جو بس دھندلے دھندلے دکھائی دے رہے تھے۔ لہوما چاہتا تھا کہ کل سے شروع ہونے والی مشقت کے اکھاڑے کو کم از کم دیکھ تو لے۔ کھیتوں میں موجود پانی کا اندازہ ہی کرلے۔ دھان کے کھیتوں میں موجود فالتو گھاس پھونس اور جونکوں کا تو پتا ہونا ہی چاہیئے۔

وہ چلتا گیا۔ کھیتوں اور گاؤں کی حد پر لہوما رک گیا۔ اس نے کھیتوں کے وسط میں نگاہیں گاڑ دیں۔ قطعات کو الگ کرتی غیر ہموار منڈیریں دھندلی سی دیکھی جا سکتی تھیں۔ پہاڑیوں سے آنے والے جھونکے پانی کی سطح تھپتھپاتے تو اس پر لہریں پیدا ہوتیں۔ پانی پر چلتی لہریں منڈیروں سے ٹکرا کر ٹوٹ جاتیں۔ لہوما نے اپنے قطعات ایک ایک کر کے گننے کی کوشش کی لیکن اسے پتا چلا کہ یہ کوشش بے سود ہے کیونکہ جو قطعہ جتنا دور تھا' چاندنی میں اتنا ہی زیادہ دوسرے قطعات سے الگ شناخت کرنا مشکل تھا۔ اس سے پرے بہت دور اونچی پہاڑیوں کے غیر متشکل ہیولے نظر آ رہے تھے۔ گھنے جنگلوں سے ڈھکی پہاڑیاں یوں کھڑی تھیں گویا بنگل دراپ گاؤں کے باسیوں کی ملکیت دھان کے کھیتوں کی حفاظت پر متعین ہوں۔

لہوما ایک لمبی پگڈنڈی پر چلنے لگا۔ اس نے ایک پاؤں پانی میں ڈبویا اور اس کی برفیلی ٹھنڈک محسوس کی۔ پگ ڈنڈی پر اکڑوں بیٹھ کر کھیت میں دائیں ہاتھ سے چلو بھر پانی لیا۔ رات کے اس پہر برفیلے ٹھنڈے پانی کے لمس نے اسے قوت و توانائی سے بھر دیا۔ پھر اس نے انگشت شہادت سے پانی کھنگالا۔ انسانی ہاتھ کی لو پر کئی جونکیں تیزی سے لہراتی ہوئی اس طرف لپکیں۔ پانی کی سطح پر دھندلی روشنی میں نظر آنے والی یہ مخلوق صاف پہچانی جاتی تھی۔ لہوما نے آہستگی سے اپنا پرانگ پانی میں اتارا۔ کچھ جونکیں اس نئے نئے تیز کئے پرانگ کے کنارے چمٹ گئیں۔ ایک دو جونکیں پھسل کر دوبارہ پانی میں جا گریں۔ ''میرا خون نہ پیو تو میں تمہیں ہلاک نہ کروں لیکن فصل بونے کے بعد بھی میں ان کھیتوں میں چلتا پھرتا رہوں گا۔ اگر پھر تم نے ٹانگوں سے چمٹ کر میرا' میری بیوی یا بچیوں کا خون چوسا تو میں چن چن کر تم سب کو ہلاک کر دوں گا۔ اسی تیز پرانگ سے

تمہارا قیمہ بنا دوں گا۔ تم سب کو زہر سے ہلاک کر دوں گا۔''

یہ الفاظ کسی نے نہیں سنے خود لہوما نے بھی نہیں۔ وہ یہ سب دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔ لہوما بہرحال جونکوں سے جھوٹ نہیں کہہ رہا تھا۔ یہ مخلوق یکلخت نکل کر ٹانگوں سے چمٹ جاتی ہے۔ کم از کم ایک چوپاک خون یہ مخلوق چوس کر اپنے پیٹ میں بھرے گی۔

''اگر تم نے میرا خون چوسا تو میں تم سب کو ہلاک کر دوں گا۔ کسی کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔'' اس کے دل میں دوبارہ یہی صدا ابھری۔

لہوما نے ان دشمنوں کو چھوڑ دیا کہ فی الحال ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ آہستہ آہستہ چلتے اس نے اپنے کھیتوں کے گرد ایک چکر لگایا۔ گاہے گاہے پاؤں پانی میں ڈالتا اور انگوٹھے سے پگ ڈنڈی کی مٹی کریدنے لگتا۔ اس دوران اس کا انگوٹھا کبھی کبھی کیکڑوں کے بل میں چلا جاتا اور وہ اپنے پرانگ کا دستہ اس میں گھسیڑ دیتا لیکن کٹھل کی لکڑی سے بنا یہ دستہ زیادہ دور تک نہ جا سکتا کیونکہ پگڈنڈی میں بنا یہ بل آگے جا کر اچانک مڑ جاتا۔ ایک بھی کیکڑا باہر نہیں نکلا لیکن اگر لہوما کسی کیکڑے کو رینگتے بل سے باہر آتے دیکھ بھی لیتا تو اس پر پرانگ نہ چلاتا۔

''اگر تم نے میرے چاول کے نوعمر پودوں کی جڑوں کو نقصان پہنچایا تو سب کو مار ڈالوں گا۔ اپنی سخت ایڑیوں سے تمہیں کچل کر رکھ دوں گا۔ اپنے اس پرانگ کے دستے سے تمہیں کوٹ ڈالوں گا۔ تمہیں پکڑ لوں گا اور اس وقت تک ابالتا چلا جاؤں گا کہ تمہارا پیٹ اور خول سب پھٹ جائے گا۔''

ان میں سے بھی کسی نے لہوما کی آواز نہیں سنی۔ اس کے دل میں اٹھنے والی یہ آواز اس مخلوق خدا کیلئے ہمدردی سے بھری ہوئی تھی۔ لیکن ہمدردی کی، خواہ کسی کے لئے بھی ہو، ایک حد ہوتی ہے۔ اس حقیقت کی لہوما کو بخوبی سمجھ تھی۔ ہمدردی صرف اس مخلوق کو دی جا سکتی ہے جو تبادلے میں ہمدردی کر سکے لیکن اگر ان کیکڑوں کو صرف اپنے پیٹ سے غرض ہے اور وہ لہوما اور اس کے اہل خانہ کو فاقہ کشی پر مجبور کرتے ہیں تو وہ اپنے دل سے ان کے لئے ہرطرح کی ہمدردی ختم کر دیگا۔ اس کا خون تیزی سے جوش کھانے لگا۔ اس کی بیوی کو بھی جلد غصہ آ جاتا تھا۔ کیکڑے ہوں یا کوئی اور ان کی جدوجہد میں رکاوٹ بننے

MashalBooks.org

والوں کیلئے ان کے دل میں کوئی ہمدردی نہیں۔

لہوما چلتا گیا اور پھر دھان کے ایک کھیت کے عین وسط میں کھڑا ہوگیا۔ رات کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس کے جسم سے ٹکرا رہے تھے۔ اس نے بازو اٹھا لئے اور لمبا سانس لے کر ہوا اپنے پھیپھڑوں کی گہرائیوں تک بھری۔ پھر اس نے آہستہ آہستہ یہ ٹھنڈی ہوا خارج کی اور دوسری بار لمبا گہرا سانس لیا۔

''اگر ان ٹھنڈے جھونکوں کی جگہ منہ زور طوفان لے لے تو کیا ہوگا؟ لہوما نے دل ہی دل میں پوچھا۔''اگر اس ٹھنڈی ہوا کی جگہ شدید بارش ہونے لگے اور ایک بڑا سیلاب آ جائے تو کیا ہوگا؟

یہ سوال لہوما کے دل کی گہرائیوں میں ایک پھندے کی طرح پھنس گیا اور اسے کوئی جواب نہ ملا۔لہوما کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب تھا بھی نہیں۔ اگر معاملہ کیکڑوں اور چپاک تک اٹکا ہوتا تو لہوما اپنے اضطراب کو کسی نہ کسی طور کم کر سکتا تھا لیکن جب شدید منہ زور طوفان اور سیلاب کا مسئلہ درپیش ہو جو اس کے گھر اور دھان کے کھیتوں سمیت ہر چیز بہا لے جاتا ہے تو لہوما بے بس ہو جاتا۔ اسے لگتا وہ اپنی مردانگی کھو بیٹھا ہے۔ تاہم ان آفات سے بچ نکلنے کی امید اس کے دل میں موجود تھی۔ اس نے یہ سارا معاملہ خدا پر چھوڑ دیا۔ اس نے ہر شئے قادر مطلق اللہ پر چھوڑ دی۔

لہوما چلتا رہا۔ رات ٹھنڈی ہوتی گئی۔ پہاڑوں سے آنے والے جھونکے اس کے کانوں کی لوؤں سے زیادہ شدت سے ٹکرانے لگے حتیٰ کہ وہ پگڈنڈی کے آخری سرے پر جا پہنچا۔ وہاں رک کر وہ آسمان کو تکنے لگا۔ چاند اور تارے ابھی تک روشن تھے۔ بادل کہیں بہت دور تھے۔ لگتا تھا گویا رات نے بارش کا خیال ہی مسترد کر دیا ہو۔ اچانک لہوما نے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور آنکھیں بند کر لیں۔ اس لمحے لہوما نے کیا کہا۔ صرف خدائے قادر مطلق ہی جانتا ہے۔ میں کسی انسان یا تیری کسی مخلوق کو بھی ضرر نہیں پہنچاؤں گا۔ کسی ایسے کیڑے کو ہلاک نہیں کروں گا جو میری اور میرے خاندان کی جدوجہد میں رکاوٹ نہیں بنتا۔

اس لمحے اس گھر میں موجود جیہا کا خیال آیا۔ جب تک چاول کے اگانے کا موسم ختم

نہیں ہو جاتا۔ اس کی بیوی کو بھی پوری قوت سے اس کا ساتھ دینا ہوگا۔ اس کی اولاد بھی کام میں پیچھے نہیں رہے گی۔ انہیں کم از کم سوکھی چھڑیاں اکٹھی کرنے اور فصل کے نصف دورانیے میں فالتو جڑی بوٹیاں اکھاڑنے کا کام تو کرنا ہی ہوگا۔ ثنا اپنی ماں کے ساتھ پنیری اکھاڑ کر سر پر لادے اٹھا کر لاسکتی ہے۔ زینب بھی پنیری اٹھا کر بیلو کر سے کھیت تک تو لا ہی سکتی ہے۔

سیمک بھی سکول کے بعد گھر پر بھینس کی دیکھ بھال کرسکتی ہے۔

ہمیں ایسی عام مصیبتوں سے بچاجا سکتا ہے جو تلاش رزق میں میرے خاندان کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے ہیں۔ ہماری مدد کر ہماری مدد کر۔''

لہوما نے دعا ختم کی اور ہاتھ ڈھیلے چھوڑ دیئے جو اس کے پہلوؤں میں لٹکنے لگے دھان کے کھیت میں کھڑے پانی میں موجیں پیدا ہوئیں جیسے پگڈنڈی پر سے کسی مینڈک نے چھلانگ لگائی ہو۔

لہوما سر جھکائے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا اپنے گھر کو روانہ ہوا۔ دھان کے کھیتوں کے پہلو میں اسے اپنا گاؤں نیم تاریکی میں ڈوبتا نظر آ رہا تھا۔ وہ اپنے گھر کے صحن میں داخل ہوا۔ وہ احتیاط سے کام لے رہا تھا کہ کہیں پاؤں تلے کوئی خشک لکڑی یا ناریل کا خول نہ آ جائے۔ اس نے گھر میں جھانکا۔ اس کا کلہاڑا اور تاجک بالکل تیار ایک ستون کے ساتھ لگے تھے۔ اس نے کلہاڑا اٹھایا اور ناخن سے اس کی دھار جانچی۔ پھر آہستہ سے کلہاڑا واپس اس کی جگہ پر رکھ دیا۔

اندر اس کی بیوی دھوپ میں ستاتے مگرمچھ کی طرح لمبی سیدھی لیٹی ہوئی تھی۔ اسکا سارنگ قدرے نیچے کھسک گیا تھا۔ اس نے بڑی نرمی سے سارنگ اوپر کھینچ کر اصل جگہ پر کیا۔ خاموشی سے اپنی سب سے چھوٹی بچی کے ساتھ لیٹ گیا۔ جو سوتے میں لڑھکتی ایک کونے میں جا لگی تھی۔ صبح لہوما کو اپنی بیوی اور بچیوں کے ہمراہ جاگنا ہے۔ کل سے وہ بیلوں کو لے کر جانا شروع کرے گا تاکہ زمین بوائی کے لئے تیار کر سکے۔ انہیں خیالات میں لہوما کی آنکھ لگ گئی۔

باب 3

اس دن کی صبح نہایت بھرپور تھی۔ لہوما اور اس کی بیوی نے فجر کی نماز اکٹھے پڑھی۔ بارش کا دور تک کوئی خطرہ نہیں تھا۔ سورج آب و تاب سے نمودار ہوا اور ویسی ہی جی داری سے لہوما نے اس صبح زمانے کو خوش آمدید کہا۔

ناشتے میں چاول ختم کرنے کے بعد جیہا نے کہا ''میں بھی چلوں گی۔ میں بیلوکار سے تھوڑا ایندھن اور چھڑیاں تو اکٹھی کر ہی لوں گی۔''

لہوما خاموش رہا۔ وہ بھی چاہتا تھا کہ جیہا ساتھ چلی چلے، چھوٹے کپل تر بنگ درخت کاٹنے میں تو مدد کر سکتی ہے۔

''چھوٹیاں گھر پر رہیں گی۔ ثنا اور ملہا کھانا بنائیں گی اور لیبار اور کیہا کو بھی دیکھ لیں گی۔ زینب، سیمک اور لیہا سکول جائیں گی۔'' جیہا نے یوں وضاحت کی گویا اسے اعتراض کی توقع تھی۔

اس پر بھی لہوما خاموش رہا۔ اس نے اپنی سب سے بڑی بیٹی کے گولائی مائل جسم پر نظر ڈالی۔ ثنا واقعی سیانی ہو چکی تھی۔ ضرورت پڑی تو ثنا اور ملہا بھی درانتی اور تا جک چلا لیں گی۔ اپنے والدین کا ہاتھ بھلا وہ اور کس طرح بٹا سکتی ہیں؟ زیادہ دیر نہیں دونوں، بلکہ ساتوں کی ساتوں، بیاہ کر گھر سے چلی جائیں گی۔''

''تم اپنی چھوٹی بہنوں کا خیال رکھو گی؟ ہے نا؟ لہوما ثنا سے مخاطب ہوا۔

ثنا نے سر ہلا دیا۔ پچھلے سال بھی جب ماں باپ دونوں کٹائی کے دنوں کھیتوں والی جھونپڑی میں تھے، اس نے چھوٹیوں کی دیکھ بھال کی تھی۔

MashalBooks.org

آسمان پر سورج اور اونچا ہو گیا۔ لہوما اور جیبھا بیلکور کا رخ کرنے کو تھے تاکہ دھان بونے کیلئے زمین تیار کر سکیں۔ لہوما نے پرانگ کا غلاف اپنی کمر کے گرد لپیٹ لیا تھا۔ کھیتوں کو ڈگ بھرتا لہوما پرانگ کے دستے کو متواتر گھماتا چلا جا رہا تھا۔ اس کے پیچھے چلتی جیبھا کی دائیں بغل تلے ایک بڑی سے گومک دبی تھی جبکہ اس نے بائیں ہاتھ سے سر پر دھری ٹوکری سنبھال رکھی تھی۔

''لوگ جلد ہی ثنا کا ہاتھ مانگنے لگیں گے۔'' لہوما کے قدموں پر چلتی جیبھا بدبدائی ''وہ سیانی دکھائی دینے لگی ہے۔''

لہوما خاموش رہا۔ اس کی پہلوٹی کی اولاد یہ لڑکی نہایت خوب تھی۔ بوری بھر پاڑی دھان کی چھڑائی کو تو وہ کچھ سمجھتی نہ تھی۔

''بہن کی طرح ملہا کا جسم بھی بھر رہا ہے۔'' جیبھا نے بات جاری رکھی۔ ''دونوں ایک ایک کرکے ہم سے بچھڑ جائیں گی۔ اگر ایک بیٹا بھی ہوتا تو اس وقت تمہارا سہارا بنتا اس کی شادی پر اس سے ہاتھ تو نہ دھو بیٹھتے۔ مگر ہمیں ملا کیا؟ سب لڑکیاں ادھر شادیاں ہوئیں اور ادھر لوگوں کے لڑکے انہیں ساتھ لے کر گئے۔ ہم دونوں بیٹھے رہ جائیں گے۔ اسی طرح وقت گزرتا جائے گا اور ہم بوڑھے ہو جائیں گے۔''

''بیٹا یا بیٹی' یہ ہمارے کہنے کی نہیں اور شادی بھی ہمارے ہاتھ میں نہیں۔' پھر پریشانی کاہے کی؟'' لہوما نے بات کاٹی۔

''لوگوں نے ثنا کی بات چلائی تو؟'' جیبھا نے دوبارہ پوچھا۔

''بندہ ٹھیک ہوا تو ہم ثنا کو کیوں بٹھائیں گے۔''

''دلہن کی قیمت؟''

''حالات پر منحصر ہے۔ اگر کھاتے پیتے لوگ ہوئے تو ہم چار پانچ سو کہیں گے۔ اگر نہیں تو ہماری ثنا کے دو تین سو بھی ٹھیک ہیں۔''

''اسے واقعی چلے جانے دو گے؟''

''انتظار کاہے کو؟ اس سال فصل اچھی ہوئی تو ہم ایک شاندار ضیافت کریں گے۔ کیکڑوں اور چیاک نے ہلہ نہ بولا اور سیلاب یا خشک سالی نے نہ آ لیا تو فصل یقیناً

شاندار ہوگی لیکن اگر ہمیں بھوسہ ہی ملنے والا ہے تو ہم دعوت کس چیز سے کریں گے۔''

وہ پگڈنڈی پر چلتے رہے۔ دیر تک استعمال میں نہ آنے کی وجہ سے اسے گھاس نے ڈھک دیا تھا۔ دن کافی چڑھ آیا تھا لیکن دور تک کسی ذی روح کے آثار نہ تھے۔ لہوما لپکتا ہوا آگے آگے چلا جارہا تھا۔

ثنا کی رخصتی زینب کو سکول چھوڑنا پڑے گا۔ پانی لانے اور آگ جلانے میں ملہا کا ہاتھ تو بٹا ہی لے گی۔ جیہا نے کہا۔

''اب وہ کس جماعت میں ہے؟'' لہوما نے پوچھا۔ اس نے یہ جاننے کی زحمت کبھی نہ کی تھی کہ بچے سکول میں کیسے جارہے ہیں۔ بس ایک بار بچی کو ہیڈ ماسٹر کے پاس چھوڑا اور پھر اس نے کبھی خبر نہ لی کہ وہ کس جماعت میں ہے۔

'' مجھے کچھ اندازہ نہیں۔'' جیہا نے کہا ''لیکن اتنا پتا ہے کہ ابھی تک پڑھ نہیں سکتی۔''

''اگر وہ ابھی پڑھ بھی نہیں سکتی تو سکول سے کیسے اٹھالیں؟''

''ضروری نہیں کہ لڑکیوں کو پڑھنا آتا ہو۔ لڑکیوں کی وقعت اور رشتے کی مانگ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں نے تو سکول میں قدم بھی نہیں رکھا تھا۔''

لہوما کو چپ لگ گئی۔ ثنا کی شادی ہو جانے پر زینب کا سکول چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ گھر پر چھوٹیوں کی دیکھ بھال تو کر ہی لے گی اور پھر دھان کے کھیتوں پر کھانا لے آیا کرے گی۔ ہاں البتہ سیمک اور لیہا کو کچھ دیر سکول جانے دیا جائے۔ لہوما کبھی کبھار محسوس کرتا کہ یہ بھی اچھا نہیں کہ اس کی بچیاں بالکل ہی ناخواندہ رہ جائیں۔ گاؤں کے بہت سے بچے سکول جاتے تھے۔

بیلوکر نے اپنی ساری ہریالی سمیت ان کے لئے بانہیں کھول دیں۔ کپل ترنگ کے گھنے درخت بڑی ترنگ میں ایک دوسرے سے الجھے لپٹے کھڑے تھے۔ پرانے درختوں کے تنے گرہ دار اور شاخیں بے طور گھنی تھیں۔ خشک پتے زمین پر بکھرے اسے یوں ڈھکے ہوئے تھے۔ گویا تمباکو کے پتے سوکھنے کو پھیلا دیئے ہوں۔ طرح طرح کی جڑیں ایک دوسرے سے لپٹی ہر طرف پھیلتی چلی گئی تھیں۔ لہوما نے ایڑیوں کے بل بیٹھ کر اندازہ

لگانے کی کوشش کی کہ کون سی جڑ کہاں سے شروع ہوتی ہے۔ لیکن جڑیں اس بری طرح الجھی ہوئی تھیں کہ اسے اندازہ کرنا مشکل ہو رہا تھا۔ لہوما نے جڑوں کے ایک گچھے کو کھینچا تو اس میں گھسے بیٹھے نیل کنٹھ نے اپنی مخصوص اضطرابی تیز آواز نکالی۔ کپل ترنگ کا جھنڈ ہلا۔ لہوما نے کمر کے گرد بندھا تیز دھار پرانگ اس کے غلاف میں سے نکالا اور جڑوں کے گچھے پر چلایا۔ اس کا نشانہ وہ جگہ تھی جہاں سے گچھا پھوٹتا نظر آتا تھا۔ پھر وہ گچھے میں سے ایک ایک کر کے جڑیں نکالنے لگا۔ لہوما نے قدرے زیادہ زور لگایا تو کئی جڑیں تنوں کے گرد لپٹ گئیں۔ کبھی کبھار یوں بھی ہوتا کہ کھینچتے کھینچتے ایک ہی بار پانچ چھ گز تک لمبی جڑ باہم نکل آئی۔

اچانک لہوما اچھلا اور پچھلے کھیتوں کے رخ کھڑا ہو گیا۔

''آئی! او آئی! اووو آئی'' منہ کے گرد ہتھیلیوں کا پیالہ بنا کر اس نے پوری قوت سے اور پھیپھڑوں میں ہوا کی ساری گنجائش جتنی لمبی آواز بلند کی۔

''او آئی!'' جیہا پلٹ کر اس پر چلائی۔ ''کیا کرتے ہو؟ کیا کرتے ہو؟ چاہتے ہو کوئی چیتا ادھر نکل آئے؟ جنگل کی روح بلا رہے ہو؟ آخر کیا ہے؟''

''اُو آئی! اُو آئی! اُو آئی۔'' اپنی بیوی کا احتجاج سنا ان سنا کرتے لہوما نے دوبارہ آواز لگائی۔ اس بار بھی اس نے منہ کے گرد ہتھیلیوں کا پیالہ بنایا تھا۔ ہکا بکا جیہا کود کر دور ہٹ گئی۔ سر پر رکھی ٹوکری گر چلی تھی جسے جیہا بمشکل سنبھال پائی۔

''یہ کیا صبح صبح چیخ کر اپنا بھیجا پھاڑے ڈالتے ہو؟ آخر کیا ہے؟''

''میں گاؤں کے لوگوں کو بتا دینا چاہتا ہوں کہ ہم نے بوائی کے لئے زمین تیار کرنا شروع کر دی ہے۔ انہیں پتا ہونا چاہئے کہ تم اور میں یہاں اس جگہ پر ہیں۔ اگر کچھ ہو جاتا ہے تو انہیں خبر تو ہو کہ ہمیں کہاں ڈھونڈنا ہے۔''

''یہاں ہمیں کیا ہو سکتا ہے؟''

''مجھے کیا پتا؟ ہر چیز خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اب کوئی چیتا ہی نکل آتا ہے تو ہم کیا کر لیں گے؟ کیا پتا؟ جنگلی ہی ادھر آ نکلیں۔ اب کم از کم' اتنا تو ہے کہ لوگوں کو ہمارے

یہاں ہونے کی خبر ہے۔ مدد کو پکاریں گے تو یہاں پہنچ جائیں گے۔‘‘

لہوما دوبارہ زمین صاف کرنے لگا۔ سب سے پہلا کام تو کپال ترنگ کے درختوں اور جڑوں کو نکال کر باہر کرنا ہے پھر انہیں آگ لگانا ہے۔ راکھ کھاد کا کام دے گی۔ زمین گوڈنے، نرم کرنے اور پھر سے ہموار کرنے کا کام اس کے بعد ہی ہو سکے گا۔ تب کہیں زمین بوائی کے لئے تیار ہوگی۔ علاقہ میں سور بہت ہیں۔ آخر میں رقبے کے گرداگرد باڑ لگانا ہی پڑے گی۔ لمبائی میں چیرے بانسوں کی باڑ سے کام چل جائے گا۔

’’میں ذرا دیر کو ادھر نیچے دلدلی علاقے کو نکلتی ہوں۔ کچھ گری پڑی شاخیں اکٹھی کر لوں۔‘‘ جیہا نے کہا۔

لہوما نے جواباً سر ہلا دیا۔ اس نے مڑ کر اپنی بیوی کو دیکھا بھی نہیں۔ پرانگ درختوں کے تنوں پر پڑتا رہا۔ ہر ضرب پر لکڑی کا چھوٹا سا ٹکڑا کٹ گرتا حتیٰ کہ درخت کڑ کڑاتا نیچے آ رہا۔

چند لمحوں کو اس کی سوچ ادھر دلدل میں موجود اپنی بیوی اور ہاتھ میں پکڑے پرانگ سے ہٹ گئی۔ اسے گھر پر موجود بچیوں کا خیال آیا۔ جیہا ٹھیک کہتی ہے۔ ثنا سیانی ہوگئی ہے۔ ملہا بھی بچی نہیں رہی سولہ اور سترہ برس کی ہونے کو ہے۔ کوئی رشتہ کے لئے آتا ہے تو لہوما کو ان کی شادی کرنا ہی پڑے گی۔ اگر قسمت نے ساتھ دیا تو ہونے والے داماد چودہ ایکڑ ریلانگ کی بوائی میں اس کا ہاتھ بٹا دیں گے۔ اگر قسمت بری نکلی تو داماد اس کی بیٹیاں لے کر اپنی راہ پکڑیں گے۔ ثنا چلی جائے گی اور ملہا بھی۔ اپنے اپنے وقت پر اس کی ساتوں بیٹیاں بیاہ کر چلی جائیں گی۔ وہ اور اس کی بیوی بوڑھے ہو جائیں گے۔ ان کی جلد کھردری ہو جائے گی۔ بالوں کا رنگ بدل جائے گا۔ بوائی کے لئے زمین کون تیار کرے گا؟ ہل کون چلائے گا؟ دھان کی کٹائی اور چھڑائی کون کرے گا؟ لیکن یہ سب فکر غائب ہوگئی۔ اس کی جگہ ایک تیقن عود کر آیا۔ لہوما نے ہر چیز خدا پر چھوڑ دی۔ بچیاں خدا کی عطا ہیں۔ خدا کی رضا یہی ہے کہ وہ دور چلی جائیں تو وہ احتجاج نہیں کرے گا۔

لیکن اگر ثنا کے اولاد ہوئی تو کیا ہوگا؟ ملہا کے بچے ہوئے تو؟ لہوما نے اپنے دھان کے چودہ ریلانگ کھیتوں کا سوچا۔ نسلوں سے ریلانگ کی تعداد بڑھ رہی تھی اور نہ ہی ان

MashalBooks.org

کی پیداوار۔ چینیوں کے ہاتھ جا لگنے والے کھیتوں کو دوبارہ حاصل کرنے کا وقت گزرے مدت ہو چکی تھی اور پھر وہ کھیت اگلے ہاتھ ایک اور چینی کے پاس بک چکے تھے۔

چودہ ریلانگ کھیت اس کی سات بیٹیوں میں بٹ جائیں گے۔ یہ بھی صرف اس صورت میں اگر جیہا کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ بصورت دیگر یہی چودہ ریلانگ آٹھ حصوں میں تقسیم ہوں گے۔ بچیوں کے بچے' پھر ان کے بچے' یہ سب اسی کے صلب سے چلیں گے۔ جوں جوں نسل پھیلتی چلی جائے گی' زندہ رہنے کی جدوجہد مشکل سے مشکل تر ہوتی چلی جائیگی۔ نسل انسان جتنی بڑھتی چلی جائے گی۔ قبر کیلئے جگہ اتنا ہی تنگ ہوتی چلی جائے گی۔

دل کی گھٹن سے توجہ ہٹانے کیلئے لہوما نے پوری قوت سے کلہاڑی تولی اور تنے پر وار کیا۔

تنے کی بے لچک لکڑی پر متواتر کاٹ دار ضربیں جاری رہیں۔ تنا کٹ چکتا تو وہ اس پر دونوں پاؤں سے ٹھوکریں لگاتا حتیٰ کہ درخت زمین پر آ رہتا۔ اسی طرح وہ بغیر رکے ایک کے بعد دوسرا درخت کاٹتا چلا گیا۔

کٹائی اور پھر پاؤں سے ضربیں لگانے کا یہ کام کچھ وقت لے گا۔ لہوما نے سوچا۔ شاید کل علی کیتوپی اس کا ہاتھ بٹانے کو آ جائے پھر تنہائی۔ اس شدت سے محسوس نہیں ہوگی اور پھر لانگ کاظم نے بھی تو کہا تھا کہ وہ مغرب میں اسی طرف کی زمین دھان کی بوائی کے لئے صاف کرے گا۔ اگر علی کیتوپی اور لانگ کاظم اپنی زمین صاف کرنے ادھر آ نکلتے ہیں تو پھر درختوں کی کٹائی کے ساتھ ساتھ گپ شپ کرنے کو کوئی نہ کوئی مل جائے گا۔

ابھی کم از کم ایک ہفتہ اور لگے گا۔ تب کہیں ہر چیز اتنی خشک ہوگی کہ آگ دکھائی جا سکے۔ کہیں اس کے بعد مٹی پلٹنے اور دوبارہ ہموار کرنے کا کام شروع کیا جا سکے گا۔ پھر دھان بونے اور باڑ لگانے کے بعد کہیں وہ نیچے دھان کے کھیتوں تک آمدورفت شروع کر سکیں گے۔

''ہما! ہما!''

لہوما کے کانوں میں مدھم سی آواز پڑی۔ اس نے اپنا تیز دھار پرانگ گھمانا بند کر

MashalBooks.org

دیا۔

''ہما! ہما!''

اس نے آواز پہچان لی' اس کی بیوی جیہا کی آواز تھی۔ دلدلی علاقے کے کنارے کنارے ٹہنیاں اور شاخیں اکٹھی کرتی اس کی بیوی کی آواز۔

''ہما! ہما!''

وہ اچھل کر اپنے پاؤں پر کھڑا ہوگیا۔ آواز میں نامانوسیت تھی۔ فوری طلب اور اضطراب کا رنگ آواز میں صاف جھلکتا تھا۔ پرانگ کمر کے گرد لٹکتے غلاف میں ڈال کر اس نے دلدلی علاقے کو دوڑ لگائی۔ رستے میں پڑے تنوں اور ڈھیروں کو پھلانگتا وہ دوڑا چلا جا رہا تھا۔

''جیہا' جیہا!'' اس نے آواز لگائی۔

درختوں میں سے اس کی نظر بالکل سیدھی کھڑی اپنی بیوی پر پڑی۔ اس کے چہرے پر موت کی سی زردی تھی۔

''جیہا! جیہا''

اس کی بیوی نے جواب نہیں دیا۔ وہ اس کی طرف لپکا۔ تب اس کی نظر جیہا سے دو ہاتھ دور سیاہ کوبرے پر پڑی جس کا پھن زمین سے گھٹنوں برابر اٹھا ہوا تھا۔ پھیلا ہوا پھن یوں لہرا رہا تھا۔ گویا ادرک کا پودا ہوا کے جھونکوں کی زد میں ہو۔

''ہلنا نہیں!'' وہ چلایا

اس کی بیوی ساکن رہی۔ وہ کوشش میں تھی کہ سانس بھی روک لے

اس نے دیکھ لیا تھا کہ کوبرا پوری طرح محتاط ہے۔ جونہی اس کی بیوی ہلی کوبرا اچھل کر حملہ کردے گا۔ ٹانگ' گھٹنا' حتیٰ کہ چہرے تک جسم کا کوئی بھی حصہ اس حملہ کی زد میں آسکتا ہے۔

''ہلنا نہیں!'' اس نے دوبارہ کہا۔

لہوما تادیر منتظر رہا لیکن کوبرا اسی بلندی پر پھن پھیلائے جھومتا رہا۔ وہ اندر ہی اندر بری طرح بے چینی کا شکار ہو رہا تھا۔ اسے ایک پرانی کہاوت یاد آگئی۔ جب کسی کوبرے

نے پھن پوری طرح پھیلایا ہو وہ اپنا شکار نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن لہوما اس کہاوت کو عین سچ ماننے کو تیار نہیں تھا۔ اس وقت ناممکن لگتا ہے کہ کوبرا اس کی بیوی کو نہیں دیکھ سکتا۔ اس کا زہر جیہا کے دل میں چلا گیا تو کیا ہوگا؟ بن بوئے دھان' گھر پر بچیاں' پنیری لگانے' کیکڑے نکالنے اور چپاک کے آنے پر انہیں اڑانے .... ان سب بے شمار کاموں کا کیا بنے گا؟

لہوما کا حوصلہ ساتھ چھوڑنے لگا۔ اگر اس لعنتی سانپ نے اپنا زہر جیہا کے جسم میں اتار دیا تو وہ اسے ہمیشہ کیلئے کھو دے گا۔ اس کا دایاں ہاتھ نہیں رہے گا۔

''ہلنا نہیں!'' اس نے ایک بار پھر کہا۔

لیکن جیہا اپنے ہوش کھونے لگی تھی۔ اس کے جسم نے ہلکورا لیا۔ پھر اس کے سر کو جھٹکا لگا اور چہرے کی پیلاہٹ بڑھ گئی۔

''ٹانگیں نہیں ہلاؤ۔ ساکن رہو۔''

مگر لگتا تھا جیہا کا جسم بے سکت ہوگیا ہے۔ اسے ہر چیز بھول گئی۔ ٹانگیں لرزنے لگیں۔ بس لمحوں کی بات ہے کہ وہ زمین پر ڈھیر ہو جائیگی۔ پھر کوبرا اچھل کر اپنے نشانے پر آ جھپٹے گا۔

لہوما صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھا۔ کوبرے پر دور سے وار کرنے کی نیت سے اس نے بڑی آہستگی سے پرانگ میان سے نکالا۔ لیکن اتنی ہی آہستگی سے پھر اندر کرلیا۔ پھینکنے میں ذرا سی غلطی ہوئی تو پرانگ چھچھل پڑے گا اور زخمی کوبرا غصے میں پاگل ہو جائے گا لیکن اس کی بیوی زیادہ دیر تک کھڑی نہیں رہ سکتی تھی۔ لمحہ بہ لمحہ اس کے جسم کی لرزش بڑھ رہی تھی۔

''ہلنا نہیں! ہلنا نہیں۔'' لہوما چلایا۔

جملہ ختم کرتے ہی وہ طوفانی جھونکے کی طرح کوبرے پر جھپٹا کوبرا آگے کو لپکا لیکن اس کا وار ہوا پر ہوا۔ لہوما نے اس کی گردن قابو کرلی اور پوری قوت سے اسے بھینچنا شروع کر دیا۔ کوبرے کا باقی جسم اس کی کلائی سے لپٹ گیا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے پرانگ نکالا اور کوبرا کے ٹکڑے کر دیئے۔ اس کا سر زمین پر دبائے رکھا اور دائیں کلائی

MashalBooks.org

سے اتنی ضربیں لگائیں کہ وہ مٹی میں دھنس گیا۔

جب اس کی نظر زمین پر بکھرے کوبرے کے ٹکڑوں پر پڑی تو وہ رک گیا۔ وہ ہانپ رہا تھا۔ اس کا سارا جسم پسینہ میں شرابور تھا۔ ماتھے سے بھی پسینے کے قطرے ٹپک رہے تھے۔

اس کے ایک طرف جیہا زمین پر بے ہوش پڑی تھی۔ لہوما نے اس کا سر اٹھا کر گود میں رکھ لیا۔

''جیہا ! جیہا!'' گالوں کو بائیں ہاتھ سے تھپتھپاتے اس نے اپنی بیوی کو ہوش میں لانے کی کوشش کی۔

جیہا بے جان لیٹی رہی۔

''تم نے اس کے گھروندے کو چھیڑا تھا؟''

لیکن جیہا مسلسل بے حس رہی

وہ مسلسل اپنی بیوی کے گال تھپتھپاتا رہا۔

''جسے میں نے مارا'' نر تھا۔ ابھی مادہ باہر نہیں آئی۔ جب تم نے اسے چھیڑا وہ یقیناً انڈے دے رہی تھی۔''

اس پر بھی جیہا کے جسم میں حرکت کے کوئی آثار نہیں تھے۔

وہ اسے اٹھائے نسبتاً ایک صاف جگہ پر لے گیا اور تازہ کٹے تنوں پر لٹا دیا۔

''جیہا ! جیہا''

لہوما کا اضطراب بڑھتا چلا گیا۔ مہلک سانپ کا سامنا ہونے سے پڑنے والے بد اثرات کی وجہ سے اس کی بیوی پر سحر ہوگیا تھا۔ اب کیا کیا جائے؟ اسی اضطرابی کیفیت میں لہوما نے اسے بازوؤں میں بھر کر اٹھایا اور تیز تیز چلتا بیلکور سے باہر جانے والے راستے کو لپکا۔ یہیں رکے رہتے تو مادہ کو برا لازماً حملہ کرنے آتی۔ انڈے دینے کے بعد مادہ قطعی بے رحم ہو جاتی ہے وہ فوراً ان کی ٹانگوں پر جھپٹتی۔ چودہ ریلانگ دھان بونے کی امیدیں وہیں دم توڑ دیتیں۔ گاؤں کنارے پہنچ کر لہوما نے بڑی بے چینی سے گردوپیش نگاہ دوڑائی کہ شاید کسی پر نظر پڑ جائے۔ اس کی نگاہوں نے گاؤں کے کونے کھدرے

چھان مارے۔ اچانک دھان کے کھیتوں سے پرے ایک شخص کا ہیولا نظر آیا جو اس کی نظر چراتا بھینس کھینچتا لئے جا رہا تھا۔

''سانپ! کوبرا! کوبرا۔''

لہوما کی پکار پر اس چھوٹے سے گاؤں میں ہاہا کار مچ گئی۔ کھیت کنارے کے آدمی نے بھینس چھوڑی اور کھیتوں کے بیچوں بیچ کیچڑ اڑاتا بیوی کو اٹھائے کھڑے لہوما کی طرف دوڑا۔ گاؤں کے دوسرے کونے سے ایک اور شخص لاٹھی اٹھائے ڈگمگاتا اس طرف دوڑا۔ بچے اپنے اپنے گھروں سے نکل کر سیدھے ادھر لپکے جہاں لہوما ابھی تک جیہا کو بازوؤں میں اٹھائے کھڑا تھا۔

جیہا کو نزدیک واقع علی کیتوپی کے گھر لے جایا گیا۔ چھوٹے سے گاؤں بنگل دراپ کی پوری آبادی لہوما اور جیہا کو گھیرے میں لئے کھڑی ہوگئی۔ لگتا تھا ان کیلئے تماشے کا انتظام کیا گیا ہے۔ کیا ہوگیا؟ کون سا سانپ؟ کہاں کاٹا؟ خون نکلا! کس کو کاٹا؟ ابھی زندہ ہے؟ سانپ مارا گیا؟

ایسے ہی سوالات سے لہوما کے کان گونج رہے تھے۔ کسی نے اس کی بیوی پر توجہ نہ دی جو ابھی تک بے ہوش تھی۔

''مجھے کچھ لیموں دینا'' اس نے بغیر کسی طرف دیکھے آواز لگائی۔

کسی نے اسے لیموں دیے ایک کا چھلکا اتار کر لہوما نے جیہا کے نتھنوں میں تھوڑا سا رس نچوڑا۔ اس کے جسم میں حرکت ہوئی۔ آہستہ آہستہ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ لہوما نے سکون کا سانس لیا۔ اس نے جیہا کا سر نزدیک بیٹھی علی کیتوپی کی بیوی کی گود میں رکھ دیا۔

''کس طرح کا سانپ تھا؟'' ایک عورت نے پوچھا جو ابھی تک ہانپ رہی تھی

''کوبرا تھا' اپنی مادہ کے ساتھ!''

''دونوں چڑھ دوڑے تھے؟''

''نہیں صرف نر۔''

''مار دیا یا بچ نکلا۔''

لہوما کے ذہن میں اپنے پاگل پن کے لحات گھوم گئے۔ اسے یاد آیا کہ اس وقت وہ

عقل وفہم اور نتائج وعواقب سے کس درجہ عاری ہوگیا تھا۔ بس جھپٹ پڑا۔ کیسے اس کی گردن مروڑی اور جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے۔ لیکن اس نے لوگوں کو اصل بات نہیں بتائی۔ اسے لوگوں کی بے یقینی کا خدشہ تھا۔ یہ تو طے تھا کہ اس پر کوئی یقین نہیں کرے گا۔ سوائے ان لوگوں کے جنہیں کبھی ایسی صورتحال سے واسطہ پڑا ہو۔ جنہوں نے کبھی اپنی بیوی کو حملے پر تلے سانپ کے سامنے کانپتے اور پھر ڈگمگاتے دیکھا ہو۔

''نر میں نے نر کو مار دیا۔''

''اور مادہ؟''

''ابھی نہیں۔'' لہوما نے قدرے تنک مزاجی سے جواب دیا۔

''اس کے انڈوں کو چھیڑا تھا؟'' علی کیتوپی کی بیوی نے پوچھا۔

جیہا نے نفی میں سر ہلا دیا۔ اس کا ذہن خالی ہو رہا تھا۔ صرف اتنا یاد تھا کہ وہ دلدل کنارے اگے پاکو توڑ رہی تھی کہ اس نے ڈیپا کی پھنکار سن کر سر اٹھایا اور کچھ فاصلے پر اسے پھن اٹھائے لہراتے دیکھا۔ اسے وہ لمحہ بھی یاد تھا جب اس کا خاوند اسے پتھر کی طرح بے حس وحرکت کھڑی ایک طرف چھوڑ کر اچانک سانپ پر جا جھپٹا تھا۔ اسے بس اتنا ہی یاد تھا۔ اس کے بعد کیا ہوا' سب صاف تھا۔

''ضرور تم نے ان کے گھونسلے کو چھیڑا ہوگا۔ کیوں؟''

جیہا نے ایک بار پھر سر ہلایا۔

''ہمیں مادہ کو تلاش کرنا ہوگا' اسے مارنا ضروری ہے۔ اس کے بغیر وہ جگہ بوائی کے لیے محفوظ نہیں۔ انڈوں سے بچے نکلنے تک مادہ وہیں رہے گی۔ اس ناگن کو تلاش کرنا ضروری ہے۔'' علی کیتوپی نے اپنی بات جاری رکھی۔

علی کیتوپی کا گھر مچھلی منڈی بنا ہوا تھا۔ ایک ہجوم اکٹھا ہوگیا تھا جیسے سانپ کا مارنا ایسا ہی یادگار واقعہ ہے جیسے کسی انسان کا قتل۔ لہوما کو بھی کچھ زیادہ حیرت نہیں تھی۔ ان کے گاؤں میں زمانوں سے جھاڑ جھنکاڑ اور گھاس پھونس کے باسی سانپوں کی وجہ سے ایسے ہوتے رہے تھے۔ درجنوں کے درجن لوگوں کو زہریلے سانپ کاٹ چکے تھے۔ کچھ کے جسم پر ابھی زخموں کے نشان باقی تھے۔ زہر جن کے دلوں تک پہنچ گیا' مر چکے تھے۔

''ہم نے بوائی کے لئے ابھی زمین کی صفائی شروع ہی کی ہے۔ اس بدشگونی کو بھی اسی وقت ہونا تھا۔''

لہوما دیکھ نہیں پایا کہ یہ تبصرہ کس نے کیا۔ آواز سے پکا اندازہ نہ ہو سکا کہ وہ کون ہے لیکن فقرے نے اسے قدرے مضطرب کر دیا۔ کام کے پہلے ہی دن انہیں بدقسمتی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ اس سال کیلئے کچھ اچھا شگون نہیں تھا۔ پریشانی اس کے ذہن پر مسلط ہوگئی تھی۔

یہ بدقسمتی کا پہلا ہلہ تھا۔ اگرچہ بچت ہوگئی تھی لیکن لہوما کو لگتا تھا کہ اس کی بیوی کو گھیرے نحس اثرات سال بھر منڈلاتے رہیں گے۔ پیلے چٹاک والا پھن پھیلائے ہوا میں لرزاں جنگلی ادرک کے پودے کی طرح جھومتے جھولتے سانپ کی یاد ذہن سے کھرچ ڈالنا آسان نہیں تھا۔ ''یہ سال نحس تو نہیں؟'' لہوما گہری سوچ میں تھا۔ اسے خشک سالی کا خیال آیا جو وہاں کے کھیتوں کو خشک کر سکتی تھی۔ زمین خشک اور ویران ہو جائے گی۔ آسمان سے برستے پانی کا خیال آیا جو سیلاب میں بدل جاتا ہے۔ جنگل دراپ کے دھان کے کھیت اس سیلاب میں ڈوب جاتے تھے۔ اس طرح ڈوبے پانی کے پودوں پر کبھی چاول کی بالیاں نہیں نکلتیں۔ اس کے تصور میں ہزاروں سفید کیکڑے اور فصل پر ان کے متواتر بے رحمانہ حملے آئے۔ یہ پودوں کی جڑیں کتر ڈالتے اور وہ پانی پر تیرنے لگتے۔ ہزاروں کی تعداد میں پکتی فصلوں پر اترتے چیاکوں کا خیال آیا جو بالیوں سے دانے نکال کر انہیں خالی چھوڑ جاتے۔ سیاہ اور سفید رنگ وہ پرندے کیسے اس کی فصلوں پر چھاؤں کر دیں گے اور کیسے اس کی بچیاں خالی کنستر بجاتی انہیں اڑانے کو بھاگتی پھریں گی۔ جنگلی چوہوں کا خیال آیا جو کٹی پڑی فصل سے بالیاں کتر کر لے جاتا۔ ان میں سے کچھ تو MOUSE DEER کے جسامت کے ہوتے ہیں جو دَل کے دَل نکلتے۔ چھڑائی کے بعد وہاں کوٹھیار تک پہنچانے سے پہلے ہی تیار فصل کا خاصا نقصان ان کے ہاتھوں ہو جاتا۔ پھر جنگلی سؤروں کا خیال آیا جو پودے نکلتے نکلتے ہی جنگلوں سے نکلتے اور منڈیروں اور پودوں کو روندنا شروع کر دیتے۔ تمہیں بوائی کیلئے کوئی اور جگہ دیکھ لینا چاہئے''

ابھی تک اس کی بیوی کے گرد ہجوم کئے لوگوں میں سے کسی کا مشورہ لہوما کے کانوں

میں پڑا۔ اب بھی اسے پتا نہ چلا کہ یہ بات کہنے والا کون ہے۔

لہوما نے سر اٹھایا۔ اس کے دل میں درد کی تپش تھی۔ وہ ٹکڑا آبائی زمین کا حصہ تھا۔ ایک چھوڑ ہزار کوبرے بھی حملہ کر دیں وہ کہیں اور نہیں جائے گا۔

''میں وہیں رہوں گا۔'' اس نے جواب دیا۔

''لیکن اس مادہ کے انڈوں سے بچے نکلیں گے۔''

''میں وہیں رہوں گا۔''

لہوما اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اس نے مشورہ دینے والے کی طرف دیکھا۔

''میں وہ جگہ نہیں چھوڑنے لگا۔''

گڑبڑا کر اس نے نظریں دوسری طرف کر لیں۔ اسے لہوما کی گہری سرخ ہوتی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے کا حوصلہ نہ ہوا۔

''اور ہاں علی، تم؟'' اس کے لہجے میں تقاضا تھا۔

سانپ بھگایا جا سکتا ہے۔ ہلاک نہ کر سکے تو بھگا تو دیں گے۔ اسے بھاگتے ہی بنے گی۔ صرف دس لماؤ پروٹ اسے بھگانے کو کافی ہیں۔ علی کینتوپی نے جواب دیا۔

''لانگ کاظم کا کیا کہتے ہو؟''

''اتنی جلدی تو وہ بھی بھاگنے والا نہیں۔'' اور پھر ہم جا بھی کہاں سکتے ہیں اور اور زمین کا ٹکڑا بھی نہیں۔ چاروناچار ہمیں ہمیشہ اسی جگہ بوائی کرنا ہوگی۔'' علی کے اس طرح جم جانے سے طمانیت کی ایک لہر لہوما کے جسم میں دوڑ گئی۔ کم از کم علی اور لانگ کاظم تو اس کے ساتھ ہوں گے۔ تینوں مل کر ناگن کو بھگا سکتے ہیں۔ لہوما اسی قطعہ زمین سے ہٹے گا اور نہ ہی اپنی چودہ ریلانگ اراضی سے دستبردار ہوگا۔ حقیقت یہ تھی کہ وہ کہیں اور جا بھی نہیں سکتا تھا۔ اس کے پاس ایک یہی قطعہ اراضی تھا۔ جس طرح نوآزاد ملک کی طرح اس کے پاس کوئی دوسرا وطن نہیں تھا۔ لہوما اور اس کے متعلقین کے پاس سوائے اس دھرتی کے اور کیا تھا۔ اسے اپنے وطن میں ہی جینا اور مرنا تھا۔ دشمنوں اور مصائب سے تو لڑنا ہی پڑے گا۔ دشمن اور اس کے درمیان صرف ایک چیز متنازعہ تھی۔ زندہ کیسے رہنا ہے! سانپ بوائی کے کام میں حائل ہوتا ہے تو ہلاک کر دیا جائے گا۔ خشک سالی اور

طوفانوں کا معاملہ اللہ قادر مطلق پر چھوڑنا ہوگا۔

لیکن بھاگنا' خشک سالی اور سیلاب سے شکست کھا جانا؟ یہ لہوما سے نہیں ہوسکتا تھا۔ اور پھر بھاگ کر جانے کو کون سی جگہ تھی۔ کیکڑے ایک ہزار ہوں یا دو ان سے بہرحال لڑنا ہوگا۔ .... اپنی طاقت سے اور اپنی بیوی اور سات بچیوں کی طاقت سے۔ یہ معاملہ چپاک کا بھی تھا۔ وہ تعاقب کرتا انہیں اڑاتا رہے گا حتیٰ کہ چیختے چیختے اس کا گلا بیٹھ جائے۔ اس کی بچیاں بھی ان دشمنوں کو مار بھگانے میں پیچھے نہیں رہیں گی جو ان کے پیٹ کے دشمن ہو رہے تھے۔

''اٹھ کر بیٹھ سکتی ہو؟'' اپنی بیوی کو علی کیتوپی کی بیوی کے پہلو سے اٹھتے دیکھ کر لہوما نے پوچھا۔

''اگر تمہیں کوبرا کی تلاش کو جانا ہے تو میں جیہا کو گھر چھوڑ آتی ہوں۔'' علی کیتوپی کی بیوی نے کہا۔

''بچیوں سے کسی بات کا ذکر نہ کرنا۔ سنتے ہی رونے لگیں گی۔'' لہوما نے کہا۔

علی کیتوپی کی بیوی جلدی سے اٹھی اور جیہا کے گرد جمع بھیڑ چیرتی سپاہی لانے ایک کمرے میں چلی گئی۔ لہوما اپنی بیوی کے قریب ہوگیا۔ اس نے نرمی سے جیہا کے بال سہلائے۔ چہرہ ابھی تک پیلا تھا۔ لہوما نے اس کے دل پر ہاتھ رکھا۔ دل ابھی تک بری طرح پھڑ پھڑا رہا تھا جیسے وہ حادثہ ابھی اسی لمحہ ہوا ہو۔

''میں ادھر نیچے بیلوکر میں لیماؤ پروٹ پھینکنے جا رہا ہوں۔ وہ لعنتی ناگن یقیناً بھاگ نکلے گی۔''

''کل زمین صاف کرنے میں ہاتھ بٹاؤں گی۔ سانپ کی نحوست اتر گئی ہے۔'' اس نے کہا۔

''کچھ عرصہ یہ کام مجھے خود کرنے دو۔'' لہوما نے احتجاج کیا۔

''لیکن کل تک میں کام کیلئے بالکل ٹھیک ہو جاؤں گی۔''

''تم ابھی کمزور ہو۔ ذرا آہستہ دیکھو! چہرہ مردے کا سا پیلا ہو رہا ہے۔''

''اکیلے کام کرو گے تو وقت پر ختم کیسے ہوگا؟''

''ابھی تم میں اتنی سکت نہیں۔''

جیہا نے خود کو بے بس محسوس کیا۔ اس نے اپنے خاوند کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں اور جلد کے اندر سے ابھری رگوں میں سے ایک ایک کو بغور دیکھا۔ اسے لگا کہ یہ اس کے خاوند کی قوت حیات ہے جو ان سارے سالوں میں انہیں زندہ رکھے ہوئے ہے۔ خوش قسمتی سے سانپ کی نحوست اس کے خاوند کے بجائے اس پر پڑی ہے۔ اگر سانپ اس کے مرد کو ڈس جاتا تو زمین کون صاف کرتا' ہل کون چلاتا۔ اتنی قوت اور مہارت سے تاجک چلانا کس کے بس میں تھا؟ منڈیریں کون باندھتا۔

اگر وہ زہریلا سانپ اس کے مرد کو کاٹ لیتا تو کیا ہوتا؟ اس خیال سے ہی جیہا دہشت زدہ ہوگئی۔ لہوما کے بیمار پڑنے سے سارا کنبہ مصیبت میں پڑ جاتا۔

لہوما کے مرنے سے سارا خاندان ملیا میٹ ہو جاتا لیکن اس پر بھی جیہا کے ایمان پر کوئی آنچ نہ آئی۔ خطرہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ لہوما کی زندگی اور موت بھی اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ خدا ہی لہوما کو بچا سکتا تھا۔ وہ خطروں کو لہوما سے دور رکھ سکتا ہے۔

جیہا نے مزید احتجاج نہیں کیا۔ صحیح تھا کہ وہ ابھی تک طاقت نہیں پکڑ سکی تھی۔ علی کیتوپی کی بیوی کندھے پر ایک سپائی لیئے آ گئی۔ وہاں کے کھیتوں کے ساتھ ساتھ منڈیروں پر سے جیہا کو گھر لے جایا گیا۔ لہوما اور علی کے صحن میں ابھی تک منڈلاتے کچھ لوگ اسے گھر جاتا دیکھتے رہے۔ ہر چہرے پر ہمدردی تھی۔ اگر سانپ جیہا کی ٹانگ پر ڈس گیا ہوتا تو یقیناً ان کے گاؤں پر موت کا سایہ پڑ جاتا۔ ان کا دن سفید چادریں پھاڑنے' تابوت بنانے اور قبر کھودنے میں گزر جاتا۔

ویسا کوبرا بہت مہلک ہوتا ہے اور خصوصاً جب اس کی مادہ ساتھ ہو۔ اس کا غیظ و غضب اپنے عروج پر ہوتا ہے۔ بیوی کے بغیر ایک مرد سات بچوں کی پرورش کیسے کر سکتا ہے۔

آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی جیہا اپنے گھر کو جا رہی تھی جو ذرا فاصلے پر تھا۔ علی کیتوپی کے صحن میں پانچ چھ مرد کھڑے تھے۔ ان کے پاس لیماؤ پروٹ تھے۔ پہلے کہیں انہیں گھر کے پچھواڑے لٹکایا گیا تھا۔ دو مردوں نے کوئی دو دیپا لمبے بانس کے ڈنڈے پکڑے

ہوئے تھے۔

''تیار؟'' علی نے اپنے گھر کے اندر سے آواز دے کر پوچھا۔ اس نے چھلے بلان کی ایک چھڑی پکڑی ہوئی تھی۔

''سب لہوما کے پیچھے پیچھے چلو۔ لیماؤ پروٹ سے ہر طرح کا سانپ بھاگتا ہے۔ حتیٰ کہ سیلر کوبرا اور کالا بھی اس سے بچنے کی کرتا ہے۔''

''آؤ!'' پسینہ پونچھنے میں کام آنے والی سیپائی سر کے گرد باندھتے لہوما نے آواز لگائی۔

وہ کل آٹھ تھے۔ گاؤں سے باہر جاتے رستے پر وہ آگے پیچھے قطار میں چلتے بیلکور کو روانہ ہوئے۔ دوسرے دیہاتی بے خبر نہیں تھے۔ کیمپانگ بنگل دراپ میں اس طرح کے جلوس معمول کی بات تھی۔ بعض اوقات تو گاؤں سے بھاگ نکلنے والی مرغی تک کی تلاش میں ایسے جلوس بیلکور چھاننے کو روانہ ہوجاتے۔ لہوما نے اس جگہ کی نشاندہی کی جہاں اس کی بیوی کا سامنا سانپ سے ہوا تھا۔ اونچے سروں میں آوازیں نکالتے مردوں نے لیماؤ پروٹ پورے زور سے بیلکور میں دلدل کنارے پھینکے۔ خود لہوما نے زیرلب کچھ پڑھتے دو تین لیماؤ اس طرف اچھالے۔ انہوں نے آواز میں آواز ملائی اور چلانے اور طرح طرح کی آوازیں بلند کرنے لگے۔ پہاڑیوں پر سے خوفزدہ بندروں کی آوازیں آئیں جو اس خوف سے سرکتے اوپر چڑھنے لگے تھے کہ انسان انہیں تباہ کرنے آرہا ہے۔

لیماؤ پروٹ پھینکنے کے بعد لہوما اور اس کے ساتھی یہ امید لیے گھروں کو لوٹ آئے کہ کوبرا خوفزدہ ہوکر کسی طرف نکل جائے گا۔

ٹھیک ایک ہفتے کے اندر لہوما نے اپنے رقبے کا بیلکور صاف کرلیا۔ اگرچہ جیہا پورا ہفتہ اس کے ساتھ نہیں تھی لیکن لہوما کو تنہائی محسوس نہیں ہوئی۔

علی کینتوپی اور لانگ کاظم بھی اس کے ساتھ بوائی کے لئے زمین تیار کرنے میں محنت کر رہے تھے۔

دوسرے ہفتے جیہا لہوما کے ساتھ آئی لیکن سانپ کی دہشت ابھی دور نہیں ہوئی تھی۔ وہ بوائی کے قطعات سے فاصلے پر جانے کی ہمت نہ کرسکی۔ بس وہیں اکڑوں بیٹھی

اپنے خاوند کو زمین پلٹتے اور ہموار کرتے دیکھتی رہی

بوائی کے لئے زمین کا قطعہ تیار کرنے میں انہیں تین ہفتے لگ گئے۔ جیہا تیسرے ہفتے نہیں آئی لیکن ثنا اور ملہا لمبوترے موٹھ اور بربون دھان کے کچھ بیج اٹھائے لہوما کے ساتھ تھیں۔ انہوں نے منڈیروں کے درمیان بوائی کے لئے تیار زمین پر بیج بویا۔

کہیں چوتھے ہفتے بوائی کا کام مکمل ہو سکا۔ کام لہوما اور اس کے دوستوں کے اندازے کے عین مطابق ختم ہوا تھا کیونکہ طے یہ ہوا تھا کہ بنگل دراپ کے سب لوگ پانچویں ہفتے زمین پلٹنے کے بعد نیچے دھان کے کھیتوں میں کام شروع کر دیں گے۔

MashalBooks.org

باب 4

بیلوکر میں واقع قطعہ اراضی کے نزدیک دلدل کنارے کوبرا سے متصادم ہونے کے نحس اثرات نے تادیر جیہا کی زندگی اجیرن کئے رکھی۔ وہ گھر میں ہوتی یا باہر اس کے ڈگمگاتے قدم اور لڑکھڑاتی چال پیلے دھبے والے اس کوبرا پر نظر پڑنے سے طاری ہونے والی دہشت کی چغلی کھاتے۔ اسے تین بار بیلوکار میں لے جایا گیا ہر بار سکڑی سمٹی جیہا بلائی پر لدی واپس گھر لائی گئی۔ ہر گول چیز کو سانپ سمجھ کر سہم جاتی۔ چار بار ایسا ہوا کہ دروازے پیچھے گرے پڑے چیتھڑوں کو سانپ سمجھ کر ڈر گئی۔ چاروں بار اس پر دہشت کا دورہ پڑا۔ دو بار ایسا ہوا کہ ایندھن کے لئے چولہے کے نزدیک رکھے سیمنگنگ بانسوں کو سانپ سمجھ بیٹھی۔ جب اسے نیچے کنویں تک جانا پڑا تو ثنا اسے لے کر گئی۔ جب کبھی اسے گھر سے باہر قدم نکالنا پڑتا۔ ملہا ساتھ ہوتی۔ ذرا سے تاریک سایے اور گول چیز پر قدم پڑتے ہی اس کے بال کھڑے ہو جاتے۔ بعض اوقات وہ سوتے میں چلا اٹھتی۔

"کوبرا! کوبرا! کوبرا!"

جیہا کے یوں چیخنے پر لہوما فوراً اٹھ کھڑا ہوتا' بچیاں دنگ رہ جاتیں اور چھوٹی والی تو اکثر رونے لگتی۔ پھر سب جیہا کو جگاتے اس کے سینے پر مرہم ملتے۔ کوبرا کہیں نظر نہ آتا۔ انہوں نے جیہا کو بھی قائل کرنے کی کوشش کی وہ قائل ہونے پر تیار نہ تھی' اسے خوفناک ڈراؤنے خواب آتے رہتے۔ لہوما دل گیر ہو گیا۔ جیہا کیا علیل ہوئی اس کا پاک لینگ' لیبائی دولہ' جو سو بھی پرسوں ہی جائیں گے۔"

"پرسوں" جیہا نے اچانک دہرایا۔

MashalBooks.org

''ہاں'' لہوما نے جواب دیا۔

''پرسوں چلنا ہے تو میں بھی جا سکتی ہوں۔'' اب میں قدرے سنبھل چلی ہوں۔''

جیہا نے کہااور اٹھ کر قدرے اکھڑے قدموں سے چلتی کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی۔ اس کی نگاہیں باہر اندھیرے میں پھرنے لگیں۔ بنگل دراپ کے باسیوں کے گھروں پر جن میں سے کسی کے پاس کوئی قابل ذکر اثاثہ نہیں تھا۔ نگاہیں اور آگے سربلند پہاڑیوں اورجنگل پر پڑیں جو بنگل دراپ کے گرد تمام قدرتی آفات کے خلاف باڑ بنی نظر آتی تھیں۔ دھان کے کھیت اسے اپنی ایڑیوں کی پھٹی مردہ بے حس کھال پر پڑی دراڑوں کے سے لگ رہے تھے۔

''ہم کس پلاٹ سے شروع کریں گے؟'' جیہا نے پوچھا۔ اس کے چہرے کے نیچے پیلی سی گردن آگے کو نکلی ہوئی تھی۔ پہاڑی کے پاس والا حصہ پچھلے کچھ سالوں سے قدرے نیچا ہے اور پھر وہاں خطرناک درختوں کے کئی ٹھنٹھ بھی ہیں۔ تا جک کی مدد سے انہیں بآسانی چھلکا چھلکا کاٹ کر ختم کیا جا سکتا ہے۔

ان کے نوکیلے کناروں پر پاؤں بھی اچھی طرح جم کر ٹکے گا۔''

لہوما اٹھا اور بیوی کے پاس کھڑکی میں جا کھڑا ہوا۔ دونوں باہر دھان کے کھیتوں کو دیکھ رہے تھے۔

پہاڑ کے نزدیکی اس قطعے میں میزونگ سب سے گھنی ہے۔ کام وہیں سے شروع کریں گے۔''

اگر پرسوں جانا ہے تو میں بھی چل سکتی ہوں۔''

''......''

''میں اب اچھی بھلی ہوں۔ کام کر سکتی ہوں۔''

''............''

''لیکن ....''

''ثنا اور ملہا کو گھر پر رہنے دو۔ چھوٹیوں کی دیکھ بھال کرنے کو۔''

''لہوما کو چپ لگ گئی۔ اس کے دل میں ایک بات تو پکی تھی' اس کی بیوی جیہا

نیچے کھیتوں تک نہیں جا سکتی۔ کوبرا کا سامنا ہونے کے بعد سے اسکے حواس ابھی تک ٹھکانے نہیں آئے تھے۔''

''کچھ دیر مجھے اکیلے ہی اوپر جانے دو۔ ابھی تم میں اتنی سکت نہیں۔''

''نہیں ! میں اچھی خاصی ہوں۔''

لہوما نے اپنی بیوی کا چہرہ دیکھا۔ ابھی تک پیلا تھا اور پھر وہ بالکل دبلی ہو رہی تھی تو جیسے دایاں بازو ٹوٹ گیا۔ دو دن بعد اسے نیچے کھیتوں کو جانا ہوگا تا کہ فصل میں سے بے تحاشا اگی میزونگ اور خار پشتی گھاس کھود نکالے۔ گاہے گاہے تازہ کاشت کئے گئے قطعہ پر بھی جانا پڑتا ہے۔ بیج ڈالنے کے بعد ان کی نگہداشت ضروری ہوتی ہے جو پھوٹ نہیں پاتے انہیں دیکھنا ہوتا ہے۔ یہ نگرانی کا سب سے ضروری حصہ تھا۔ بعض اوقات یوں بھی ہوتا کہ بیج ابھی چھوٹا ہی ہے اور کونپل بمشکل نکلی ہے کہ اسے کوئی جانور پڑ گیا۔ جنگلی چوہے عام چوہوں جیسے نہیں تھے۔ بعض تو بلی کے بچوں جتنے بڑے ہوتے۔ کبھی کبھار تو بلیاں بھی انہیں دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتیں۔

ان چوہوں سے نمٹنے کو کھیتوں پر اپنی بلی چھوڑ آنے کا خیال لہوما کو بھی آیا تھا ایسا بھی ہوتا تھا کہ زہریلے بچھوؤں اور سانپوں کے کاٹنے سے بلیاں مر جاتیں۔ لہوما کا ہاتھ بٹانے والا کوئی نہ تھا۔ جیہا ابد سے اس کی بیوی چلی آ رہی تھی۔ اب تو اسے خیال بھی نہ آتا کہ وہ اس کی بیوی ہے۔ وہ اس کی اپنی ذات کا ایک حصہ تھی۔ نیچے دھان کے کھیتوں کو جاتے جیہا اس کے ساتھ نہ ہوتی تو وہ خود کو لولا لنگڑا محسوس کرتا۔ خون آشام بڑی بڑی جونکوں سے بھرے پانی میں جیہا اس کے ساتھ نہ ہوتی تو وہ حوصلہ ہار بیٹھتا۔ انہوں نے کئی سال چودہ ریلانگ اراضی پر مل کر مشقت کی تھی۔ ہل چلانے' بیج بونے' جڑی بوٹی کی صفائی' پنیری لگانے' فصل کاٹنے اور جھاڑنے سے لے کر اناج کو لگار میں سنبھالنے تک جیہا نے ہمیشہ اس کے شانہ بہ شانہ کام کیا تھا۔ اگر سانپ کی نحوست طول پکڑ گئی اور جیہا یونہی گھلتی مرگئی تو زندگی کا کیا بنے گا۔؟

جیہا پہلے ہی بہت دبلی ہوگئی تھی۔ آنکھوں تلے رخساروں کی ہڈیاں واضح نظر آنے لگی تھیں۔ آنکھوں کی سفیدی' پیلاہٹ مائل ہو چلی تھی اور ان میں خون کی آڑی ترچھی

MashalBooks.org

رگوں کا جال نمایاں ہوگیا تھا۔ لہوما کو اپنی دو بڑی بچیوں ثنا اور ملہا کا خیال آتا تھا۔ اگر کوبرا کی نحوست اس کی بیوی کو یونہی گھلاتی رہی تو ثنا اور ملہا کو کھیتوں میں ساتھ کام پر لگانا پڑے گا۔ وہ اکیلا چار ریلانگ دھان سے میزرونگ اور خار پشت بوٹی صاف نہیں کر سکتا تھا۔ ثنا تو کھرپا بھی چلاسکتی تھی۔ اتنی اچھی طرح کہ گوڈی کے سلسلے میں اس پر اعتبار کیا جا سکتا تھا اور ثنا بخوشی کام پر تیار بھی ہو جائے گی اور جہاں تک ملہا کا تعلق ہے تو وہ تاجک چلاسکتی ہے اور اگر پھر بھی کام وقت پر ختم ہوتا نظر نہ آیا تو زینب اور سیمک کو بھی کام پر لگایا جا سکتا ہے۔ دونوں بچیاں کھیتوں میں اور منڈیروں کی میزونگ تو چن ہی لیں گی اور نسبتاً خشک اور کم مٹی والی زمین کی گوڈی بھی کر لیں گی۔ اگر وہ یہ سب نہیں کرتا تو دوسرے انہیں پیچھے چھوڑ جائیں گے اور لہوما کسی سے پیچھے رہنا پسند نہیں کرتا تھا اور دوسرے دو یا تین ماہ میں کام مکمل کرنے ہیں تو اسے بھی لازماً یہ کام دو تین ماہ کے اندر ختم کرنا ہوگا۔ بصورت دیگر ایک ہزار ایک برے نتائج وعواقب ہو سکتے ہیں۔ اس کی دھان کی فصل دوسروں کے بعد تیار ہوگی۔ دوسروں کے دھان کٹائی کو تیار ہوں گے اور اس کے ابھی ہرے ہوں گے اور جب تک اس کی فصل تیار ہوگی دوسرے اپنا دھان جھاڑ کر کوٹھیار میں سنبھال چکے ہوں گے۔ اس کے کھیت چپاک کا نشانہ بننے کو پیچھے رہ جائیں گے۔ لہوما عزم کئے ہوئے تھا کہ یہ سب نہیں ہو پائے گا۔

''ثنا! ملہا! ثنا! ملہا! اس نے آواز دی۔ اس کی نوخیز بیٹیاں فوراً آموجود ہوئیں۔

لہوما نے انہیں چلتے میں دیکھا۔ اس کی دونوں بیٹیاں اب بچیاں نہیں رہی تھیں۔ ان کے پرائے ہونے میں کچھ زیادہ وقت نہیں۔ بالغ ہونے کے بعد لڑکی کا زیادہ عرصہ گھر بٹھائے رکھنا مناسب نہیں۔ اپنے والدین کا شاید وہ آخری بار ہاتھ بٹائیں گی۔ وہ اپنی بیٹیوں کو ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ کٹھل کی لکڑی سے بنے کھرپے کے دستے سے ان کی نازک ہتھیلیاں کھردری ہو جائیں گی۔ ساتوک کی لکڑی سے بنے تاجک کے دستے کی مسلسل رگڑ سے کھال ادھڑ جائے گی۔ بانس کی کھپچیوں سے زیادہ تیز میزونگ کے ڈنٹھلوں سے ایڑیوں پر جا بجا چر کے لگیں گے۔ بڑی بڑی جونکیں پنڈلیوں سے چمٹ کر خون چوسیں گی تو نشان پڑ جائیں گے۔ دھوپ اور وہاں کے کھیتوں کی کیچڑ سے اٹھتی گرمی

سے چہرے اور ہاتھوں کی کھال جا بجا چیخ جائے گی۔

''کل ہمیں تا جک لئے نیچے دھان کے کھیتوں پر چلنا ہے۔''

ثنا اور ملہا کو حکم سمجھنے میں دیر نہ لگی۔ وہ مسکرا دیں۔ انہوں نے ایک دوسرے سے نگاہوں کا تبادلہ کیا۔ وہ ایک دوسرے پر ایسی مسکراتی نگاہیں ڈال رہی تھیں جیسے شہری لڑکیاں ہوں جنہیں ان کے باپ نے سینما دکھا لانے کی بات کی ہو۔ پھر وہ مڑیں اور تیزی سے' خوشی خوشی' باورچی خانے میں گھس گئیں۔ لہوما کو ان کی باہم سرگوشیاں کرنے اور ایک دوسرے کی کمر پر دھولیں مارنے کی آوازیں سنائی دیں۔ لگتا تھا کھیت میں چھپ چھپاتے پھرنے اور جونکوں سے دھینگامشتی کا خواب مدت سے ان کے سینوں میں پل رہا ہو۔ لہوما نے اپنی بیٹیوں کی پرمسرت کود پھاند کو دکھتے دل سے دیکھا۔ وہ حقیقت حال سے اچھی طرح واقف تھا۔ کیچڑ' جونکیں' دھوپ اور بارش ہمیشہ اس کی' اس کی بچیوں کی اور آنے والی نسلوں کی زندگیوں کا حصہ رہے گی۔ لہوما نے اسی کیچڑ میں ہوش سنبھالا تھا۔ یہی حال جیہا کا بھی تھا۔ دونوں اسی کیچڑ سے بنے تھے۔ یہی حال ثنا' ملہا' زینب' سیمک' لیہا' لیلبار اور کیہا کا بھی تھا۔ جلد یا بدیر ثنا اور ملہا کو انہیں کھیتوں میں جان مارنا ہے۔ بیاہ کر دوسرے گھروں میں جائیں گی تو جونکوں کے ساتھ لڑتی اسی کیچڑ کو روندتی پھریں گی۔ اس سے چھٹکارا انہیں وہ سدا گھر بیٹھے' چاول پکانے اور چاردیواری سے ٹیک لگا کر تسلی سے جوئیں نہیں نکال پائیں گی۔ باپ دادا سے لے کر لہوما تک زندگی یہی کیچڑ' جونکیں اور دھوپ اور بارش تھی۔ انہیں بقا کا بس یہی ایک طریقہ آتا تھا۔

وہ اس کمرے میں گیا جہاں اس کی بیوی لیٹی تھی۔

''میں پرسوں دھان کے کھیتوں کی صفائی شروع کر دوں گا۔'' اس نے لیٹی ہوئی بیوی کے پاس چٹائی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''جیہا جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔''

''بوائی کا کام پورا ہوگیا۔ بیج سارے کا سارا تمہاری مرضی کا ڈالا ہے۔ مانجی' تھائی اور سارندتی تینوں تھوڑے تھوڑے بوئے ہیں۔ کوئی دو کپول' رقبے پر پلوٹ بھی لگایا ہے۔ پکانے اور دم دینے کو اتنا کافی ہے۔

جیہا خاموش رہی۔ اس نے بس کئی بار سر ہلایا چہرہ پیلا اور سیاہ گھنے بال الجھے اور کھلے ہوئے تھے۔

''میں پرسوں سے نیچے کھیتوں میں جانا شروع کروں گا۔ سب اکٹھے جانے پر مان گئے ہیں۔ توک، پنگھولو بھی اور علی کیتوپی، لانگ کاظم بھی۔

''پرسوں'' جیہا نے اچانک دہرا کر پوچھا۔

''ہاں'' لہوما نے جواب دیا

''پرسوں جانا ہے تو پھر میں بھی جا سکتی ہوں۔ میں اب کافی بہتر ہوں۔'' جیہا نے اٹھ کر لڑکھڑاتے قدموں سے کھلی کھڑکی کی طرف جاتے ہوئے کہا۔ وہ اندھیرے میں جھانک رہی تھی۔ اس کی نظریں بنگل دراپ کے باسیوں کے گھروں پر جمی تھیں، ان گھروں پر جن میں کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھی۔ اس کی نگاہیں دور پرے بلند پہاڑیوں اور ان پر اگے جنگلوں پر جم گئیں جو لگتا تھا بنگل دراپ کی حفاظت کو باڑ بنائے کھڑی تمام قدرتی آفات سے اس کی حفاظت کر رہی ہیں۔ اس کی بھٹکتی نگاہیں دھان کے کھیتوں پر پڑیں جو اس کی سخت ایڑیوں میں پڑی دراڑوں کے سے نظر آ رہے تھے۔''

''ہم کس کھیت سے شروع کریں گے؟'' جیہا نے پوچھا۔ آگے کو جھکی اس کی گردن بھی آنکھوں کی طرح پیلاہٹ مائل ہو رہی تھی۔ ''پہاڑی کے ساتھ والا کھیت پچھلے کچھ سالوں سے نیچا رہتا رہا ہے۔ یوں بھی اس میں کٹے درختوں کے کئی خطرناک ٹھنٹھ ہیں۔ ان کی چیڑیں تاجک سے بآسانی اتاری جا سکتی ہیں اور پھر نوکیلے کناروں پر پاؤں بھی ٹک سکتا ہے۔

لہوما بھی اٹھ کر اپنی بیوی کے پاس جا کھڑا ہوا۔ دونوں کی نظریں دھان کے کھیتوں پر لگی تھیں۔

''سب سے گھنی میزونگ پہاڑی کے نزدیک والے اس حصے میں ہے، وہیں سے شروع کرتے ہیں۔''

''پرسوں سے شروع کرنا ہے تو میں بھی جا سکتی ہوں۔''

''.........''

MashalBooks.org

''اب میں اتنا کام تو کر سکتی ہوں۔''

''............''

چھوٹیوں کی دیکھ بھال کیلئے ملہا اور ثنا کو گھر پر رہنے دو۔''

لہوما کو چپ لگ گئی۔ اس نے دل ہی دل میں تہیہ کر لیا تھا' اس کی بیوی کو نیچے کھیتوں تک نہیں جانا چاہئے۔

کوبرے والے حادثہ کی وجہ سے اس کے اعصاب ابھی تک ٹوٹے ہوئے تھے۔

''کچھ مدت مجھے اکیلے جانے دو۔ تم میں ابھی اتنی سکت نہیں۔''

''لیکن میں بالکل تندرست ہوں۔''

''لہوما نے اپنی بیوی کے چہرے پر نظر ڈالی۔ ابھی تک پیلا تھا۔ کتنی دبلی ہو رہی تھی۔

''کچھ دن مجھے اکیلے ہی جانے دو۔'' لہوما نے اپنی بات دہرائی۔ اس کے لہجے میں نرمی تھی۔

''تم اکیلے کھیت سے جڑی بوٹی بروقت کیسے صاف کر پاؤ گے؟''

''ثنا اور ملہا کو ساتھ لے جاؤں گا۔''

''بچیاں کھیتوں میں تمہارے ساتھ جائیں گی۔''

''میزونگ صاف کرنے میں تو ہاتھ بٹا ہی دیں گی۔''

جیہا نے رسوئی کی طرف دیکھا۔ اس کی دونوں بڑی بیٹیاں کسی چیز پر بڑی بن بن کر باتیں کر رہی تھیں۔ گول مٹول چھوٹی بہنیں انہیں گھیرے بڑے انہماک سے سن رہی تھیں۔ گویا سب کسی لمبے سفر پر روانہ ہونے کو تھے۔

''کچھ اور سنبھل جانے تک ٹھہرو۔ پھر نیچے کھیتوں میں چلی جانا۔''

جیہا کی نگاہیں ....رسوئی پر جمی رہیں۔ کھڑکی میں سے۔ وہ رسوئی میں کھڑی اپنی بچیوں کو دیکھ رہی تھی۔ بوائی اور دھان کے کھیت ان کی قسمت میں لکھے تھے۔ انہیں بہرحال کسی نہ کسی دن وہیں ہونا ہے۔ جیہا نے خاوند کا فیصلہ مان لیا۔ ثنا اور ملہا واقعی کھیتوں میں اس کی جگہ کام کر سکتی ہیں۔ وہ اپنے باپ کے شانہ بہ شانہ پانی میں کھڑی

کام کرسکتی ہیں یا زیادہ نہیں تو کم از کم اگلے تین چار دن تو کر ہی لیں گی۔ ذرا سی اور بہتر ہونے پر وہ خود بغیر ایک لمحہ دیر کئے کھیتوں میں جا دم لے گی۔ جیہا نے نگاہ پھیر کر اپنے خاوند کا چہرہ دیکھا۔ لہوما مسکرا دیا۔ اس کی بیوی کی آنکھوں میں رضامندی کی چمک اٹھی۔

جیہا جان گئی کہ واقعی اس میں ابھی اتنی جان نہیں اور یہ بھی کہ اس کی بچیاں ہاتھ بٹانے لائق بڑی ہوگئی ہیں۔

''ثنا اور ملہا تمہارے ساتھ جاتی ہیں تو چھوٹیوں کو میں سنبھال لوں گی۔ میں چاول بھی پکا لوں گی۔''

لہوما بس مسکرا دیا۔

بہتر ہے کہ پہاڑی کے ساتھ لگتے نشیبی کھیت سے کام شروع کرو۔ ٹھنٹھوں سے پٹا پڑا ہے۔ وہی سخت ترین محنت کرنا ہوگی۔''

لہوما نے سر ہلا کر ہاں میں ہاں ملائی۔

''وہاں میلنجا بوتے ہیں۔ پورا اونچا اٹھے گا۔ دانہ تھائی چاول کا موٹا رہے گا۔ اور اگر کہیں وہ تین ستاروں والی کھاد خرید سکیں تو کوئی بالی دانوں سے خالی نہیں رہے گی۔''

لہوما نے ایک بار پھر رضامندی میں سر ہلایا۔

''چوتھے سے آٹھویں قطعہ تک تھائی دھان بو لیتے ہیں۔ مزے کے ہوتے ہیں اور پھر قیمت کبھی نہیں گرتی۔ تھائی دھان کا بیج کتنا بویا ہے۔''

''پورا ایک چوپاک''

''کافی ہے۔ باقی رقبہ سیراندتی کے لیے رہنے دیتے ہیں۔ اس دوران میں خود کھیتوں میں کام کرنے لگوں گی۔ بس ایک دو دن میں بالکل تندرست ہوجاؤں گی۔ کٹائی اور جھاڑ میں ملہا اور لیہا میرے ساتھ ہوں گی۔ اس کے ڈنٹھل بھی تو کتنے موٹے ہوتے ہیں۔ فصل اٹھنے کے بعد کی دعوت سیراندتی چاول سے کریں گے۔''

لہوما نے ہاں میں سر ہلا دیا۔

جیہا کی نگاہیں دور دھان کے کھیتوں پر جمی تھیں۔ اسے اپنے کھیت بالکل الگ سے

نظر آ رہے تھے۔ ایک قطعہ' دوسرا قطعہ' تیسرا' اس نے تمام کھیت بالکل الگ الگ گنے۔ جلد ہی یہ سبزے سے لہلہانے لگیں گے۔ ہریالی آنے تک وہ بہرحال نیچے کھیتوں میں جانے کے قابل ہو چکی ہوگی۔ کھیت کی دشمن جڑی بوٹی نکال پھینکنے کو وہ کھیتوں میں کام کرنے لگے گی۔

''کیکڑے اس سال پھر چڑھ دوڑے تو؟''

لہوما سنسنا اٹھا۔ کیکڑوں کی بات گویا بھتنوں کی بات چھیڑنے کے مترادف تھی۔ ایسی باتوں سے اس کی بیوی اور پریشان ہوگی۔ کیکڑوں کا ذکر چھیڑنا گویا دہشت زدہ ہونا تھا۔ کیکڑے نئی لگائی پنیری کی جڑیں کتر ڈالیں گے۔ جیہا' ثنا اور ملہا کو ان کی جگہ نئے پودے لگانا ہوں گے۔ کیکڑے ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے۔ جن میں سے بہت سوں کو چن چن کر ہلاک کرنا ہوگا۔ کیکڑے ہزاروں کی تعداد میں ہوں گے۔ اتنے زیادہ کہ انہیں چن کر نکالنا اور مسلنا ممکن نہیں رہے گا۔

''کیکڑے اس سال بھی حملہ آور ہوئے تو فصل تباہ ہو جائے گی۔''

لہوما خاموش رہا۔

''اس سال بھی کیکڑے آ پڑتے ہیں تو کیا ہوگا؟''

لہوما کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

''اس سال کیکڑے نہیں آئیں گے''

لہوما نے جواب دیا حالانکہ اسے خود بھی کچھ خبر نہ تھی۔ کون سی چیز ہے جو کیکڑوں کے حملہ کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ کرتی ہے' وہ نہیں جانتا تھا۔ اس کی خبر صرف خدا کو تھی۔

''خدا اس برس ہمیں پناہ میں رکھے گا۔ کیکڑے نہیں آئیں گے۔'' جیہا نے مزید اپنے اس یقین میں کسی حجت کو دخیل نہ ہونے دیا۔ اسے اپنے خاوند کے الفاظ پر مکمل یقین تھا۔ اسے حتمی یقین تھا کہ اس برس کیکڑے نہیں آئیں گے۔ مقابلہ کرنا ہوگا۔ اگر کھیتوں میں اگے دھان کی بالیاں بھس بن جاتی ہیں تو زندگی بے معنی ہو جائے گی۔

''اس برس کوئی آفت نہیں آئے گی۔ خدا ہمیں اور ہمارے بچوں پر اپنی رحمت کرے گا۔'' لہوما نے اپنی بیوی کو تسلی دی۔

''اگر سب ٹھیک رہا تو اس برس ہمیں کتنے غلّے کی امید کرنا چاہئے۔'' جیہا نے پوچھا۔اب اس کا لہجہ پراعتماد تھا۔

''ایک کوٹھیار تو چھت تک بھر جائے گا۔''

اس جواب پر جیہا مسکرا دی۔ چاول اپنے ساتھ بہت سی چیزیں لائیں گے۔ کیکڑے اور چپاک نہ پڑے تو بچیوں کے نئے کپڑے بن جائیں گے۔عید رمضان پر تو انہیں نئے کپڑے پہننے کو ملیں گے۔کھرپوں میں نئے بلیڈ لگ جائیں گے اور پھر جیہا چاہتی تھی کہ زندگی میں ایک بار سہی سارا کنبہ ٹرین کی سیر کر لے۔ابھی تک تو صرف ٹرین کی باتیں سنی تھیں' بہت لمبی ہوتی ہیں' اژدھے کی سی بل کھاتی لہراتی۔ وہ اس کا خاوند اور بچیاں سب ٹرین پر اڑیں گے۔لیکن ٹرین پر جانا کہاں ہے؟ اس کے ذہن میں سوال آیا۔اس کا کوئی رشتہ دار نہیں تھا لیکن ٹرین پر محض سیر کر لینا بھی کچھ کم نہیں۔اس کی دہاڑ پہاڑی کی چوٹی سے ٹکراتے طوفانی بادل کی کڑک سے کیا کم ہوگی۔

اس کے دوڑنے سے زمین دھمک اٹھتی ہوگی۔گویا گینڈوں کا پورا قبیلہ جنگل میں دوڑ رہا ہو لیکن جیہا کا خواب اسی وقت پورا ہو سکتا تھا جب کیکڑے اور چپاک فصل کو تباہ نہ کر دیں۔

''اس برس اللہ قادر مطلق ہمیں ہر بلا سے محفوظ رکھے گا۔لہوما نے گھر کے سامنے والے کمرے میں جاتے ہوئے کہا۔ اس دیوار میں بنے قدمچوں سے ٹکے کھرپوں اور تاجک کا جائزہ لیا۔ پرسوں کھرپا چلے گا اور تاجک بھی فارغ نہیں پڑا ہوگا۔

''کیکڑے نہیں آئیں گے۔کیکڑے نہیں آئیں گے۔کیکڑے نہیں آئیں گے۔'' الفاظ اس کے ذہن میں گونجتے رہے۔

''اور خشک سالی کا کیا کہتے ہو؟ سیلاب پر کیا کہتے ہو؟ چپاک بھی نہیں آئیں گے؟'' جیہا بغیر سانس لئے بولتی چلی گئی۔

لہوما اپنی بیوی کے سوال پر حیران رہ گیا۔خشک سالی سیلاب' کیکڑے' چپاک اس کی بیوی اتنی بے باک اور نڈر کیسے ہوگئی ہے کہ سب نحوستیں گنوا ڈالیں؟ لہوما تو اونچی آواز میں ان کا نام لیتے ڈرتا تھا۔ایک طرح سے اس کی مناہی تھی۔اسے بدشگونی خیال

کیا جاتا تھا۔ شاید اس برس سب مصائب کو ان پر نازل ہونا ہے۔ تمام آفات کے اکٹھے نازل ہونے کے نتائج وعواقب پر سوچنا بھی لہوما کی برداشت سے باہر تھا۔ ان کے دھان کوٹھیار بھائیں بھائیں کرنے لگیں گے۔ بچوں پر فاقے آئیں گے۔ اگر یہ سب آفات ہجوم کرتی ہیں تو انہیں سال بھر بھیک مانگنا پڑے گی۔ اس کا دھیان دوبارہ اپنی بیوی کے الفاظ پر گیا اور ساتھ ہی وہ اس سے قدرے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

''تمہیں خدا کی ان محبوب مخلوقات کو ناموں سے پکارنا اتنا پسند کیوں ہے۔''

جیہا گڑا بڑا گئی۔ اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا۔ آفات کے نازل ہونے پر بات کرنا تو دور کی بات ہے، ان کا نام تک زبان پر لانا منع تھا۔ خشک سالی، چیاک، سیلاب اور کیکڑوں کو مناسب تعظیم دینا لازم تھا۔ لیکن ان آفات کے واقعی نازل ہو جانے کا تصور کرنا۔ جیہا کے اندر غصہ سر اٹھانے لگا۔ کیکڑوں کے آنے کی صورت میں ان کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ چیاک اترتی ہیں تو ان سے لڑنا ہوگا۔ سیلاب آنے کی صورت میں اس کا سامنا کرنا ہوگا۔ خشک سالی کی صورت میں بھی کسی طرح پیچھے نہیں ہٹنا۔ ان کا مقابلہ کس طرح کرنا ہے، جیہا نے اس پر غور نہیں کیا۔ اسے بس اتنا پتا تھا کہ ان کا مقابلہ کرنا ہے۔ اسے اور اس کی بچیوں کو فاقوں مارنے والے ہر دشمن کا آخری سانس تک مقابلہ کرنا ہوگا۔ ہر قدرتی آفت میں فتح یا موت میں کسی ایک کی نوبت آنے تک مقابلہ۔

اس کا خاوند کمرے سے نکلا تو جیہا بھی کھڑکی سے ہٹ آئی۔

وہ بچیوں کے پاس باورچی خانے میں چلی گئی۔ اس نے ثنا کو غور سے دیکھا پھر اس نے ملہا کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں۔ دونوں نے قریب آ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔

ثنا پرسوں نیچے دھان کے کھیتوں میں جائے گی اور پرسوں ملہا بھی اس کے ساتھ ہوگی۔ جیہا اور بہنیں دعائیں دیتے ہوئے انہیں رخصت کریں گی۔ وہ خدا کے حضور جو قادر مطلق ہے ان کیلئے دعائیں مانگیں گی۔

باب 5

میز ونگ اور خار پشت گھاس کے جنگل نے دھان کے کھیتوں کو ڈھانپ دیا تھا۔ کھیتی کی دشمن گھاس کی وہ بہتات تھی اور اتنی گھنی اگی تھی کہ پانی کو راہ نہ ملے۔ کبھی کبھار کوئی ہیرون اپنے سے چھوٹی مچھلی کے تعاقب میں پانی سے باہر چھلانگ لگاتی اور دوبارہ پانی میں غوطہ زن ہو جاتی۔ ذرا سی دیر میں پانی کی سطح پھر سے ہموار ہو جاتی۔ اس صبح لہوما' ثنا اور ملہا کھیت کنارے ایک مینڈھ پر کھڑے تھے۔ میز ونگ اور خار پشت گھاس غضبناک دشمن کی طرح سینہ تانے ان کے سامنے کھڑی تھی۔ انہوں نے ایک کھرپے کے دستے سے پانی چھل چھلایا' سطح پر لہریے سے بنے لیکن فوراً دم توڑ گئے لیکن اس سے بھی پہلے انہوں نے انگوٹھے جتنی موٹی جونکوں کو قطار باندھے مینڈھ کی طرف لپکتے دیکھ لیا۔ مینڈھ کی بھرائی کرنا پڑے گی تا کہ اسے ہموار کیا جا سکے ورنہ اس کی مرمت نہیں ہو پائے گی۔ ثنا اور ملہا پانی میں اترنے کو تیار تھیں۔ میز ونگ کو ہر ممکن تیزی سے کاٹ گرانا ہوگا۔ لہوما نے ایک پاؤں پانی میں ڈبویا اور پھر دوسرا' خدا کا نام لے کر اس نے تا جک ہوا میں لہرایا اور میز ونگ کی جڑوں کے نزدیک ترین مٹھے پر دے مارا۔ کوئی دس پودوں کے تنے ایک ساتھ گرے۔ وہ آگے بڑھ گیا۔ کچھ اور میز ونگ گری۔ تا جک ہوا میں لہرایا اور خار پشت گھاس کے درمیان پھرتے پانی کی سطح پر گھاس تیرنے لگی۔

''تم دونوں اس کونے میں چلی جاؤ۔'' لہوما نے بچیوں کو ہدایت دی۔''

ثنا اور ملہا چلی گئیں۔ وہ پانی میں اتریں اور آہستہ آہستہ میز ونگ اور گھنی خار پشت گھاس کٹنے لگی۔ بڑی بڑی جونکیں اس طرف کو بڑھیں اور دو ایک ملہا کی ٹانگوں سے

چمٹ گئیں۔ اس نے فوراً کھیت میں سے مینڈھ پر چھلانگ لگا دی۔ کھرچ کر جونکیں جلد سے اتاریں جو مینڈھ پر گرتے ہی بل کھاتی گول ہوگئیں۔ ملہا نے تیز دھار تاجک سے ان کے سخت جسم ٹکڑے کر دیئے۔ گہرے سرخ خون کے چھینٹے مینڈھ پر گرے۔ احتیاط کرنا' جونکیں تمہارے گھٹنوں سے اوپر رانوں تک نہ جانے پائیں۔''

لہوما نے دور سے ہانک لگائی۔

ثنا اپنے باپ کے الفاظ پر مسکرا دی۔ وہ بھی چھلانگ لگا کر مینڈھ پر چڑھ آئی۔ اس نے سارنگ کھینچ کر گھٹنوں تک چڑھا لیا۔ ایک جونک گھٹنوں سے اوپر گوشت میں دھنسی ہوئی تھی۔ اس نے کوشش کی کہ انگلیوں سے اسے اکھاڑ پھینکے لیکن اس کی گرفت پھسل گئی۔ جونک چکنی تھی۔ اس نے تاجک کی تیز دھار سے جونک کھرچ کر اتاری اور ایڑی سے مسل ڈالی۔ جونک ابھی تک بل کھا رہی تھی۔ تاجک سر سے اونچا لے جا کر اس کے سخت جسم پر وار کیا۔ جونک کے دو ٹکڑے ہوگئے۔ ٹکڑوں سے خون پھوٹا جہاں سے جونک چھڑائی تھی' خون وہاں سے بھی رس رہا تھا۔

لہوما کا تاجک مسلسل لہرا رہا تھا۔ ہر بار جب تاجک پانی کی سطح پر پڑتا' چھینٹے اڑتے' ملہا بھی اپنے کام میں جتی ہوئی تھی۔ اس نے دوبارہ جونکوں کی پروانہیں کی یا لگتا تھا جونکیں اس دہقان لڑکی کا خون چوستے تھک گئی ہیں لیکن ثنا ابھی یکسو نہیں ہو پائی تھی۔ ایک لمحے وہ پانی میں ہوتی اور دوسرے ہی لمحے چھلانگ لگا کر مینڈھ پر اپنی ٹانگیں دیکھ رہی ہوتی۔ دوبارہ پانی میں اترتی اور پھر باہر نکل آتی۔

''جونکیں برتن میں جمع کرتی جاؤ۔'' لہوما نے حکم دیا۔

ثنا نے اپنا تاجک مینڈھ پر رکھ لیا۔ اس نے ایک چھڑی سے جونکیں ایک ایک کر کے برتن میں جمع کرنا شروع کر دیں۔ ملہا نے جونکوں پر دھیان دینا چھوڑ دیا تھا۔ ثنا پانی میں اتری اور جونکیں برتن میں ڈالنے لگی۔ برتن ان بڑی بڑی جونکوں سے بھر گیا۔ وہ ایک دوسرے پر کلبلا رہی تھیں۔ ثنا نے گڑھا کھودا اور جونکوں بھرا برتن اس میں انڈیل کر اسے بھر دیا۔ اس نے پھر جونکیں اکٹھا کرنا شروع کر دیں لیکن لگتا تھا پانی میں ایک جونک بھی کم نہ ہوئی تھی۔ اس نے برتن گھما کر پھینکا جو ایک دوسرے قطعے میں جا گرا' اس لعنتی

MashalBooks.org

مخلوق کو چنتے اس کا جی اکتا گیا تھا۔ اس نے دوبارہ تاجک سنبھال لیا۔ بغیر ایک لمحہ سوچے وہ دوبارہ پانی میں اتر گئی۔ اس کا تاجک سر سے بلند ہوتا اور لہراتا گھنی فصل دشمن گھاس کا کوئی مٹھا کٹ کر گر جاتا۔ اس کی ٹانگ سے کچھ جونکیں چمٹیں لیکن اب اس نے بھی اپنی بہن ملہا کی طرح انہیں ایک ہاتھ سے اتار کر پرے پھینکنا شروع کر دیا۔ اس کا تاجک بغیر کسی وقفہ کے لہراتا رہا۔ جونکیں اس کا خون چوستی رہیں اور پھر اس کی گوری ٹانگیں عادی ہوتی گئیں۔

سورج کے سر پر آنے تک ایک چوتھائی کھیت صاف ہو چکا تھا۔ لہوما ستانے کو کچھ دیر مینڈھ پر بیٹھ گیا۔ اس کی دونوں بیٹیاں ابھی تک کھیت میں تھیں۔

''ہے!'' اس نے ہانک لگائی۔

ثنا اور ملہا نے اپنے باپ کی آواز سنی۔ انہوں نے اپنے تاجک کیچڑ میں گاڑے اور چلتی ہوئی اپنے باپ کے پاس پہنچ گئیں۔ ان کی پنڈلیاں گھٹنوں تک کیچڑ میں لت پت تھیں۔

''تھک گئی؟'' لہوما نے نظریں اٹھا کر پوچھا۔ ملہا نے سر ہلا دیا۔

مڑ کر ثنا کی طرف دیکھتے اس نے پوچھا ''تھک گئی؟'' اس نے بھی سر ہلا دیا۔

''کتنی جونکیں اکٹھی کیں؟'' لہوما نے ماتھے پر سے پسینہ پونچھتے سوال کیا۔

''ایک بالٹی بھر''

لہوما ہنس دیا۔ ملہا بھی ہنسی میں شامل ہوگئی۔ جونکوں سے ڈرنا کسان کے نام پر دھبہ ہے۔ یہ سوچ کر ثنا کسمسائی لیکن اب اس کا ڈر دور ہوگیا تھا۔ اس کے ماں باپ اور ملہا کے لئے جونکیں عام سی چیز تھیں۔ ان کے خاندان کی زندگی میں محض ایک ذرہ اور بھی بہت سی، کہیں زیادہ اہم چیزیں تھیں، جن کا سامنا کرنا تھا۔

''جونکیں صرف اس وقت غضبناک ہوتی ہیں جب ہم ڈرتے ہیں۔ ان کے حال پر چھوڑ دیں تو خون چوستے چوستے بیزار ہو جاتی ہیں۔'' لہوما نے اپنی بیٹیوں سے مذاق میں کہا۔ اس پر ثنا مسکرا دی۔ اس نے اپنی بہن کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ مینڈھ پر بیٹھی ملہا ہتھیلیوں سے اپنی پنڈلیوں سے چمٹا کیچڑ اتار رہی تھی۔ ثنا نے تاجک سنبھالا اور کھیت کو

گھاس پھونس سے صاف کرنے دوبارہ کیچڑ میں اتر گئی۔ اکیلے کام کرتے وہ گویا اس وقت کی تلافی کر رہی تھی جو اس نے بالٹی بھر جونکیں اکٹھے کرنے میں ضائع کیا تھا۔

پھر ملہا بھی اس کے ساتھ جا ملی۔ لہوما اٹھ کھڑا ہوا اور کھیت کے گرد مینڈھ پر چلنے لگا۔ وہ ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ گویا کسی چیز کی تلاش میں ہو۔ سورج قدرے نیچے ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی بیٹیوں کو آواز دی۔ تاجک دھان کے کھیتوں میں گڑے چھوڑ کر وہ گھر کو روانہ ہوئے۔ میزونگ اور خار پشت پانی پر تیرتی ڈوبتی ابھرتی پیچھے رہ گئیں۔

سہ پہر کا وقت تھا کہ وہ دوبارہ کھیتوں میں تھے۔ میزونگ اور خار پشت کٹ کٹ کرگرتے پانی پر تیرتے رہے۔ اگلی صبح وہ دوبارہ کھیت میں پہنچے۔ چند دن کے اندر پہاڑی کے ساتھ والا کھیت صاف کیا جا چکا تھا۔ انہوں نے کھیت میں گرا پڑا جھاڑ جھنکاڑ اکٹھا کیا اور مینڈھوں پر لا ڈالا۔ ہوا میں ٹھہری سڑاند کچھ اور بڑھ گئی تھی۔ اب کہیں کھیت میں کھڑا پانی نتھرا ستھرا نظر آنے لگا تھا سمندر کے پانی کا سا صاف۔ شمال سے ہوا کا کوئی جھونکا آ نکلتا تو اس کی سطح پر لہریں رقص کرنے لگتیں۔ لہوما نے اس نئے نئے صاف کئے قطعہ میں پانی کھڑا رہنے دیا۔

پھر انہوں نے دوسرے کھیت کا رخ کیا۔ اس میں گھاس پھونس اتنا گھنا نہیں تھا۔ اتنا گھنا نہیں جتنا پہلے والے کھیت میں تھا؟ ثنا اور ملہا اپنے باپ کے برابر کام کرنے لگی تھیں۔ دن بھر میں فقط چند بار کھیت کی مینڈھ پر بیٹھ کر ستاتیں اور ساتھ ہی تاجک کی دھار بھی تیز کر لیتیں۔ لہوما کو یقین تھا کہ کام اسی طرح ہوتا رہا تو کھیتوں سے جڑی بوٹیوں کی صفائی چند دن میں مکمل ہو جائے گی۔ ان کا کام ٹریکٹر استعمال کرنے والوں کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گا۔ اسے بھی ٹریکٹر استعمال کرنے کا خیال آیا تھا لیکن آٹھ ڈالر فی ریلانگ کا خرچہ اٹھتا تھا اور یہ خرچ بھی پہلے مرحلے کا تھا۔ اس کے بعد کا خرچ اضافی تھا۔ شمال میں واقع کھیتوں کے مالک ٹوک پنگھولو نے ٹریکٹر بکثرت استعمال کیا تھا۔ لہوما کے خیال میں وہ ٹریکٹر کے استعمال میں حق بجانب تھا۔ اس کے پاس دھان کے ساٹھ ریلانگ تھے۔ لانگ کاظم ٹریکٹر استعمال کرتا تو کچھ غیر متوقع نہیں تھا۔ اس کے پاس پچاس ریلانگ کا رقبہ تھا لیکن تا حال لہوما اپنی جگہ مطمئن تھا۔ اس کے پاس تو صرف چودہ

ریلانگ تھے۔ یہاں کھرپے اور تا جک بھی اچھی طرح کام دے سکتے تھے اور پھر ٹریکٹر کے استعمال پر بہت خرچ اٹھتا تھا۔ ''ایک ریلانگ پر آٹھ ڈالر'' لہوما نے سوچا' چودہ ریلانگ پر کتنے؟'' اس نے حساب لگانے کی کوشش کی۔ کل خرچ کے خیال نے ہی اسے خوفزدہ کر دیا۔ وہ اتنی رقم کہاں سے اکٹھی کرتا۔ بہتر ہے کہ اپنے اور بچیوں کے بازوؤں پر بھروسہ کیا جائے اور مطمئن رہے۔

دھوپ میں دو ہفتے کی محنت کے بعد وہ تیسرے قطعے تک پہنچ چکے تھے۔ جیہا بھی گھر سے نکلنے لگی تھی لیکن اس کا چہرہ ابھی تک پیلا تھا۔ ثنا اور ملہا اب بھی باپ کے ساتھ کام کر رہی تھیں۔ ایک بار جیہا بھی ساتھ چلی آئی تھی۔ کھیت میں نہیں اتری۔ بس کنارے کنارے احتیاط سے قدم رکھتی چلتی رہی۔ تیسرے قطعے پر پہنچے تو وہ بس اکڑوں بیٹھی ثنا اور ملہا کو کھیت کے کیچڑ میں چھپ چھپ چلتے کام کرتے دیکھتی رہی۔

ماں کی موجودگی میں ثنا اور ملہا نے اور بھی محنت سے کام کیا۔ گویا انہیں ڈر ہو کہ تا جک اچھی طرح نہ چلانے پر انہیں گھر واپس بھیج دیا جائے گا۔

لہوما ستانے کو بیوی کے پاس آ بیٹھا۔

''اس قطعہ میں ٹھنٹھ کافی زیادہ ہیں کیا؟'' جیہا نے پوچھا

لہوما نے ماتھے پر سے پسینہ پونچھا اور سر ہلایا۔

''تمہارے چوتھے قطعے تک میں بھی ساتھ آ ملوں گی؟''

لہوما نے بس سر ہلا دیا۔

جیہا کھڑی ہوگئی اور کھیتوں میں اگی فصل کا جائزہ لینے لگی۔

''ہے! اپنی ٹانگوں کا دھیان رکھو۔ تا جک احتیاط سے چلاؤ۔'' جیہا اپنی بیٹیوں پر چلائی۔

ثنا نے تا جک ہوا میں لہرایا۔ دھوپ میں تیز دھار چاندی سی چمکی۔ جیہا کی نگاہیں اس چمک پر جم گئیں۔ تا جک نیچے آیا اور میزونگ کے تنے پر گرا۔ تنا کٹ کر پانی کی سطح پر لمبا لیٹ گیا۔

''چوتھے قطعے تک پہنچیں گے تو ہم چاروں کے تا جک ہوا میں لہرائیں گے۔'' جیہا

کی آواز پھر ابھری گویا وہ دنیا بھر کو بتانا چاہتی ہو کہ وہ ٹھیک ہے۔'' اتنی ٹھیک کہ تاجک چلا سکتی ہے۔ اتنی ٹھیک کہ دھان کے کھیت کے گھٹنوں گھٹنوں کیچڑ میں چل سکتی ہے۔ اتنی ٹھیک کہ کھیت میں موجود گھاس پھونس پاؤں تلے روند سکتی ہے۔ بغیر کسی کام کے گھر بیٹھے رہنے سے جیہا خود کو نامکمل خیال کرنے لگی تھی۔ تاجک کے دستے سے خالی ہاتھ زندگی میں کسی کمی کا احساس دلاتا تھا۔ وہ کئی دہائیوں سے کھرپا اور تاجک چلاتی چلی آ رہی تھی۔ جیہا کے نزدیک زندگی کا مطلب کام تھا اور کام کھرپہ اور تاجک سنبھالے دھان کے کھیت میں کھڑے کیچڑ میں کھڑے رہنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا۔

''ہے''! اوپر آ وَ۔'' اس نے ملہا کو پکارا۔

تاجک کندھے پر رکھے ملہا اس کے پاس چلی آئی۔ جیہا نے اس سے تاجک لے لیا۔ ملہا چپ چاپ اپنی ماں کے پاس کھڑی رہی۔ جیہا نے تاجک کے دستے پر گرفت مضبوط کی اور اسے سر سے اوپر لے جا کر پوری قوت سے لہرایا۔ ہوا کو کاٹتے تاجک نے شاں کی آواز دی۔

''اسے تیز کیا ہے؟''

''ہاں''

دو ایک پورے مجھے کاٹنے دو۔

''چوتھے قطعے میں پہنچنے تک انتظار کرو'' مینڈھ پر ابھی تک بیٹھے ستاتے لہوما نے احتجاج کیا۔

''ایک یا دو۔ بس۔''

''تم میں ابھی اتنی جان نہیں آئی۔''

''کون کہتا ہے میں کمزور ہوں۔'' جیہا نے خاوند کو پلٹ کر جواب دیا۔ ابھی خود دیکھ لینا۔

اس نے دوبارہ تاجک لہرایا اور ہوا کے کٹنے کی آواز سنائی دی۔ ملہا کود کر ایک طرف ہٹ گئی۔

''اسے ملہا کو دے دو۔ جو کونا رہ گیا ہے اسے صاف کر لینے دو۔''

خاوند کے لفظ سنے ان سنے کرتی جیھا ایک طرف کو چل پڑی۔ تا جک اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس نے آہستگی سے بایاں پاؤں پانی میں اتارا۔ پاؤں فقط کھال چڑھی ہڈیوں سے بنا رہ گیا تھا۔ پھر دایاں پاؤں میں پانی میں اترا۔ کھیت کنارے مینڈھ پر لہوما' ثنا اور ملہا تینوں کھڑے تا جک اور کیچڑ کے ساتھ جیھا کی اٹکھیلیاں دیکھ رہے تھے جن سے وہ اتنا عرصہ دور رہی تھی۔

تا جک تولتی جیھا اسے اپنے سر تک لے گئی اور پھر پوری قوت سے لہراتی نیچے لائی۔ کئی میزونگ گر گئے۔ وہ اپنے خاوند اور بچیوں کی طرف مڑی جو اب تک اسے دیکھے چلے جا رہے تھے۔ اس نے ایک بار پھر تا جک لہرایا۔ پھر تیسری بار۔ اس کا سانس تیز ہوگیا۔ سٹیائے پانی کے چھینٹے اس کے چہرے اور کپڑوں پر پڑے۔ اچانک اس کا بایاں پاؤں پھسلا' وہ لہرائی' سنبھلنے کی کوشش کی لیکن بالآخر وہیں پانی میں بیٹھ گئی۔ تا جک اس کے ہاتھ سے پھسل کر گرا اور کیچڑ میں دھنس کر کھڑا ہوگیا۔

لہوما اور دونوں لڑکیوں کی ہنسی چھوٹ گئی۔ تینوں کھڑے جیھا کو کھیت سے باہر آتا دیکھتے رہے۔ بڑی آہستگی سے کولہوں کے بل مینڈھ پر بیٹھ گئی۔ ہاتھوں کی ہڈیاں خشک مٹی پر رکھے اور سہارا لے کر پاؤں پر کھڑی ہوگئی لیکن اب جیھا پہلے کی سی نہیں لگ رہی تھی۔ سر سے پاؤں تک کیچڑ میں لپٹی بھینس سی نظر آ رہی تھی جو ابھی کیچڑ میں لوٹ لگا کر اٹھی ہو۔

''اس طرح کی دلیری چوتھے قطعے کی باری آنے سے پہلے نہ دکھانا۔'' لہوما نے اسے چھیڑا۔

جیھا کو بھی اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا۔ چھوٹے چھوٹے قدم رکھتی وہ گھر کو چلی گئی۔ گھر کے گرد کی باڑ کے پاس چھوٹی بچیاں کھڑی گویا لوٹ لگا کر واپس آنے والی بھینس کے استقبال کو کھڑی تھیں۔ ماں کو کیچڑ میں لت پت دیکھ کر وہ مزے میں اچھلنے لگیں۔ لیکن یہ حرکت بس لمحے بھر کی تھی۔ کسی کو گاڑھے کیچڑ میں لتھڑے دیکھنا کوئی بات نہیں تھی۔

جب پہلی بار دھان کے کھیتوں پر گئی تھی۔ زینب ایسے منظر دیکھتی آئی تھی۔ یہی

حال سیمک اور لیہا کا بھی تھا۔ انہوں نے خود کئی بار کیچڑ میں بھینسوں کی طرح لوٹ لگائی تھی۔ ان بچیوں کے لئے کیچڑ اور گارا کوئی نئی چیز نہیں تھی۔ ان سب کو کسی نہ کسی دن کیچڑ میں لت پت ہونا ہے۔ اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔

خود جیہا کو بھی اس میں کچھ نیا نہ لگا۔ اس نے گھر میں قدم رکھا اور سیدھی کنویں کی طرف گئی۔ اس نے مل مل کر گارا چھڑایا اور جسم اچھی طرح صاف کیا۔

''چوتھا قطعہ شروع کریں گے تو نیچے کھیتوں میں جاؤں گی۔'' جیہا نے خود سے کہا۔ اب یہ بات اس کے ذہن میں جم گئی تھی۔ یہ ایک نئی بات تھی کیونکہ اسے تو یقین ہو چلا تھا کہ وہ دوبارہ کبھی کھیتوں میں نہیں جا سکے گی۔ اب تو اس کے خاوند نے بھی کہہ دیا تھا۔ اس کے خاوند کا کہا بھی غلط ثابت نہ ہوا تھا۔ چوتھا قطعہ شروع ہونے پر ہی وہ دوبارہ کھیتوں میں جائے گی۔ پھر وہ جی بھر کر کھیتوں میں چلے گی۔ ایک بار پھر عزیز اشیا میں سے ایک اسے واپس مل جائے گی۔ اگر پورے موسم میں تا جک یا کھرپے کا دستہ ایک بار بھی ہتھیلی میں نہ جچے تو زندگی ویران ہو کر رہ جائے۔ کیچڑ میں گرنے کا منظر ذہن میں آنے پر وہ ایک بار پھر مسکرا دی۔ کم ازکم اتنا تو ہوا کہ اس کے ہاتھ نے ایک بار پھر تا جک کے دستے کا لمس محسوس کیا۔ اس موسم میں بھی اس کے لہرائے تا جک سے میزونگ کے کئی پودے جا گرے۔

جیہا کا دل تسلی سے بھر گیا۔ چوتھے قطعے میں قدم رکھنے پر یہ احساسات اور بھی مضبوط ہو جائیں گے۔ گارے اور چھیچھے پانی کا سوچ کر وہ مسرت سے لبریز ہو گئی۔ وہ بڑی بڑی جونکیں اپنی جسم سے چھڑا کر انہیں ہوا میں اچھال پھینکے گی۔ جونکیں ہوا میں اڑیں گی۔'' اس نے گویا اپنے مزاحیہ تخیل کا مزا لیا گویا جونکوں کے واقعی پر نکل آئے ہوں۔ اور اگر جونکیں پھر بھی اس کے گوشت میں دھنسی رہیں تو وہ تا جک کی دھار سے انہیں کھرچ ڈالے گی۔ ان کے ٹکڑے کرنا ہوں گے' انہیں گارے میں ایڑیوں سے مسلنا ہوگا۔

جیہا نے باورچی خانے کا رخ کیا اونچے چولہے کے نیچے سے برتن نکالا گویا اپنی لوٹتی طاقت آزمانا چاہتی ہو۔ چوتھے قطعے میں کام شروع کرنے پر اس طاقت کی ضرورت

MashalBooks.org

ہوگی۔ اس سہ پہر برآمدے میں بیٹھی زینب اور سیمک بھی اپنی ماں کی خوشی میں شریک تھیں۔ انہیں احساس ہوگیا تھا کہ جلد ان کی ماں دوبارہ کھیتوں میں جانے لگے گی۔ لیہا' لیبار اور کیہا غائب تھیں لیکن جیہا بے فکر تھی۔ بچیاں دور نہیں نکلیں گی۔ زیادہ سے زیادہ وہ دھان کھیتوں کے کناروں پر لڑتی مچھلیوں کا تماشا دیکھنے جا نکلیں گی۔ کبھی کبھی اسے لگتا کہ چھوٹیوں میں سے کیہا کچھ زیادہ تیزی سے بڑھ رہی ہے۔ اس سال یقیناً کوئی آفت نہیں آئے گی۔ بچیوں کی بڑھوتری تیزی سے ہوگی۔ انہیں دن میں چار بار چاول کھانے کو ملیں گے۔ صبح چاول کھائیں گی پھر دوپہر کو' سہ پہر کو ایک بار پھر اور رات کے کھانے میں بھی چاول۔ اس سال کوٹھیار دھان سے منہ تک بھر جائے گا۔ بچیاں جی بھر کر چاول کھائیں گی۔ اتنے کہ ان کے پیٹ نکل آئیں گے۔ اتنے کہ محض چاول سے ان کا گوشت اور خون تر وتازہ ہو جائیں گے۔ ان بچیوں کے جسم میں جیہا اور لہوما کی طاقت چھپی تھی۔ انہیں کھانے کو اتنا ملے گا کہ پیٹ کی کھال کیلئے سنبھالنا مشکل ہو جائے اتنے کہ پیٹ پھٹنے پر آ جائے۔

''جینے کیلئے کھانا تو پڑتا ہے۔''

مٹی کے گھڑے سے ٹین سے بنے سگریٹ کے خالی ڈبے بھر بھر کر چاول نکالتے جیہا نے سوچا۔ جینے کیلئے کھانا تو پڑتا ہی ہے۔ نامعلوم وقتوں سے اس کے آباؤ و اجداد صرف ایک خوراک پر جیتے آئے تھے چاول پر۔ اس سے کوئی آفت نہیں ٹوٹے گی۔ جیہا ذہن میں دہراتی رہی۔ ان کے چوتھا پلاٹ شروع کرتے ہی میں نیچے جاؤں گی۔ جب تک تمام قطعات پر کام ختم نہ ہو جائے اوپر نہیں آؤں گی۔ وقت آنے پر بیلکور سے پنیری بھی لا دوں گی۔ پنیری کے گٹھے اٹھا اٹھا کر کھیتوں تک لاؤں گی۔ پنیری قطاروں میں گاڑ دوں گی۔ ٹوٹ جانے والے پودوں کی جگہ نئے لگاؤں گی۔ دھان کی خوراک میں زبردستی کی حصہ دار گھاس پھونس نکال پھینکوں گی۔ دھان کی بالیاں سبز ہونے پر چیاک کو ان پر بیٹھنے نہیں دوں گی۔ کٹائی کے بعد پولے باندھوں گی۔ انہیں اٹھا کر گھر لاؤں گی۔ انہیں جھاڑ کر دھان نکالوں گی۔ دھوپ میں اچھی طرح خشک کروں گی۔ دھان چھڑوں گی حتیٰ کہ بھوسہ پوری طرح الگ ہو جائے۔ چاول پکاؤں گی کہ بھاپ چھوڑتا کھانا بن جائے

MashalBooks.org

اور پھر لہوما' ثنا' ملہا' زینب' سیمک ' لیہا' لیبار اور کیہا کے ساتھ مل بیٹھ کر کھاؤں گی۔

ان خیالوں نے جیہا کو اور بھی قوت دی۔ جسم کو گھلا کر رکھ دینے والی نحوست دور ہو چکی تھی۔ زرد سر والے اس لہراتے کوبرے کی دہشت پوری طرح ختم ہو چکی تھی۔ وہ پھن اس کی ٹانگ پر جھپٹنے کو تیار کس طرح جھوم رہا تھا اور کیسے لہوما نے اسے مکمل ساکت رہنے کو کہا تھا اور کیسے وہ اسی لمحے اپنے حواس گم کر بیٹھی تھی۔ سب ختم ہو چکا تھا۔ چوتھے قطعے میں اپنے تاجک کے ساتھ واپسی کی اجازت ملتے ہی اس کے جسم میں ایک نئی روح بھر گئی تھی۔

''اوپر آ جاؤ! سب اوپر آ جاؤ!'' جیہا نے پکارا۔ سیمک اور زینب چلی آئیں۔

''چھوٹی بہنیں کدھر ہیں؟ انہیں بھی بلاؤ۔''

''لیہا! لیہا! لیہا!'' زینب نے ہانک لگائی۔ اس کی تیکھی آواز ہوا کو چیرتی جا رہی تھی۔

لیکن جواباً لیہا کی آواز نہیں آئی۔

''لیہا! لیہا! لیہا!'' زینب نے دوبارہ پکارا۔

جواب میں لیہا کی آواز بھی نہیں گونجی۔

لیکن اچانک تینوں بچیاں دوڑتی گھر میں داخل ہوئیں۔ بازو اور ٹانگیں سب کیچڑ میں لت پت تھے۔

وہ آتے ہی جیہا کے گرد کھڑی ہوگئیں۔ ان کے درمیان بیٹھی جیہا نے انہیں کسی طرح کی تنبیہہ نہیں کی۔ گویا انہیں بتانا چاہتی ہو کہ چوتھے قطعے کے شروع ہونے پر وہ خود کھیتوں کو جانے والی ہے۔

باب 6

آسمان فجر کے وقت سے ہی ڈھکا ہوا تھا۔ سورج نکلنے پر بھی کوئی تبدیلی نہ آئی۔ سورج بس مدھم سا دکھائی پڑتا تھا۔ شمالی افق پر بادل کے اکا دکا ٹکڑے تھے۔ جنوبی افق ہمیشہ کی طرح چمکدار تھا۔ پھر بادلوں کے کالے ٹکڑے باہم جڑے اور پانی سے بوجھل نظر آنے لگے۔ سورج جتنا اٹھتا چلا گیا۔ بادل کالے ہوتے گئے۔ بارش ہونے کو تھی۔

لیکن لہوما نے ایک بار بھی آسمان کی طرف نظر نہ اٹھائی۔ بارش ہو دھوپ اس تیسرے قطعے پر کام ہر حال میں مکمل ہونا ہے۔ بس جیہا تھی کہ کھڑکی میں سے ٹکٹکی باندھے آسمان دیکھے جا رہی تھی لیکن کالے بادلوں کے دَل مغرب کی طرف ہٹتے جا رہے تھے۔ لگتا تھا مغرب میں کوئی شے انہیں اپنی طرف کھینچے چلی جاتی ہے۔

''بارش!'' جیہا کی آواز ابھری۔

ثنا اور ملہا سن ہوگئیں۔ بارش ہونے کو ہے۔ زمین گیلی ہو جائے گی۔ مگر وہ اپنے پرانے کپڑوں میں بھیگنے کو تیار تھیں۔

''بارش مغرب کو بڑھ رہی ہے۔'' ایک بار پھر جیہا کی آواز ابھری۔

اس نے اپنے خاوند کے چہرے کو ٹٹولتی نظروں سے دیکھا۔ بارش کے ڈر سے نہیں! بارش ہو یا دھوپ انہیں نیچے کھیتوں میں جانا ہے لیکن اس کو پرانی کہاوتیں یاد آ رہی تھیں۔ مغرب کی طرف بڑھتے کالے بادل اچھا شگون نہیں۔ سیلاب امڈ آئے گا۔ لہوما نے اپنی بیوی کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھنے لگے۔ لہوما نے بڑی آہستگی سے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ کالے بادل مغرب کی طرف بڑھ رہے

تھے۔ بالکل درست۔ بارش میں دیر نہیں۔

لیکن لھوما نے اپنا اضطراب جھٹکنے کی کوشش کی۔ ثنا اور ملہا کے ساتھ نیچے جا کر وہ تیسرے قطعے کا کام تو مکمل کر لے گا۔ کل چوتھے پر کام کا آغاز ہوگا تو جیہا بھی ان کے ساتھ ہوگی۔ لھوما برآمدے سے لپک کر نکلا اور تاجک کندھے پر رکھے بیرونی دروازے کی طرف بڑھا۔ تاجک کندھے پر رکھے ثنا اور ملہا بھی اس کے ساتھ ساتھ تھیں۔ جیہا کی آنکھیں انہیں جاتے دیکھتی رہیں۔ گھر پر موجود بچیوں کی آنکھیں بھی کھیتوں کو جاتے باپ اور بہنوں پر جمی تھیں۔

جیہا کو کھڑکی میں سے کام میں مصروف اپنے خاوند کے تاجک کی چمک لحہ بھر کو نظر آ جاتی۔ وقتاً وقتاً پانی کے چھینٹے ہوا میں اچھلتے۔ اس نے اپنے خاوند کا تاجک ہوا میں لہرا کر نیچے جاتے اور میزونگ کے تنے سے ٹکراتے دیکھا تو بے اختیار ہونٹ کاٹے۔ کل میں بھی تاجک اسی طرح لہرا رہی ہوں گی لیکن ذرا کم رفتار سے پھر اس کی نگاہیں ہٹ کر ثنا پر پڑیں۔ اس کا تاجک آہستگی سے اٹھ رہا تھا لیکن جب اس کا تاجک میزونگ کے مٹھے سے ٹکرایا تو پانی کے چھینٹے ابھرے۔ سفید باریک قطرے اس کے سر سے بھی اوپر تک اچھلے۔ ثنا کبھی کبھار نیچے جھکتی۔ شاید ٹانگ سے چمٹی کسی جونک کو گوشت سے چھڑانے کیلئے۔ ثنا سے ہٹ کر اس کی نگاہیں ملہا پر پڑیں۔ بچی نے خود کو کام میں یوں جھونک رکھا تھا گویا اپنی بہن سے مقابلے پر ہو۔ اوپر نیچے جاتا اس کا تاجک تیز چل رہا تھا۔ کئی بار اسکے گھنے سیاہ بال جوڑے سے کھل کر بکھر گئے اور کئی بار اس نے انہیں جوڑے میں سمیٹا۔ ایک آدھ بار ملہا دوڑ کر مینڈھ پر گئی۔ پاؤں سے مٹی کوٹی اور پھر تاجک کے دستے سے کسی چیز پر ضربیں لگائیں۔ ہوسکتا ہے بھینس کی سی جونکیں ہوں' جیہا نے سوچا۔

ملہا سے ہٹیں تو نگاہیں اس کے خاوند لھوما پر جا رکیں۔ یوں وہ تینوں کو باری باری دیکھتی رہی۔ اس کی نگاہیں اچانک اپنے خاوند پر رک گئیں۔ اس نے تاجک لہرانا بند کر دیا تھا۔ لگتا تھا کہ ایک پاؤں ہاتھوں میں تھامے وہ ایک ٹانگ پر ناچ رہا ہے پھر لھوما پانی میں گر گیا۔ پانی ذرا سی پھوار کی صورت میں اچھلا۔ پھر جیہا نے دیکھا کہ ثنا نے بھی تاجک روک دیا ہے اور باپ کی طرف دوڑ رہی ہے۔ وہ اونچے اونچے آوازیں لگاتے

نظر آتے تھے۔ کھڑکی میں کھڑی جیہا کے کانوں میں ان کی مدھم سے آواز پڑ رہی تھی۔ ملہا نے بھی کام روک دیا اور باپ کی طرف دوڑی۔ وہ کچھ پکار رہے تھے۔ جیہا کھڑکی میں کھڑی انہیں چلاتا دیکھ رہی تھی لیکن ان کی آوازیں بہت مدھم تھیں۔

خوف نے جیہا کو جکڑ لیا۔ شاید تا جک کی دھار لہوما کے ٹخنے کی ہڈی یا تلوے میں اتر گئی ہے۔ اس نے ثنا اور ملہا کو اپنے باپ کو اٹھانے کی ناکام کوشش کرتے دیکھا۔ پھر اسے دو تین اور شخص دھان کے قطعے کی طرف دوڑتے دکھائی دیئے۔

ہوا کیا ہے؟

''لیہا! لیبار! کیہا'' اس نے آوازیں دیں۔ اسے یاد آ رہا تھا کہ زینب اور سیمک سکول میں تھیں۔

''جاؤ کھیت پر اپنے باپ کو دیکھ کر آؤ۔'' بچے سراسیمگی میں اسے دیکھتے رہے۔

''جاؤ! جاؤ! جاؤ!''

بچیاں گرتی پڑتیں مینڈھیں پھلانگتی دوڑیں۔

''جلدی! جلدی! جلدی!''

جیہا پوری قوت سے چلا رہی تھی حالانکہ بچیاں کھیتوں کے وسط تک پہنچ چکی تھیں۔

جیہا کو خوف نے ایک بار پھر جکڑ لیا۔ لہوما کو ہوا کیا ہے؟ اس کے پاؤں کو کیا ہوا؟ مادہ کو برا پانی کے اندر تو انڈے دینے سے رہی۔ جیسا کہ علم تھا کہ یہ ناممکن ہے۔ اس نے یہ خیال تو جھٹک دیا تو پھر شاید تا جک کا پھل ہی نہ لگ گیا ہو؟ کہیں لہوما کا پاؤں کٹ ہی تو نہیں گیا؟ شاید تیز دھار پھل ٹانگ کی کسی رگ میں لگ گیا ہو۔ شاید پاؤں میزونگ کے کسی ٹھنٹھ پر آ گیا ہو۔ شاید کسی زہریلی آبی مخلوق نے ڈس لیا ہے۔

''جلدی! جلدی! جلدی!'' وہ چلائی۔

اس نے برآمدے میں کھڑے ہو کر دیکھا کہ وہ لہوما کو کھیت کنارے لے آئے ہیں۔ لوگ اس کے گرد جمع ہونے لگے تھے۔ ان میں سے ایک دو نے جیہا کے گھر کی طرف دیکھا۔ گویا' کھیت اور گھر کے درمیان فاصلے کا اندازہ کرنے کی کوشش میں ہوں۔ جیہا اچانک برآمدے سے باہر کو لپکی۔ آگے کو جھکی وہ راستے پر لگے پودے کچلتی تیزی

سے چل رہی تھی۔ اس نے باڑ پھلانگی۔ اس نے مینڈھوں کو یوں پھلانگا گویا وہ کبھی بیمار نہ تھی۔ اس پر کبھی کوبرا کی نحوست کا سایہ نہ پڑا تھا۔ دوڑی اور دوڑتی چلی گئی۔ وہ جسم میں موجود تمام توانائی استعمال کر رہی تھی۔

یقیناً تاجک ہی لگا ہوگا۔ اس نے دوڑتے ہوئے سوچا۔ اگر کل لہوما کھیتوں میں نہیں جا سکتا تو کیا ہوگا؟ اگر وہ پرسوں بھی کھیتوں میں نہ جا سکا تو کیا ہوگا؟ پاؤں کا زخم ناسور بھی بن سکتا ہے۔ بوائی کا پورا موسم لہوما تاجک چلانے کے قابل نہیں رہے گا۔ اس سال کام کون مکمل کرے گا؟ کون؟

جیہا نے دوڑتے ہوئے پگڈنڈی کے ایک شگاف کو چھلانگ لگا کر عبور کیا۔

ابھی تو صرف تین قطعوں کا کام نمٹا ہے۔ باقی سارے قطعات کون تیار کرے گا؟ کون؟

''کیا ہوا؟'' اس نے لہوما کے گرد گھیرا کیے لوگوں کے نزدیک پہنچتے ہی پوچھا۔

ثنا نے بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام لیا۔ دونوں چلتی لہوما کے پاس پہنچیں جہاں لہوما لیٹا تھا' زمین خون سے سرخ ہو رہی تھی۔ خون رستا کھیت میں اتر رہا تھا۔ لہوما کا لہو کھیت میں کھڑے مٹیالے پانی میں مل رہا تھا۔ دائیں پاؤں کے تلوے سے ابھی تک خون بہہ رہا تھا۔

''نیانگ'' ایک پڑوسی نے جواب دیا جو لہوما کے پاؤں پر جھکا کچھ کر رہا تھا۔

''نیانگ کا کانٹا؟''

''ہاں'' اس کے قریب کھڑی ملہا نے جواب دیا۔

''کانٹا کہاں تھا؟''

ہجوم میں سے کسی نے جواب نہیں دیا۔

''کانٹا کہاں تھا!'' اس کی آواز میں اصرار تھا۔

ثنا نے اس جگہ کی طرف اشارہ کیا جہاں اس کا باپ گرا تھا۔ جیہا نے خود کو سب سے بڑی بیٹی کی گرفت سے چھڑا لیا۔ وہ کھیت کے اندر وسط میں واقع اس مقام کو لپکی۔ وہ جھکی اور اس جگہ زمین ٹٹولنے لگی۔ اس کے دونوں ہاتھ یوں متحرک تھے گویا کسی تازہ

MashalBooks.org

بنے چھوٹے سے جوہڑ میں مچھلی پکڑنے کو ہوں۔

''کہاں! کہاں؟'' ٹٹولنے کے دوران وہ بولتی رہی۔

او! ہاں' یہ رہا'' دونوں ہاتھوں سے زمین میں گڑی کسی چیز کو اکھاڑتے وہ چلائی۔ ثنا کی مدد سے جیہا نے کوئی ایک ڈیپا لمبا نبانگ کا تنا کھینچ نکالا۔ تنے پر مٹی سے ڈھکے کانٹے تھے۔ ان میں سے ایک کانٹا ٹوٹا ہوا تھا۔

''ہے! یہ رہا! یہ رہا!'' جیہا اپنے غضب میں چلا اٹھی۔ اس نے نبانگ کا تنا کندھے پر رکھ لیا اور چلتی کنارے پر آ گئی۔ لوگ نبانگ کے تنے کو یوں دیکھنے لگے جیسے کسی چیز کو پہلی بار دیکھ رہے ہوں۔

''کانٹے کا سرا باہر ہے؟'' جیہا نے اپنے خاوند کی پیشانی پر ہتھیلی رکھتے ہوئے پوچھا۔ ماتھا گرم لگ رہا تھا۔ اس نے لہوما کے پاؤں کا جائزہ لیا۔ جہاں کانٹا چبھا تھا' سوراخ بن گیا تھا۔ خون رسے جا رہا تھا۔ اس پر بندھی پٹی سرخ ہوگئی تھی۔

''اسے اٹھا لاؤ! اسے اٹھا لاؤ'' وہ چلائی

مٹی میں سنے کچھ مردوں نے لہوما کو تھام لیا۔ وہ اسے لیے گھر کو چل دیئے۔ بچے پیچھے پیچھے تھے۔ دھان کے تیسرے قطعے کو اس کے حال پر چھوڑ دیا گیا۔ ہوا کے جھونکوں سے اس کی ہموار سطح پر لہریے بن رہے تھے۔ اکھڑی جڑی بوٹیاں جہاں کہاں کھڑے میزونگ کے پودوں کے بیجوں بیچ تیرتی پھر رہی تھیں۔

اس رات گاؤں والے جیہا کے گھر آئے۔ بس ایک طرح کا اظہار ہمدردی تھا۔ آنے والوں میں سے دو ایک نے مشورہ دیا کہ کانٹا چبھے پاؤں کو کراپول کی پتیوں کے پانی یا سنتوک اور جنگلی ادرک کے ست میں بھگوئے رکھنا چاہئے۔ جیہا نے کچھ دیر ایک چاقو سے کانٹا نکالنے کی کوشش کی لیکن کانٹے کے اندر ہی ٹوٹ جانے کے خوف سے اس نے جلد ہی ہاتھ روک لیا۔ گھر لائے جانے کے بعد لہوما نے کراہنا شروع کر دیا تھا۔ اگرچہ وہ خون روکنے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن نمکین پانی میں ڈوبا پاؤں سوجنا شروع ہو گیا تھا۔ ایک بوڑھے نے زرد چاول اور بینزیون ملے پانی کے پیالے پر کوئی دم پڑھنا شروع کیا لیکن کانٹا اپنی جگہ سے ہلایا نہ جا سکا۔ کانٹا نکالنے کیلئے خود لہوما نے پوری طرح

دبایا حتیٰ کہ درد سے خود اس کی اپنی چیخیں نکل گئیں لیکن اس کے نتیجے میں جو نکلا کانٹا نہیں بلکہ خون پھوٹ نکلا تھا۔ پھر جیہا نے لوہے کی گرم سلاخ آزمائی۔ سرخ گرم لوہا اس کے تلوے سے لگا تو لہوما یوں اُڑاُڑایا گویا جنات کی پکڑ میں آ گیا ہو لیکن کانٹا اپنی جگہ اڑا رہا۔ آنے والے رخصت ہونے لگے کیونکہ ہر کسی کو اگلے دن اپنے دھان کے کھیت پر کام کرنا تھا۔ بچیاں جلد ہی گہری نیند سو گئیں۔ جیہا چلتی کبھی اندر جاتی کبھی باہر۔ دھیمی آواز میں متواتر کراہتے خاوند نے اس کے دل میں طوفان اٹھا رکھا تھا۔ کل لہوما کام پر نہیں جائے گا۔ پرسوں بھی نہیں اور اس سے اگلے دن بھی نہیں اور شاید کبھی نہیں۔ لہوما دھان کے کھیتوں میں نہیں جائیگا۔ سوجن بڑھتی جائے گی۔ اس کے سارے جسم پر پھیل جائے گی۔ پیپ پڑ جائے گی۔ بہت سی پیپ یوں پاؤں سڑ جائے گا۔ لہو کبھی دوبارہ چل نہ پائے گا۔ جیہا نے سات بچیوں کا سوچا کہ اگر لہوما دوبارہ کبھی نہ چل پایا تو ان کا کیا بنے گا۔ اسے دھان کے کھیتوں کا خیال آیا جہاں سارا کام ابھی نامکمل پڑا تھا۔ پنیری ابھی تیار نہیں تھی۔ جلد ہی اسے اکھاڑ کر کھیتوں میں لگانے کا وقت آ جائے گا۔ ان کھیتوں میں جو ابھی تیار نہیں ہو پائے تھے۔ بیلوکر میں لگی پنیری زیادہ بڑھ کر بے کار ہو جائے گی۔

وہ باورچی خانے میں گئی۔ کیتلی سے گرم پانی گیلک میں ڈالا۔ ایک پرانی سارنگ لے کر لہوما کے پاس بیٹھ گئی۔ وہ پڑا کراہ رہا تھا۔ کانٹے کی سوجن بڑھنے سے گوشت میں اینٹھن بڑھنے سے لہوما کی کراہٹیں لمبی ہو رہی تھیں۔

''جیہا'' لہوما نے بولنے کی کوشش کی لیکن اس کی آواز سرگوشی سے زیادہ بلند نہ ہو سکی۔

''کل تم بچیوں کے ساتھ جانا۔''

جیہا جھک کر اور قریب ہو گئی۔ گرم پانی کی ٹکور کرتا اس کا ہاتھ لحہ بھر کو نہ ٹھہرا تھا۔

جیہا نے خاوند کی بات سنی اور اندھیرے میں سر ہلا دیا۔

''کل ثنا اور ملہا کو ساتھ لے جا کر چوتھے قطعے میں کام شروع کر دو۔''

جیہا نے پھر سر ہلا دیا۔

MashalBooks.org

''میں ایک دو دن نہیں جا سکوں گا۔''

''لیکن یہ تمہارا پاؤں؟''

میں نے تمہیں کل کھیتوں پر جانے کو کہا ہے۔ سمجھیں؟ اپنے پاؤں کے علاج کا نہیں کہا۔''

''لیکن ....''

''میں ٹھیک نہیں تو کام تمہیں ہی کرنا ہے۔''

جیہا نے خاموشی سے اپنے خاوند کی بات پر صاد کیا۔ اکیلی وہ ثنا اور ملہا شاید کھیت مکمل طور پر تیار نہیں کر پائیں گی۔ لہوما کے بغیر بچوں کیلئے چاول پیدا نہیں ہو سکیں گے۔ یہ بات جیہا اچھی طرح جانتی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ یہ بات کھل کر کہ دے، ہم تینوں شاید کھیت تیار نہیں کر پائیں گی۔ یہ کام ہماری ہمت اور طاقت سے بہت زیادہ ہے۔ زمین کا کچھ حصہ کرائے پر اٹھا دیتے ہیں۔

لیکن جیہا کو اس وقت بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لہوما کو غصہ آ جائے گا۔ اس کے پاؤں کی حالت خراب تر ہوتی جائے گی۔ سوجن پھیلتی جائے گی۔ پیپ پڑنے کے بعد تیزی سے بڑھے گی اور پھر شاید نبانگ کا کانٹا سڑتے گوشت اور پیپ میں کہیں دب جائے گا۔

''میرا تا جک گھر لائی ہو؟'' لہوما نے پوچھا۔

جیہا نے خاموشی سے سر ہلا دیا۔ وہ متواتر گرم پانی کا محلول پاؤں میں لگا رہی تھی۔

''تمہارے پاؤں پر متواتر ٹکور ہوتی رہنی چاہئے۔''

میرا تا جک کھیت سے لائی ہو یا نہیں؟'' اندھیرے میں لہوما اپنی بیوی کا ہلتا سر نہیں دیکھ سکا تھا۔

''لیکن تمہارا پاؤں متواتر سوجتا چلا جا رہا ہے۔ اس کی ٹکور نہیں رکنی چاہئے۔''

لہوما نے اس کی بات پر توجہ نہیں دی۔ لگتا تھا کہ کھیت میں اس کے ہاتھ والا تا جک اس کے پاؤں سے زیادہ اہم ہے۔ زندگی برقرار رکھنے کو اس کے پاؤں بے انتہا زیادہ اہم ہیں۔ مرغ نے بانگ دی۔ رات گویا آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ لہوما کراہے چلا

جا رہا تھا۔ جیہانے پاس لیٹ کر سونے کی کوشش کی لیکن اس کے کراہنے سے اٹھ کر دوبارہ بیٹھ گئی۔ کبھی تو وہ بیٹھی رہتی۔ بغیر ہلے جلے۔ بغیر کوئی لفظ منہ سے نکالے کبھی وہ اچانک اٹھ کھڑی ہوتی اور کھڑکی سے باہر رات میں جھانکنے لگتی۔ اندھیرے میں ٹکٹکی لگا دیتی۔سوائے رات کی تاریکی کے کچھ نظر نہ آتا۔ چاندنی پھیکی پڑ گئی تھی۔ پھر اپنے خاوند کے گھٹنے کا پچھلا حصہ سہلانے لگتی کہ درد میں قدرے افاقہ آئے۔

''بیلوکر میں لگی پنیری کو بھی دیکھ بھال کی ضرورت ہے۔ وقتاً فوقتاً ادھر جا کر نظر رکھنا۔'' لہوما نے دوبارہ کہا۔

درد اتنا تھا کہ وہ متواتر کراہے چلا جاتا تھا۔ مرغ نے دوبارہ بانگ دے کر طلوع آفتاب کو خوش آمدید کہا تو بھی اس کا کراہنا جاری تھا۔ اس نے آنکھیں بند کرنے کی کوشش کی لیکن ہر بار لگا گویا زخمی پاؤں کے تلوے کو سوئیوں سے چھیدا جا رہا ہے پیپ جمع ہو کر پھوٹ پڑنے کے لیے زور لگانے لگی تو گوشت میں درد کی شدت نبض کے ساتھ ساتھ ڈوبنے ابھرنے لگی۔لہوما کی آنکھیں ایک بار پھر کھل جاتیں اور وہ پھر سے کراہنے لگتا۔

جیہا نے ایک بار پھر سونے کی کوشش کی لیکن لہوما کی کراہٹوں کے ساتھ ساتھ وہ پریشان کن یادوں اور فکروں میں مبتلا رہی۔ اسے کوبرا کے پھن کی دہشت یاد آئی۔ یاد آیا کہ لہوما نے کیسے جھپٹ کر اس زہریلے موذی کی گردن توڑ ڈالی تھی۔ کیسے اس نے سانپ کے ٹکڑے کر دیئے تھے اور اب کے بدقسمتی لہوما پر گری تھی۔ اسے خیال آیا کہ بجائے لہوما کے نبانگ اس کے تلوے کو چھید گیا ہوتا تو کہیں بہتر تھا۔لہوما تو کھیتوں تک جانے کے قابل بھی نہیں رہا۔شاید بوائی کا سارا موسم نہ جا سکے۔ اب تو تاجک جیہا کو ہی چلانا پڑے گا۔ ابھی کام ثنا اور ملہا پر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ ان کے تاجک ابھی اس قوت سے نہیں لہراتے اور اتنی طاقتور وہ بہرحال نہیں ہیں کہ ان کے تاجک دستوں تک کیچڑ میں دھنس سکیں۔

صبح آنکھ کھلی تو رات بھر جاگنے کے نتیجے میں خاصی کمزوری محسوس کر رہی تھی۔ اس نے لہوما کی طرف دیکھا۔اس کی آنکھیں پوری طرح کھلی تھیں۔

''اب بھی درد ہو رہا ہے۔'' اس نے پوچھا۔

لہوما خاموش رہا۔

''میں اس صبح ثنا اور ملہا کے ساتھ نیچے جا رہی ہوں۔''

''زینب؟''

''آج انہیں سکول جانے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری دیکھ بھال کریں گی۔''

''میری دیکھ بھال!''

جیہا نے اپنے خاوند کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔

''میں آج کھیتوں پر جا سکتا ہوں؟''

''پاؤں کی سوجن اور بڑھ جائے گی۔''

''بڑھنے دو۔ کھیتوں پر کام نہیں رکنا چاہئے۔''

''مگر تم نے تو کہا تھا کہ میں ثنا اور ملہا کو لے کر چلی جاؤں؟''

''اب میں قدرے بہتر ہوں۔''

''پانی میں اتر سکتے ہو؟''

لہوما کی نظر اپنے پاؤں پر گئی۔ پیپ کی بو پاتے ہی جونکیں غول در غول اس پر جھپٹیں گی۔ دس بیس جونکیں تو اسی پاؤں سے چمٹ جائیں گی۔ اسے چپ لگ گئی۔

صبح ہوتے ہی وہ سب کھیتوں کو رواں دواں تھے۔ ثنا اور ملہا آگے آگے تھیں۔ ان کے پیچھے جیہا تھی۔ اس نے لہوما کو سہارا دے رکھا تھا۔ سمجھ نہ پا رہی تھی کہ اس کا خاوند تاجک کیسے سنبھال پائے گا لیکن اس نے یہ احساس اپنے تک محدود رکھا۔ لہوما کو سنبھالے وہ تیسرے اور چوتھے قطعے کی درمیان مینڈھ پر لے گئی۔

''تم اس کونے سے شروع کرو۔'' لہوما نے مینڈھ پر کھڑے کھڑے ہدایات دیں۔ اس نے سارا بوجھ ایک پاؤں پر ڈال رکھا تھا۔ اس نے کھیت کے جس کونے کی طرف اشارہ کیا تھا' وہاں کھڑی میزونگ انسان کے قد سے بھی بڑی تھی۔ جیہا نے بلا تامل حکم کی تعمیل کی۔ وہ کنارے کنارے چلتی اس کونے تک پہنچی اور کھیت میں چھلانگ لگا دی۔ اس کا تاجک ہوا میں لہرایا۔

''تم بھی اپنی ماں کے ساتھ جت جاؤ۔'' لہوما نے لیہا سے کہا جو ابھی تک

متذبذب کھڑی تھی۔ لڑکی نے تاجک کندھے پر رکھا اور باپ کے بتائے کونے کو چل دی۔

تاجک کی دھار لگاتی ثنا کو لہوما نے کہا۔ ’’تم مغرب کو جاؤ۔‘‘

مینڈھ پر لنگڑاتا، ایک پاؤں پر اچھلتا لہوما اِدھر سے اُدھر آ جا رہا تھا۔ وقتاً فوقتاً رک کر وہ اپنی بیوی بچوں پر نگاہ ڈالتا۔ وہ کسی لنگڑے نگران جیسا نظر آ رہا تھا۔

خود کو دھان کے کھیتوں کی نگرانی کے قابل پا کر لہوما نے طمانیت بھری مسرت کی لہر جسم میں دوڑتی محسوس کی۔ درد کم ہو چکا تھا۔ میزونگ سے ڈھکے قطعات اور مینڈھ پر پانی کی چھپ چھپیاں دیکھ کر اسے قدرے سکون اور مسرت ملی تھی۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اس حقیقت سے باخبر نہیں تھا۔ تاجک کے پانی سے ٹکرانے پر پھوار اُٹھتی تو لہوما کی نگاہیں اس کا تعاقب کرتیں۔

اس نے کئی بار اپنا چہرہ بھی پونچھا گویا پھوار سیدھی چہرے پر پڑی ہو۔ اسی طرح لنگڑاتے لہوما نے چوتھے قطعہ کے گرد چکر مکمل کرلیا۔ جیہا یہ قطعہ ایک ہفتے میں صاف نہیں کر پائے گی۔ لیکن اتنی دیر میں یہ لعنتی پاؤں ٹھیک ہوگیا ہوگا۔ گوشت نرم پڑ جانے پر کانٹے کا نکل آنا یقینی ہے۔ اگر پھر کانٹا اٹکا رہا تو نرم گوشت کو استرے سے چیرا دے کر نکال لوں گا۔

’’ہے! اپنا تاجک اونچا لے جا کر لہراؤ۔‘‘ تاجک کو بے ڈھنگے پن سے استعمال کرتی ملہا پر نظر پڑتے ہی وہ چلایا۔

ملہا کے ساتھ کام کرتی جیہا نے لڑکی سے کچھ کہا۔ لہوما سن نہ پایا لیکن جب ملہا نے حسب ہدایت تاجک لہراتے میں بلند کیا تو اسے اندازہ ہوگیا کہ جیہا نے کیا کہا ہوگا۔

اچانک اسے پاؤں میں پیپ زور مارتی محسوس ہوئی۔ پاؤں اچانک سخت ڈھیلوں پر جا پڑنے سے درد اور بھی بڑھ گیا تھا۔ اس نے پاؤں اٹھایا۔ سوجن بہت بڑھ گئی تھی۔ وہ پھیلتی ٹخنے تک چلی کھال کھنچ جانے سے یوں چمک رہی تھی۔ گویا تیل لگایا گیا ہو۔ بیوی اور دونوں بیٹیوں سے بغیر ایک لفظ کہے اس نے لنگڑاتے گھر کا رخ کیا۔ درد برداشت سے باہر ہوتا جا رہا تھا۔ تینوں کے تاجک لہرا رہے تھے۔ اس نے ایک بار مڑ کر دیکھا اور پھر ایک پاؤں پر کودتے ہوئے، گھر کا رخ کیا۔

MashalBooks.org

گھر میں داخل ہونے پر وہ باورچی خانے کو جاتی سیڑھیوں کے سب سے نچلے قدم پر بیٹھ کر ستانے لگا۔ سانس تیز تیز چل رہی تھی۔ زخمی پاؤں اٹھا کر کئی بار سہلایا لیکن درد کم نہ ہوئی گھر میں کھیلتی بچیاں اس کے گرد جمع ہو کر زخمی پاؤں دیکھنے لگیں۔

لہوما نے بچیوں کے چہروں کو بغور دیکھا۔ ایک کے بعد دوسری بچی کا چہرہ۔ ان سے ہٹ کر نظریں دوبارہ سوجے پاؤں پر جم گئیں۔ پاؤں جو بس ایک جگہ اگے نباتگ کے کانٹے کا شکار ہو گیا تھا۔ اس کی نگاہیں پھر دور دھان کے کھیتوں پر جم گئیں۔ جیہا' ثنا اور ملہا کی میزونگ اور خار پشت گھاس کے خلاف چھیڑی گئی جنگ جاری تھی۔ نگاہیں پلٹیں اور پھر بچیوں کے چہروں پر جم گئیں۔ اسے لگا کہ ان چہروں' سوجھے پاؤں اور دھان کے کھیتوں میں قریبی تعلق ہے۔ بچیاں باپ کی نگاہیں اپنے چہروں پر جمی پا کر بھاگ نکلیں۔ اس کی یہ بچیاں بڑی ہوں گی اور بالآخر کسان بن جائیں گی۔ اسے کھیتوں میں کام کرتی جیہا' ثنا اور ملہا کا خیال آیا۔ وہ تینوں کسی صورت بروقت زمین صاف نہیں کر پائیں گی۔ یوں وہ دوسروں سے پیچھے رہ جائیں گے۔ لہوما کو ٹوک پنگھولو کا خیال آیا جو ٹریکٹر استعمال کر رہا تھا۔ اگر وہ ٹریکٹر استعمال کر پاتا تو فصل جلدی حاصل کر سکتا تھا لیکن اس نے یہ خیال فوراً جھٹک دیا۔ جب وہ ٹریکٹر استعمال ہی نہیں کر پائیں گے تو اس پر سوچنے سے کیا حاصل۔ کرائے پر ٹریکٹر فی ریلانگ آٹھ ڈالر میں پڑتا ہے اور پھر وہ نسبتاً خشک زمین کیلئے ہے۔ جڑی بوٹیوں سے اپنی بری طرح ڈھکی زمین پر کام نہیں دیتا۔ اور لہوما کے کھیتوں میں تو وہ اور بھی مہنگا پڑے گا۔ شاید ٹوک پنگھولو اس کی مدد کرتے ہوئے اسے کچھ قرض دے دے لیکن اس نے یہ خیال بھی فوراً ترک کر دیا۔ جیہا کا چہرہ فوراً اس کی آنکھوں میں پھرنے لگا۔ کسی نہ کسی طرح جیہا زمین صاف کر ہی لے گی۔ اور اس کا پاؤں بھی ٹھیک ہو ہی جائے گا۔ سوجن اتر جائے گی۔

لہوما گھسٹتا ہوا سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ ٹانگیں لٹکائے وہ برآمدے میں بیٹھ گیا۔ اس نے زخمی پاؤں اوپر اٹھا لیا۔ دودھیا سفید پیپ اس سوراخ کے گرد جمع ہونے لگی تھی جہاں سے کانٹا اندر گیا تھا۔ زیادہ دیر نہیں سوجن گھٹنوں تک آ جائے گی۔ گھٹنوں سے رینگتی رانوں تک اور پھر سارے جسم پر چھا جائے گی۔ خوف نے لہوما کو لپیٹ میں لے لیا۔

MashalBooks.org

فرض کریں کہ زہر اس کے دل اور پھیپھڑوں تک پہنچ جاتا ہے۔ لیکن جب خیال آیا کہ انسانی زندگی کس طرح مکمل طور پر خدا کے ہاتھ میں ہے تو اس کے حلق سے ایک لمبا سانس خارج ہوا۔ اسے نبا نگ کے کانٹے کا خیال آیا۔ ناقابل یقین لگتا تھا کہ یہ بھی اس کی جان لے سکتا ہے۔ خدا اس کے ساتھ ہے' وہ جانتا ہے کہ ابھی اس کے کھیت بھی بوائی کے لئے تیار نہیں ہوئے اور خدا کے علم میں ہے کہ ابھی پنیری بھی تیار نہیں۔ خشک سالی اور سیلاب بھی خدا کے علم میں ہیں جو اس کے کھیت برباد کر سکتے ہیں۔ وہ چپاک' کیکڑے اور آندھیوں کے جھکڑوں سے بھی باخبر ہے۔ ہر چیز خدا کے علم میں ہے کیونکہ وہ ہر چیز کا مالک ہے۔

یہ یقین بھی خدا پر لہوما کے ایمان کا ایک حصہ تھا کہ وہ نبا نگ کے محض ایک انچ لمبے کانٹے سے اس کی جان نہیں لے گا۔ خدا جانتا ہے کہ اس کی سات بچیاں ہیں۔ اکٹھی سات' انہیں کھانے کو چاہئے اور کھانا چاول سے بنتا ہے۔ وہ لوگ نسل در نسل چاول کھاتے چلے آ رہے تھے۔ ان خیالات نے لہوما کو درد سہارنے کا حوصلہ دیا۔ زہر جدھر چاہتا ہے پھیل جائے۔ خدا اس کا ساتھ کسی حال میں نہ چھوڑے گا۔ گزارا ہوتا دکھائی نہ دیا تو وہ اس حالت میں بھی کھیتوں کو جائے گا جب تک خدا کا ساتھ ہے درد برداشت سے باہر نہیں ہوگی۔

لہوما کچھ دیر کو برآمدے کی منڈیر پر ٹانگ لٹکائے بیٹھا رہا۔ پھر گھسٹتا دروازے تک گیا اور کچھ دیر کو وہاں رکا۔ اسے ایک بار پھر ٹوک پنگھولو کے کھیتوں میں کام کرتے ٹریکٹر کا خیال آ گیا۔ لہوما کو احساس سا تھا کہ ٹوک پنگھولو ٹریکٹر کرائے پر لینے کے لئے درکار رقم اسے ادھار دینے پر مان جائے گا۔ فصل کاٹنے پر وہ رقم لوٹا دے گا۔

ابھی پچھلی کاشت سے پہلے وہ ایک جگہ ٹوک پنگھولو کے کام آیا تھا۔ اس کا خیال آتے ہی لہوما کا یقین کچھ اور پختہ ہوگیا۔ ٹوک پنگھولو کی بھینس رسا تڑا کر جنگل کو بھاگ نکلی تھی تو اس کے تعاقب میں گیا اور واپس گھیر لایا تھا۔ مڑے ہوئے سینگوں والی اس بھینس کو گھیرنے میں بہت سے لوگوں نے حصہ لیا تھا لیکن اسے بالآخر لہوما نے ڈھونڈ نکالا تھا۔ اسی نے بھینس کی گردن کے گرد ایک موٹا رسا ڈال کر اسے گرہ لگائی اور پھر دوسروں

کو پکارا کہ بھینس کو گھسیٹنے اور ٹوک پنگھولو کے گھر میں واقع باڑے تک لے جانے میں اس کی مدد کریں۔ کوئی بڑی خدمت نہیں تھی لیکن اسے محسوس ہوتا تھا کہ پنگھولو کے ذہن میں ہوگی۔ اسی خدمت کے یاد آنے پر لہوما کو حوصلہ ملتا تھا کہ اسے ٹریکٹر کے کرائے کیلئے درکار رقم مستعار مل جائے گی۔ پنگھولو فوری ضرورت کے اس لمحے میں اس کی مدد کرے گا۔ چاروں ہاتھ پاؤں سلامت ہوتے تو وہ کسی سے مدد طلب کرنے کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ چودہ کے چودہ ریلانگ وہ اکیلا صاف کر لیتا۔ ساری زندگی وہ ہر سال یہ کام کرتا آیا تھا لیکن اب اسے نبانگ کے ایک کانٹے نے زخمی کر ڈالا ہے۔ اس یقین نے دوبارہ اسے اندر سے بھر دیا کہ پنگھولو نے مڑے سینگوں والی رسا تڑا کر جنگل کو جاتی بھینس واپس لانے میں اس کی خدمات فراموش نہیں کی ہوں گی۔

دروازے سے گھسٹتا وہ دوبارہ کھڑکی تک آیا اور گردن اٹھا کر تا جک لہراتی اپنی بیوی اور بیٹیوں کو دیکھنے لگا۔ اس کے ہاتھوں میں غیر ارادی حرکت پیدا ہوئی گویا وہ تا جک چلا رہا ہو۔ میں کل یقیناً نیچے جا سکوں گا۔ اس خیال کے آتے ہی لہوما کی سوچ بدل گئی۔ ٹوک پنگھولو کے متعلق اس کا خیال مکمل طور پر بدل گیا۔ ٹوک پنگھولو نے اس سارے عرصے میں کسی کا احسان یاد نہیں رکھا تھا۔ پھر لہوما نے سوچا کہ اسے ٹوک پنگھولو کی ضرورت ہی کیا ہے؟ اپنے دھان کے کھیتوں پر کام کیلئے اسے کسی سے مدد مانگنے کی ضرورت نہیں۔ اس نے ایک بار پھر اپنی بیوی کو دیکھا۔ کل میں وہاں جاؤں گا۔'' لہوما نے خود سے دوبارہ کہا۔ درد ہوتا ہے تو ہونے دو۔ سوجن جتنی پیپ اکٹھی کر سکتی ہے کر لے۔ درد بھی ہو لے اس سے بھی زیادہ جتنا وہ برداشت کر سکتا ہے۔ سوجن پھیلتی چاہے اس کے دل تک چلی جائے۔ خدا عادل و منصف ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کسے مرنا اور کسے زندہ رہنا ہے۔ میں کل نیچے دھان کے کھیتوں تک جاؤں گا۔ اس نے خود کو ایک بار پھر بتایا۔ اسے لگا کہ وہ بٹ گیا ہے۔ وہ موت اور کھیتوں کے درمیان ہونے والی کشمکش میں بٹ گیا ہے۔ دھان کی فصل کسی صورت نظر انداز نہیں کی جا سکتی، خواہ اس کا پاؤں سوجتا۔ چیونٹیوں کی بڑی سے بڑی ٹیکری جتنا ہو جائے لیکن درد تھا کہ برداشت سے باہر ہوتا جا رہا تھا۔ ہر لمحے ٹیس اٹھتی اور اس کے گوشت کو چیرتی گزر جاتی۔ سوجا

پاؤں بھاری لگ رہا تھا۔ وہ تاجک پر جتنا زور لگائے گا' زخم کی حالت اتنی خراب ہوتی جائے گی۔ زخم پوری ٹانگ میں پھیل جائے گا۔ پیپ بہہ بہہ کر کھیتوں میں گرے گی۔ بدبودار خون اس کے تاجک کی دھار پر گرے گا۔ پوری ٹانگ ایک بہت بڑے پھوڑے میں بدل سکتی ہے۔ زخم کے گھٹنے تک پہنچنے کی دیر ہے کہ ٹانگ جھڑ کر گر جائے گی اور شاید پیپ پوری بے رحمی سے اس کے جسم میں سرکتی پھیپھڑوں اور دل تک جا پہنچے اور وہ فوت ہو جائے۔

لہوما کی نگاہیں دوبارہ دھان کے کھیتوں میں گڑ گئیں۔ اس کے اہل خانہ کے تاجکوں کے پھل پانی کی سطح سے ٹکراتے تو ایک پھوار اچھلتی۔ لہوما غنودگی محسوس کرنے لگا۔ کھیتوں کی بوائی ہو چکنے پر بھی خشک سالی آ سکتی ہے۔ دلدلی علاقے میں کون پانی ڈھو ڈھو کر لائے گا؟ اور پھر سیلاب بھی تو آ سکتا ہے۔ پنیری ہی غرقاب ہو جائے۔ بہتے پانی میں ہر طرح کا کوڑا کرکٹ ہوگا۔ خالی ٹین اور ایسی ہی دوسری چیزیں پانی اپنی موجوں میں پودے بہا لے جائے گا یا پھر اگر کوئی کوڑے کو اٹھا اٹھا کر کھیت کنارے ڈالنے کو نہ ہوا تو وہ کوڑے تلے دب جائیں گے۔ کوئی دیکھ بھال کو موجود نہ ہوا تو کھیت برباد ہو جائیں گے۔ یہ کام تو جیہا کر سکتی ہے اور جیہا اور ملیہا بھی۔ ساتھ ہی زینب' سیمک' لیہا' لیبار اور کیہا بھی ہاتھ بٹا سکتی ہیں۔ غنودگی کی ایک اور لہر آئی۔ اصل بات تو یہ تھی کہ خشک سالی اور تباہی سے وہی بچا سکتا ہے اور جب ہزاروں کی تعداد میں کیکڑے ہلہ بولیں گے تو یہ بچیاں انہیں کس طرح چن کر باہر نکالیں گی۔ فصل پکنے پر ہزاروں کی تعداد میں چیاک کے پرے اتریں گے تو بچیاں ان کے ساتھ کیسے نمٹیں گی؟ محض بانس لہرا کر تو ان سب کو نہیں بھگایا جا سکتا۔ چیاک اس کی کچھ زیادہ پروا بھی نہیں کرتی۔ ٹین کے خالی ڈبے بھی انہیں نہیں اڑاتے' ہانکیں بھی ان کیلئے کچھ زیادہ کافی نہیں ہیں۔

لہوما کی نگاہیں ایک بار پھر اپنے سوجے پاؤں پر پڑیں۔ اس نے ایک لمبی آہ بھری۔ جی چاہا کہ اس پاؤں کو کوٹے اور پھر کوٹتا چلا جائے۔ یا پھر استرا لے اور اسے کاٹ پھینکے پاؤں کو اس شدت سے بھینچے کہ نبا نگ کا پھنسا کانٹا بیچ سے باہر آ گرے۔

''لیہا! لیہا! لیہا!'' وہ پوری قوت سے چلایا۔ تینوں بچیاں دوڑتی ہوئی پہنچ گئیں۔

انہوں نے اپنے باپ کے ماتھے اور پورے جسم کو پسینے میں بھیگا پایا۔

''مجھے استرا لا کر دو!'' اس نے حکم دیا۔

لیہا حیران ہوگئی۔

''مجھے استرا لا کر دو!'' وہ دوبارہ چلایا۔

لیہا ہکا بکا کھڑی رہی۔ چھوٹی دونوں تو یوں رونے لگیں گویا استرا انہیں ذبح کرنے کو منگوایا جا رہا ہے۔

''استرا لاؤ'' وہ دہاڑا

لیہا ایک بار پھر حیرت زدہ ہوگئی۔ وہ سسکنے لگی۔ لہوما بچیوں کو سخت نگاہوں سے گھورنے لگا۔ اس کی وحشت بھری آنکھیں ابلی پڑتی تھیں۔

''جاؤ! جاؤ لے کر آؤ'' اس کی آواز نہایت درشت اور بے رحم تھی۔ رحم اور نرم دلی کی گنجائش ہی موجود نہیں تھی۔ بچوں کو روٹی دینا ہے تو پاؤں کو چیر کر کھولنا ہوگا۔ یہ پاؤں اس کی ساری کھیتی کی راہ میں رکاوٹ بنا جا رہا تھا۔ اسے چیرے بغیر گزارا نہیں۔ جمع شدہ پیپ نکالنے کا اور کوئی طریقہ نہیں۔ نبانگ کا کانٹا بہتی پیپ کے ساتھ ہی بہہ کر نکل سکتا ہے۔

لیہا آہستہ آہستہ چلتی کمرے میں گئی اور استرا اٹھا لائی۔ اس نے استرا اپنے باپ کو پکڑا دیا۔ چمکتی دھار دیکھ کر دونوں چھوٹیاں ایک بار پھر رونے لگیں۔ لہوما نے استرے کے دستے پر گرفت مضبوط کر لی۔ زخمی پاؤں اٹھا کر گود میں رکھا۔ سوج کی وجہ سے کھال زرد اور تنکی نظر آ رہی تھی۔ خود کو درد کیلئے پورے عزم سے تیار کرتے ہوئے اس نے استرا گوشت میں اتار دیا۔ گوشت کھل گیا۔ پیپ پھوٹ پڑی۔ اس نے گوشت کو یوں چیرا تھا گویا اس کا اپنا نہیں پھر اس نے پاؤں بار بار دبایا حتیٰ کہ اس کے ہاتھ کپکپانے لگے۔

''نکلو! باہر نکلو!'' وہ پاؤں میں موجود نبانگ کانٹے پر چلا رہا تھا۔

لیکن نبانگ کانٹا ابھی تک نظر نہیں آ رہا تھا۔

اس نے ایک بار پھر استرا اٹھایا۔ اس بار استرے کا پھل اندر دھنستا نبانگ کانٹے کے ایک سرے سے جا لگا۔ خوفناک درد کی لہر اٹھی لیکن اس نے خود پر قابو رکھا اور کام میں

لگا رہا۔ اسے پتا تھا کہ جب تک یہ کانٹا اندر موجود ہے کھیتی کا کام مکمل نہیں ہو پائے گا۔ پاؤں میں کانٹے کے گرد جمع درد رینگتا پورے جسم میں پھیلنے لگا۔ کانٹا اندر موجود رہا تو پودوں کی خیر نہیں۔ اس کے بچوں کو چاول ملنے کی کوئی ضمانت نہیں۔

وہ پاؤں کا تلوا دباتا چلا گیا۔ بے سکت ہاتھ مزید طاقت حاصل کرنے کو کپکپانے لگے۔ اس کے چہرے کی رگیں ابھر آئیں۔ پیپ بہتی رہی۔ اس نے ایک بار پھر دباؤ ڈالا۔ اس بار کم پیپ باہر نکلی۔ اس میں بدبودار خون کی سرخی بھی شامل تھی۔

لیکن کانٹا اندر ہی اٹکا رہا۔ باہر نہ آیا۔

لہوما کی طاقت جواب دے گئی۔ مکمل بے سکت لہوما لیٹ گیا۔ بچے جو اس سارے عمل میں باپ کا منہ دیکھتے رہے تھے کھسک گئے۔ درد جو پہلے پاؤں میں کانٹے کے گرد جمع تھا' رینگتا سارے جسم میں پھیلنے لگا۔ لہوما نے آنکھیں بند کر لیں۔ اس نے انہیں پوری قوت سے بھینچا ہوا تھا اور پلکوں پر سلوٹیں نظر آنے لگی تھیں۔ درد برداشت سے باہر تھا لیکن درد کی ان تشنجی لہروں میں بھی وہ آنے والی کل کا سوچ رہا تھا۔ اسے تاجک کا خیال آتا تھا جو اسے چلاتا تھا۔ اس نے سوچا کہ وہ کل پہنچ جائے گا لیکن درد کی ایک شدید لہر سے اس کی نبض بند ہو چلی تو اس نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔ ''میں کل پہنچ جاؤں گا۔'' اس نے ایک بار پھر سوچا۔ وہ اچانک اپنے پاؤں پر لپکا۔ سیدھا کھڑا ہو گیا۔ اس نے زخمی پاؤں مضبوطی سے اپنے گھر کے لکڑی سے بنے فرش پر جما دیا۔ وہ چلتا ہوا باورچی خانے کو گیا جیسے اس حادثے سے پہلے جایا کرتا تھا۔ پاؤں سے درد کی لہریں اٹھتی رہیں لیکن وہ رکا نہیں۔ پھر اس نے زخمی پاؤں کئی بار دہلیز پر مارا۔ پاؤں پوری قوت سے دہلیز پر مارا اور پھر وہیں ٹکا کر اسے دباتا چلا گیا۔ جیسے سوجن اور پیپ بھری کسی چیز کو ایک ہی بار اور ہمیشہ کو نکال پھینکنا چاہتا ہے۔ اس چیز کو جو پوری ڈھٹائی سے اس کے جسم میں گھسی ہوئی ہے' اس چیز کو لازماً اپنے گوشت اور خون سے نکال پھینکنا ہوگا۔ اس سرسراتے درد کو بھول جانا ہوگا۔ درد کا خیال تک ذہن سے نکال پھینکنا ہوگا۔ وہ کل نیچے کھیتوں میں جائے گا۔ جیہا' ملہا اور ثنا کے ساتھ مل کر اس چوتھے قطع پر کام ختم کرے گا۔

لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہ گھر کے ایک سے دوسرے کونے تک پاؤں زمین پر مارتا

چلتا رہا۔ درمیان لگے ستون کے پاس سے گزرا تو اچانک زخمی پاؤں اس پر دے مارا۔ خون پھوٹا اور ستون پر جا گرا۔ درد اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ یہ سب کچھ برداشت سے باہر ہوتا چلا جا رہا تھا لیکن لہوما لمبے لمبے ڈگ بھرتا ادھر سے ادھر اور پھر واپس چلتا رہا۔ وہ کھڑکی طرف لپکا۔ جیہا اور دونوں لڑکیاں گھر لوٹ رہی تھیں۔ اپنے اپنے تاجک کندھوں پر ڈال رکھے تھے۔ ان کے جسم کیچڑ میں لتھڑے ہوئے تھے۔ وہ مینڈھ پر ایک قطار بنائے چل رہی تھیں۔ لہوما کو لگا گویا اس کے کندھے پر بھی تاجک ہے۔ اس احساس نے پھوٹتی درد کو قدرے دبا دیا۔ اس نے اپنے پورے جسم کو چھو کر دیکھا گویا پسینے میں ڈوبے اس جسم پر بھی کیچڑ کے دھبے ہوں۔ کل وہ بھی دھان کے کھیت میں کیچڑ میں چل رہا ہوگا۔ گوشت کے ریشوں میں رچی اس درد کو بھی تو پتا چلے کہ لہوما کیا ہے۔ لہوما کے گوشت اور ہڈیوں میں رینگتا درد تھک کر خود ہی غائب ہو جائے گا۔ لہوما کو اچھی طرح خبر تھی کہ اس نے اب تک زندگی کی جدوجہد میں ناکامی نہیں دیکھی تھی۔ بچے پیدا ہونے سے پہلے بھی وہ مشکلات میں سے ہمیشہ فاتح بن کر نکلا تھا۔ اسے علالت بھول گئی تھی۔ دھوپ میں کھڑا ہونے سے ملیریا کا بخار از خود اتر جاتا تھا۔ دائیں ران پر نکلا پھوڑا بھی از خود پھٹ پڑا تھا۔ اس وقت وہ دھان کی فصل کٹ چکنے پر کھیت میں گڑے ٹھنٹھ کھاڑ رہا تھا۔ درد تو زندگی میں آزمائش ہے۔ درد تو زندگی میں ایک کھیل ہے۔ اسے وقعت نہیں دینا چاہئے۔ ذرا سی بھی نہیں۔ اسے جتنا محسوس کرو گے' یہ اتنا ہی بڑھے گا۔ زخم کی اس سوجن سے جتنا لاڈ کرو گے یہ اتنا ہی ابھرے گی۔ زخم پر جتنا دھیان دو گے اتنا ہی بگڑے گا۔ اس کی تو ٹکور بھی نرمی سے نہیں کرنی چاہئے۔ اسے نیم گرم مرہم نہیں لگانی چاہئے وہ خود کو درد سے کراہنے نہیں دے گا۔ لہوما نے سوچ لیا تھا کہ درد کو بڑھ لینے دو۔

اس نے دانت پیسے۔ لگتا تھا پاؤں میں موجود کانٹا سڑے گوشت کو چیرتا اندر گھس رہا ہے۔ گوشت درد سے یوں بجبجایا کہ لہوما کو شکست ماننا پڑی۔ شکست کا احساس ہوتے ہی اس نے ایک لمبا سانس لیا۔ اس نے جھک کر زخمی پاؤں کو نرمی سے تھپتھپایا۔ وہ فرش پر لیٹا اور دائیں کروٹ ہوگیا۔ جسم میں درد کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔ اس نے کروٹ بدلی اور زخمی پاؤں کو بل دیا۔ اٹھا' لیٹا اور پھر اٹھ بیٹھا۔ درد بے رحمی سے اٹھتا چلا آتا تھا۔ درد

MashalBooks.org

کی ناقابل برداشت لہروں کے درمیان لہوما کا دھیان بار بار بیلوکار میں لگی پنیری اور نامکمل پڑے کھیتوں کی طرف پلٹ جاتا لیکن وہ خیالات اتنی ہی تیزی سے غائب ہو جاتے۔ نبا نگ کانٹے کے گرد جمع شدہ درد کی ٹیسیں لے لیتیں۔ لہوما فرش پر لوٹنیاں لے رہا تھا۔ دائیں اور پھر بائیں ایک کروٹ لے کر وہ سیدھا بیٹھ گیا۔ وہ دوبارہ فرش پر لیٹا اور لوٹنیاں لینے لگا۔ اسے گلے میں عجیب سا احساس ہوا۔ اس نے ہاتھوں سے چھاتی پر دباؤ ڈالا۔ اسے فرشتے کا خیال آیا جو اسے لینے آئے گا۔ پھر قبر کی طرف دھیان گیا۔ لہوما ترکے میں چودہ ریلانگ چھوڑ کر اس دنیا سے جانے والا تھا۔ اس کے بعد سات یتیم بچیاں رہ جائیں گی۔ ایک بیوہ' کئی تاجک اور کھرپے اور بیلوکر کا پنیری تیار کرنے کا قطعہ ان کے علاوہ سب کچھ اس کے ذہن میں آیا اور تیزی سے گزر گیا۔

اچانک اسے اپنا جسم بھیگا ہوا محسوس ہوا۔ گیلی مٹی کی خوشبو سے اس کے نتھنے بھر گئے۔ اس نے اپنی دکھتی سرخ آنکھیں کھولیں۔ نگاہیں جیہا کے چہرے پر پڑیں۔ وہ قدرے کسمسایا پھر اس کی نظر ملہا اور ثنا کے چہروں پر پڑیں۔ سب کے چہروں پر کیچڑ کی خشک تہہ تھی۔ جیہا کے پیچھے زینب اور سیمک کھڑی تھیں جو ابھی ابھی سکول سے لوٹی تھیں۔ سب کی نظریں لہوما پر جمی تھیں۔

''پاؤں دکھ رہا ہے۔'' اس نے درد کی شکایت کی جس سے وہ ابھی تک لڑتا چلا آ رہا تھا۔

''پاؤں دکھ رہا۔'' اس نے ہمدردی طلب نگاہوں سے اپنے کنبے کی طرف دیکھ کر کہا۔

جیہا اپنے خاوند کے زخمی پاؤں کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے پاؤں اٹھا کر اپنی کیچڑ بھری گود میں رکھ لیا۔

ایڑی تک خون اور پیپ سے لتھڑے پاؤں کو پونچھتی وہ اسے نرمی سے تھپتھپاتی رہی۔ اس نے گرم پانی سے دھو دھو کر صاف کیا اور پھر آہستگی سے اسے ایک میلے سے تکیے پر رکھ دیا۔

لہوما نے دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے۔ درد کم ہو گیا تھا لیکن اب بھی نبض درد کے

ساتھ ابھرتی اور ڈوب رہی تھی۔

''میں کل نیچے جانے کے قابل ہو جاؤں گا۔''

جیہا اپنے خاوند کی بات سن کر ششدر رہ گئی لیکن اس نے منہ سے ایک لفظ نہیں نکالا۔ بچیاں گھر سے نکلیں اور سیدھی کنویں کی طرف گئیں۔

''میرا تا جک'' لہوما نے پوچھا۔

جیہا نے سر ہلایا۔

''گھر لے آئی تھی؟''

اس نے پھر سر ہلا دیا۔

''آج صبح کافی صفائی ہوگئی ہوگی۔''

جیہا چپ رہی۔ وہ کھیتوں پر کوئی بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس کے خاوند کا پاؤں بری حالت میں تھا۔ کانٹا ابھی تک اندر تھا۔

''تمہارے پاؤں کو کیا ہوا؟''

لہوما اوپر کی طرف نگاہیں گاڑھے خاموش رہا۔

''تم نے پاؤں میں چیرا دیا تھا؟''

لہوما چپ چاپ اوپر ہوا میں گھورتا رہا۔

''تم نے اپنے پاؤں میں استرے سے چیرا دیا تھا؟''

''اس کانٹے کو نکالنا تھا۔ چیرا تو دینا ہی تھا۔''

''لیکن استرے سے ہونے والا درد کانٹے سے بھی بدتر ہوتا ہے۔''

''آج کتنی زمین صاف ہوئی؟''

''تم نے اپنا گوشت کاٹا۔ پاؤں میں چیرا دیا۔ دیکھو! دیکھو۔'' فرش پر گوشت کے ریزے تھے۔ سوجن اور بھی بڑھ گئی تھی۔ کھال کھنچ کر چمکنے لگی تھی۔ سوراخ کے گرد خون جم گیا تھا۔ سوجن ٹخنے تک چلی آئی تھی اور اس پر کی کھال سرخ ہو چکی تھی۔ پنڈلی بھی سوجنا شروع ہو چکی تھی۔ اس کے بال کھڑے ہوگئے۔ گویا ایک دوسرے سے ہٹ چکے تھے۔ جیہا پنڈلی کی کھردری کھال سہلا رہی تھی جس کی سبز رگیں ابھر کر سامنے آ چکی تھیں۔

MashalBooks.org

سوجن اب کمر، پیٹ اور سینے تک چلی جائے گی۔ کانٹے کی بس سے ہونے والی درد میں گوشت کے بھنچنے اور استرے کے چیروں کی درد بھی شامل ہو چکی تھی۔ وہ لہوما کو اگلے دن کھیتوں پر جانے سے روکنا چاہتی تھی لیکن اسے علم تھا کہ نتیجہ کیا ہوگا؟ لہوما کو کھیتوں سے روکنے کی کوشش ایسے ہی تھا جیسے کسی متقی پرہیزگار حاجی کو جمعہ کی نماز کیلئے مسجد جانے سے روکا جائے۔ زندگی کھیتوں کے ساتھ لازم وملزوم تھی۔ لہوما نیچے کھیتوں تک جانا چاہتا تھا۔ چلے جانے دو۔ پاؤں کو میزونگ کے ٹھنٹھ لگیں گے تو خود ہی لوٹ آئے گا۔ لہوما ہی جانتا تھا کہ اسے کتنی درد ہے۔ اسے کل نیچے جانے دو۔ خود ہی ہوش میں آ جائیگا۔

جیہا اس سہ پہر کھیتوں کو واپس نہیں گئی۔ اپنے خاوند کی ٹانگ کو سینک دیتی رہی۔ اس نے پانی میں کچھ اور دوائیں بھی ملائیں۔ اس نے کئی بار سوجی ہوئی ٹانگ کو گرم کپڑے سے دبایا لیکن لہوما پوری سہ پہر چپ چاپ پڑا رہا پھر وہ اس کی ٹانگ کو ہولے ہولے تھپتھپاتی رہی حتیٰ کہ لہوما کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ پھر بڑی احتیاط سے جیہا نے پاؤں گود سے اتارا اور تکیے پر رکھ دیا اور آہستگی سے اس کے پاس سے اٹھ گئی۔

اس سہ پہر لہوما کا کھیت ویران رہا۔ کوئی میزونگ کٹ کر نہ گری۔ نہ خارپشت گھاس پانی پر تیرتی نظر آئی۔ مٹی کا ڈھیلا تک نہ ہلایا گیا۔ جیہا کھیتوں میں نہیں گئی تھی اور نہ ہی ثنا اور ملہا۔

ساری سہ پہر لہوما درد سے دوہرا ہوا پڑا رہا۔ اس کی ٹانگ سوج کر ایریکانٹ کے تنے جتنی موٹی ہوگئی تھی۔ اسے شکست کھانا ہی پڑی تھی۔ اس اذیت کے سامنے اس کی ہٹ دھرم روح بھی شکست کھا گئی تھی۔ اس کے باوجود جب جیہا اس کے پاؤں پر سے خون اور پیپ صاف کرنے آئی تو وہ متواتر بڑبڑاتا رہا کہ اس سہ پہر اس کا تاجک لازماً تیز کر دیا جانا چاہئے۔ مینڈھ پر اس سہ پہر گیلانگ لازماً کھد جانا چاہئے۔ اسے کل لازماً اپنا تاجک لینے کھیتوں پر جانا ہے۔ اسے ہر حال میں چوتھے کھیت کی صفائی کا کام مکمل کرنا ہے۔

''ٹوک پنگھولو یقیناً ہماری مدد کرے گا۔'' اس نے اچانک درد کی کراہٹیں روک کر کہا۔

جیہا کو مغرب کی طرف ٹوک پنگھولو کے کھیتوں سے آنے والی ٹریکٹر کی آواز کا خیال آیا۔

''میں نے کئی موقعوں پر اس کی مدد کی ہے۔ اس کے کنڈیالے سینگوں والی بھینس میں ہی واپس لایا تھا۔ میں نے سبز بید سے کئی بار اسے بھینسوں کے پھسلواں پھندے والے رسے بنا کر دیئے ہیں۔ پچھلے برس اس کے پنیری والے پورے رقبے کے گرد میں نے ہی بانس گاڑ کر باڑ لگائی تھی۔ ہمیں ٹوک پنگھولو کو مدد کیلئے کہنا ہوگا۔''

جیہا کشمکش میں تھی۔ اگر ٹوک پنگھولو نے انکار کر دیا اور راضی نہ ہوا تو شرمندگی ہوگی۔ اسے اس خیال سے وحشت ہو رہی تھی کہ وہ محض اس لئے ان کی مدد کرے کہ وہ آسانی سے انکار نہیں کر سکتا۔ ابھی اس کے اپنے کئی کھیتوں کا کام نامکمل تھا۔ اس کے پاس ایک ہی ٹریکٹر تھا جو اس نے کبھی کسی کو ادھار نہیں دیا تھا۔

''کس طرح کی مدد؟'' جیہا نے انجان بنتے ہوئے پوچھا۔

''ہمارے دھان کے کھیتوں پر کام بروقت ختم کرنے میں مدد۔'' لھوما نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔

ٹانگ میں درد کی اٹھنے والی ایک نئی لہر نے اس کا چہرہ مسخ کر دیا تھا اور ٹانگ جو درد سے سوج کر ایریکانٹ کے تنے جتنی ہوگئی تھی۔

''مگر میں یہ کام خود مکمل کر سکتی ہوں۔'' جیہا نے سنجیدہ لہجے میں احتجاج کیا۔ وہ واقعی تا جک سے پوری زمین بوائی کیلئے صاف کر سکتی تھی۔ اور پھر اس کا ساتھ دینے کو ثنا اور ملہا بھی موجود تھیں۔

جیہا کو اپنی قوت پر یقین تھا تو پھر کسی دوسرے سے مدد کیلئے کیوں کہا جائے۔ اگر مدد کیلئے ان کی درخواست مان لی گئی تو الحمدللہ لیکن اگر انکار ہوگیا تو عمر بھر کی شرمندگی۔ اپنی عمر بھر کی غربت کو دیکھتے ہوئے جیہا اسی انداز میں سوچ رہی تھی۔

''ٹوک پنگھولو معاملہ سمجھ جائے گا اور اسے ہماری مدد کرنے میں کیا مسئلہ ہوسکتا ہے؟''

''خود اس کے اپنے کھیت ابھی بوائی کیلئے تیار نہیں۔''

MashalBooks.org

''لیکن اس عرصے میں ہمارا بوائی کا وقت نکل جائے گا۔'' لہوما کی آواز ابھری۔

''مجھ پر چھوڑ دو۔'' جیہا کے لہجے میں ذمہ داری کا احساس تھا۔

''میں بتائے دیتا ہوں۔ ہمیں دیر ہو جائے گی۔'' اس بار آواز زیادہ اونچی تھی۔

''میں ہوں' ثنا ہے' ملہا ہے''

''دیر ہو جانے کی صورت میں کئی طرح کے خطرے ہیں۔ دوسرے پنیری لگا رہے ہوں گے تو ہم ابھی صفائی میں لگے ہوں گے۔ دوسرے تلف ہو جانے والے پودوں کی جگہ پر کر رہے ہوں گے تو ہماری پنیری لگ رہی ہو گی۔ کیکڑے ہماری فصل پر ٹوٹ پڑیں گے۔ دوسرے کھیت کٹ چکے ہوں گے اور تمام چپاک بھی ہماری فصل پر پڑے گا۔ دوسرے نئی فصل سے تہوار منائیں گے اور ہمیں بھوسے پر گزارا کرنا ہوگا۔'' لہوما بڑبڑایا۔ درد کی شدت سے اس کے چہرے پر گہری لکیریں کھنچی جاتی تھیں۔

جیہا ایک بار پھر تذبذب میں پڑ گئی۔ اس کا خاوند کھیتوں کی تیاری کا کام اس پر نہیں چھوڑے گا۔ اس کے خاوند کو اس پر اعتماد نہیں لیکن جیہا نے بھانپ لیا تھا کہ اس کے خاوند کو بالآخر کھیتی کے سلسلہ میں اسی کے کام اور قوت پر اعتماد کرنا ہوگا۔ وہ ساری زمین بغیر لہوما کی مدد کے صاف کر سکتی تھی۔ لہوما کی عدم موجودگی میں بھی وہ پنیری اکھاڑ سکتی تھی۔ اس کے بغیر بھی وہ تیار کھیتوں میں پنیری گاڑ سکتی تھی۔

ہمیں ٹوک پنگھولو کا ٹریکٹر لینے میں کیا مشکل ہے۔ فصل اٹھانے پر ادائیگی کریں گے۔''

''لیکن ٹوک پنگھولو ہمیں کرائے پر ٹریکٹر نہیں دے گا۔''

''میں کئی موقعوں پر اس کے کام آیا ہوں۔''

''لیکن اس نے کبھی ہماری مدد نہیں کی۔''

''وہ ٹوک پنگھولو ہے۔''

''وہ تمہارے پاؤں کی خبر گیری کو آیا؟ یا اس نے کبھی پوچھا۔ تمہارا پاؤں اب کیسا ہے؟ کسی دوا کی تلاش میں مدد دی؟ اپنا پاؤں دیکھو' اپنی ٹانگ دیکھو۔ سوج کر ہاتھی کی سی ہو رہی ہے۔''

MashalBooks.org

لہوما کو اپنے پاؤں کا خیال آیا جسے وہ اس گفتگو کے دوران بھول گیا تھا۔علی کیتوپی لانگ کاظم اور دوسرے لوگوں کو تو الزام ہی کیا دینا بنگل دراپ گاؤں کی ساری آبادی اپنے دھان کے کھیتوں میں جتی ہوئی تھی۔عورتیں بوائی کیلئے زمین تیار کر رہی تھیں اور مرد جڑی بوٹی صاف کرنے میں مصروف تھے۔انہیں کھرپے اور ہل سے ہی فرصت نہیں تھی۔ لگتا تھا کہ ایک دوڑ ہے جس میں ہر کوئی آگے نکلنے کی کوشش میں لگا ہے۔ ہر کسی کو ڈر ہے کہ پیچھے نہ رہ جائے۔کوئی نہیں چاہتا کہ اس کے پودوں کی جڑیں کیکڑوں کی نذر ہو جائیں۔کوئی نہیں چاہتا کہ ان کے کھیت چپاک کھا جائیں۔ بے موسم ہونے کی صورت میں سیلاب ان کی فصلیں ڈبو دے گا۔ دیر ہونے کا مطلب ہے ان کیلئے بھوسا بچے گا۔ لہوما پوری قوت سے کراہ سکتا تھا۔ چاہتا تھا کہ زور زور سے چیخے۔ ہمسایوں کے پاس اس کیلئے وقت نہ تھا۔ وہ صرف اس کی موت پر کچھ وقت نکال سکتے تھے اور وہ بھی مجبوراً مگر موت تو صرف ایک بار آتی ہے۔'' لہوما نے خود سے کہا۔ اس کے مرنے پر یقیناً ٹوک پنگھولو بھی کچھ دیر کو اپنا ٹریکٹر چھوڑ دے گا۔علی پنگھولو یقیناً نہلانے کے تختے لیتا آئے گا۔ لانگ کاظم اور اس کی بیوی بھی کفن دینے کو کپڑا پھاڑنے میں مدد کریں گے۔ایک ہجوم ہوگا۔ قبر کھدے گی۔ تختے بچھائے جائیں گے۔ آخری غسل دیا جائیگا۔ تختے اٹھا دیئے جائیں گے۔ پھر نماز جنازہ کی رسوم ادا ہوں گی لیکن لہوما کے خیالات یہیں تک نہیں محدود نہ رہے کفن کے لئے چادریں پھاڑنا ان کا مسئلہ ہے اس کا نہیں لیکن اس کے مرنے کے بعد دھان کے چودہ ریلانگ رقبے کا کیا بنے گا۔سب سے چھوٹی کیہا کا کیا بنے گا۔ لہوما کو اپنی بچیوں کا خیال آیا۔ اس نے اپنے کھیتوں کا سوچا جنہیں مین رانگ ڈھانپ لے گی جن پر کیکڑے اور چپاک ہلہ بول دیں گے۔ جیہا اس طرح یہ سب کام نہ کر پائے گی جس طرح وہ کرتا رہا ہے' وہ بہرحال عورت ہے۔ وہ تمام کام خود سے نہیں کر سکتی۔ اولاد بھی تھی تو صرف لڑکیاں۔عورت کے بازو بہرحال کمزور ہی ہوتے ہیں۔عورت کی ٹانگ کی ہڈی میں بآسانی مروڑ آ سکتا ہے۔ پسلیاں بھی کمزور ہیں۔لہوما کو اتنا تو بہرحال علم تھا کہ عورت کمزور ہوتی ہے۔آدم اور حوا کے وقت سے عورت کمزور چلی آ رہی ہے۔

''ہمیں ٹوک پنگھولو سے مدد کیلئے کہنا ہی ہوگا۔'' اس نے دوبارہ کہا۔

جیہا خاوند کی ٹانگ پر مالش کرتی رہی۔ وہ گنگ تھی۔ اسے ٹوک پنگھولو کے ردعمل کا اندازہ تھا۔

میں ساری زمین اپنے تاجک سے تیار کروں گی۔'' اس نے بڑے جرأت مندانہ انداز میں کہا۔

لہوما نے بیوی کے چہرے پر ٹکٹکی باندھ لی۔ اس کے بکھرے بالوں اور چہرے پر تنی کھال کو بغور دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں۔ پپوٹے سرخ اور سوجے ہوئے تھے۔ گردن پر کیچڑ کی پپڑیاں تھیں۔ جیہا اور اس کا برسوں کا ساتھ تھا اور اب ان کی سات بچیاں تھیں۔ خیالات ازخود اس کے ذہن میں آتے چلے گئے لیکن لہوما فقط اس کی بیوی اور اس کی سات بچیوں کی ماں نہیں تھی۔

جیہا کسان بھی تھی جسے دھان کے کھیت کی قدرو قیمت معلوم تھی۔ جیہا چاول کے متعلق سب جانتی تھی جس پر ان کی زندگی کا دارومدار تھا۔ جیہا نے برسوں تاجک چلایا تھا۔ لہوما کا اپنے بیوی پر اعتماد بحال ہونے لگا۔ اسے یاد آیا کہ اس دن وہ بیلوکر میں ناگ پر کس طرح جھپٹا تھا۔ جیہا کو کھو دینے کا مطلب دایاں ہاتھ کھو دینا ہے۔ اس کے مرنے پر جیہا بیوہ ہو جائے گی' سات بیٹیوں کی بیوہ ماں' ایک بھی بیٹا نہیں۔ دھان کے چودہ ریلانگ کی دیکھ بھال بھی اسے ہی کرنا ہوگی اور سات بیٹیوں کی بھی۔ لہوما نے ساری ذمہ داری جیہا پر ڈال دی۔ دھان لگانے کو زمین وہی تیار کرے گی۔ سب کچھ اسے ہی کرنا تھا۔ کوئی اور تھا ہی نہیں۔

وہ ٹکٹکی باندھے بنظر غائر بیوی کے چہرے کو دیکھتا رہا۔ پھر اچانک ماحول بدل گیا۔

جیہا کی آنکھوں سے آنسو ٹپکے اور لہوما کی سوجی ٹانگ پر گرنے لگے۔ دو ایک آنسو ٹانگ پر سے پھسلتے ہوئے نیچے بہہ گئے۔

''میری ٹانگ میں تکلیف ہے۔''

جیہا نے ٹانگ پر سنیک کیا۔

درد اور بھی زیادہ ہوگیا ہے۔ سینک سے کچھ فائدہ نہیں۔ کانٹا باہر آنے کا نہیں' پیپ کی وجہ سے ادھر ادھر ہوگیا ہے۔''

''لیکن سینکنا بند نہیں کرنا چاہئے۔ گوشت کے نرم پڑنے پر کانٹا از خود نکل آئے گا۔''

''تمہیں کل ہر صورت کھیتوں میں جانا ہوگا۔ ثنا' ملہا اور زینب کو ساتھ لیتی جانا۔ مجھے دوسری بچیوں کے ساتھ گھر پر رہنے دو۔ اس سال ہمیں ہر حال میں بوائی وقت پر مکمل کرنا ہے۔''

جیہا نے بس سر ہلا دیا۔ سہ پہر بھی کٹ گئی تھی۔ ان کا خاموش اور قدرے الگ تھلگ گھر سورج سے آتی قدرے گرم روشنی میں نہا گیا۔ روشنی مدھم پڑتی گئی۔

دھندلکا رینگتا ہوا گھر کے گرد چڑھنے لگا اور اس کی خاموشی قدرے اور گہری ہوگئی۔ دھندلکے کے تاریکی میں بدلنے کے ساتھ ساتھ لہوما کی درد بھی شدید تر ہوتی گئی۔ نماز مغرب کے وقت درد عروج پر تھا۔ لہوما کو کسی لمحے قرار نہ تھا۔ وہ فجر تک ساری رات بے آرام رہا۔

MashalBooks.org

باب 7

حسب معمول صبح خوشگوار تھی لیکن یہ خوشگوار صبح لہوما کے لئے نہیں تھی۔ صبح کیسی بھی ہو اس کی ٹانگ میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔ جیہا نیچے دھان کے کھیتوں پر جا چکی تھی۔ ثنا اور ملہا بھی اس کے ساتھ تھیں۔ زندگی کا تقاضا یہی تھا کہ وہ کھیتوں پر جائیں۔ لہوما نے بھی انہیں ایسا ہی کرنے کا حکم دیا تھا۔ کھیت بہرحال اہم تھے۔ لہوما گھر پر بے بس پڑے کراہتا رہے لیکن کھیتوں کی صفائی ناگزیر تھی۔ جیہا کے پاس اپنے خاوند کی زخمی ٹانگ کی مالش اور اسے دبانے کا وقت نہیں تھا۔ ذرا بھی فراغت نہیں۔ خود لہوما بھی نہیں چاہتا تھا کہ جیہا اس کی خاطر گھر بیٹھ جائے۔ درد اس کی ٹانگ میں تھی اور اسے ہی برداشت کرنا تھی۔ اس جیسے کسانوں کو ایسے مصائب سے گزرنا ہی پڑتا تھا۔

خاوند کو اس حالت میں اکیلے گھر چھوڑتے خود جیہا کا جی بھی بھاری ہو رہا تھا۔ اس کی ٹانگ مستقل سینکنے کی ضرورت تھی لیکن دھان کے کھیتوں کو نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ زندہ رہنے کو ایسی ہی جدوجہد کرنا پڑتی تھی۔ لہوما بیمار پڑ سکتا تھا۔ اس کی موت بھی واقع ہو سکتی تھی لیکن جیہا کو پختہ یقین تھا کہ ابھی اس کے خاوند کا وقت پورا نہیں ہوا اور وہ خود بھی ابھی جیئے گی ملہا' زینب' سیمک' لیہا' لیبار اور کیہا کسی کو ابھی کچھ نہیں ہونے والا۔ ان کی سانس چلتی رہے گی۔ پھوڑا لہوما کے سارے جسم پر بھی پھیل جائے تو خون ان کی رگوں میں دوڑتا رہے گا۔ دھان کے کھیتوں میں بوائی بھی ضرور ہوگی۔ ہر مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ فصل کی کٹائی کرنا ہوگی اور پھر اسے کوٹھیار میں بھی لانا ہوگا۔

ذہن میں یہی خیالات لیے جیہا اپنا تا جک لہراتی رہی۔ کبھی کبھی وہ رکتی اور ملہا اور

ثنا کو دیکھ لیتی۔ اس کی یہ بچیاں بہرحال اس سے زیادہ عرصہ جئیں گی۔ یا شاید جلد ہی بیاہ کر چلی جائیں گی لیکن شادی کے بعد بھی انہیں دھان کے چودہ ریلانگ پر کام کرنا ہوگا۔ اس کا تاجک متوار لہرا رہا تھا۔ تاجک پانی کی سطح پر چھپلایا اور پھوار اس کے کپڑوں اور چہرے کو بھگو گئی لیکن وہ تاجک لہراتی چلی گئی۔ اس نے پلٹ کر کھیت کو دیکھا جو ابھی تک گھاس پھونس سے اٹا ہوا تھا۔ اس نے کھیت کی دور ترین منڈیر پر نظر دوڑائی کھیت کے بڑے حصے کو ابھی تاجک کی دھار نے چھوا تک نہیں تھا۔

''ٹوک پنگھولو انہیں ٹریکٹر استعمال نہیں کرنے دے گا۔'' اس کے ذہن میں خیال آیا۔

ایک لمحے کو اسے اپنے عورت ہونے کا خیال آیا تو حوصلہ جواب دے گیا لیکن اس نے اگلے ہی لمحے ذہن سے یہ خیال جھٹک دیا۔ عورت ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ پورا کھیت ایک سے دوسرے کنارے تک صاف کرے گی۔ اس کے خاوند کی زندگی لے لی جاتی ہے تو وہ بچیوں کو پالے گی۔ وہ اپنے طور پر محنت کرے گی۔ اس نے دانت کچکچائے گویا وہ میزونگ اور خار پشت گھاس ان کے درمیان کچل ڈالے گی۔

دونوں لڑکیوں نے تاجک روک لیے۔ جیہا نے انہیں کچھ دیر کو مینڈھ پر ستا لینے کو کہا۔ لڑکیاں دھوپ میں بیٹھ کر کیلے کھانے لگیں۔ ان کے نوخیز چہروں پر پسینہ چمک رہا تھا۔ جیہا نے وہ پسینہ دیکھا۔ اس نے خود اپنا پسینہ پونچھا۔ وہ خود لڑکی تھی تو اسے بھی کھیت کنارے اس طرح دھوپ میں جلنا پڑا تھا۔ اس کی جلد کالی پڑ گئی تھی۔ اس کے پٹھے مضبوط ہو گئے تھے۔ اس کے گالوں پر سے کیلے کے نوخیز پودوں کے تنوں کی سی چمک جلدی ماند پڑ گئی تھی۔ اس کی ٹانگوں پر جونکوں اور حشرات الارض کے کاٹنے کے نشان تھے۔ اس کی ان بیٹیوں کا نصیب بھی ایسا ہی تھا لیکن ان کے سے کسان کی بیٹیوں کی خوبصورتی کس کام کی' جیہا کو خیال آیا۔ مرد بیوی کیلئے ادھر ادھر دیکھتے ہیں تو ان کا دھیان خوبصورتی پر نہیں ہوتا۔ اس کی ان بیٹیوں کی جلد سانولی ہو جائے اور ایڑیاں پھٹ جائیں' لوگ پھر بھی رشتہ مانگیں گے۔ انہیں صرف ثنا اور ملہا کی قوت کار درکار ہوگی۔ ثنا تاجک چلا سکتی ہے اور ملہا بھی۔ انہیں دھان کے کھیتوں میں کھڑے کیچڑ اور جونکوں کا خاصا

تجربہ ہو گیا تھا۔ وہ چمٹی جونکوں کو اتنی مہارت سے الگ کرتیں کہ بال تک نہ ہلتا۔ تیز دھوپ ان کیلئے چاندنی تھی۔ ثنا اکیلی اپنے تاجک سے پانچ ریلانگ صاف کرسکتی ہے اور اکیلی ملہا بھی پانچ چھ ریلانگ تو کرہی لے گی۔ اگر ثنا اور ملہا جیسی لڑکیاں کیچڑ میں پھرنے اور جونکوں سے ڈرنے لگیں تو پھر ان کی زندگی کس کام کی۔

ملہا گھر جا کر اپنے باپ کی ٹانگ سینکو،'' جیہا نے حکم دیا۔

ملہا اٹھی اور سیدھی گھر کو ہولی۔ اس کے باپ کی ٹانگ کو صاف کرنا اور سینکنا ضروری تھا۔ چھوٹی بہنوں کو نہلانا اور کھانا کھلانا بھی لازم ہے۔

اس لڑکی کی رفتار خاصی تیز ہے۔ ہوسکتا ہے لہوما کے پاؤں کی سوجن کم ہوگئی ہو۔ ممکن ہے کہ گوشت نرم پڑ جانے سے کانٹا از خود نکل گیا ہو۔

جیہا دوبارہ کھیت میں داخل ہوگئی اور تاجک چلانے لگی۔ ثنا بھی اس کے پیچھے کھیت میں اتر گئی۔ ماں بیٹی کے تاجک چلنے لگے ادھر ادھر دوسرے لوگ بھی تاجک چلاتے دیکھے جا سکتے تھے۔ مغرب میں کچھ لوگ ہل چلا رہے تھے۔ ہلوں میں جتی بھینسوں کو اور تیز چلانے کیلئے وہ ان کے پہلوؤں پر چھڑیاں چلا رہے تھے۔ زمین میں دھنسا پھالا اسے پھاڑتا چلا جا رہا تھا۔ آسمان پر چلتا سورج کافی اونچا ہو گیا تھا لیکن کسانوں میں سے کسی نے گھر کا رخ نہیں کیا تھا۔ ٹوک پنگھولو کے کھیتوں میں چلتے انجن کو دیکھا اور سنا جاسکتا تھا جیسے درد میں مبتلا گینڈا دہاڑ رہا ہو۔ ٹریکٹر اور اپنے تاجک کے تقابل میں اس نے خود کو بہت چھوٹا محسوس کیا۔ اگر ٹریکٹر اس کے لئے دھرتی کا سینہ چیر دے تو اس کا کام کتنا آسان ہو جائے گا۔ میزونگ اور خار پشت گھاس کے جنگل کے جنگل صاف ہو جائیں گے لیکن اگلے ہی لمحے جیہا نے ٹریکٹر کی آواز نظر انداز کر دی۔ ان کیلئے آٹھ سے دس ڈالر فی ریلانگ بہت بڑی رقم تھی۔ اتنی رقم دیکھنے کو بھی شاید ہی ملے جیہا اس رقم کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ میزونگ اور خار پشت گھاس سے اس کی اپنی ہڈیوں پٹھوں کو ہی لڑنا ہوگا۔

جیہا نے سورج کے قدرے ڈھل جانے سے پہلے گھر کا رخ نہ کیا۔ سہ پہر تینوں نے ذرا دیر سے کھیتوں کا رخ کیا تھا۔ اگلی صبح وہ پھر کھیتوں میں تھی۔ اس سے اگلی صبح بھی

وہ صبح صبح کھیتوں کو نکل گئیں۔ سہ پہر کو انہوں نے دوبارہ کھیتوں کا رخ کیا۔ جسم اور کپڑوں پر پڑنے والے گارے اور چپچپے پانی سے جیہا کبھی بیزار نہ ہوئی تھی۔

انہوں نے چوتھا قطعہ بھی ختم کرلیا۔ پھر پانچواں صاف ہوا۔ چھٹا بھی صاف کرلیا گیا۔ اب وہ ساتویں قطعے کے وسط میں کام کر رہی تھیں۔ شروع میں تڑخ جانے والی ہتھیلیاں اب سخت ہوگئی تھیں۔ جونکیں بھی اب پہلے کی سی دلیر اور نڈر نہ رہیں تھیں۔ لگتا تھا ان کے گوشت کے ذائقے سے بیزار ہوگئی ہیں۔ ان کا گوشت پٹھوں کی صورت ڈھل گیا تھا۔ ان کے چہرے اور ہاتھ سنولا گئے تھے' جلد خشک ہوگئی تھی اور اس پر گرد کی تہہ تھی انہوں نے ساتواں قطعہ بھی صاف کرلیا تھا۔

گھر پر لہوما نے ہلنے اور کھڑے ہونے کی کوشش کی لیکن اس نے بڑھتی ہوئی کمزوری اور نقاہت کا ادراک کرلیا۔ درد بھی بڑھتی چلی جارہی تھی۔ اب اس کی دو ٹانگیں جسم کا بوجھ اٹھانے سے عاری تھیں۔ سوجن بڑھتی ہوئی ران تک چلی آئی تھی۔ پیپ بدبو دینے لگی تھی اور سارا گھر اس سے بھرا محسوس ہوتا تھا۔ لہوما نے گھسٹتے سرکتے کسی ایسی جگہ ہونے کی کوشش کی جہاں سے دھان کے کھیتوں پر نظر پڑتی رہے۔ پہلے پہل وہ کھڑکی کے ساتھ لگ کر بیٹھنے میں کامیاب ہو جاتا تھا لیکن کچھ دیر کے بعد سوجن سرکتی کولہوں تک چلی آئی۔ اب وہ بیٹھ بھی نہیں سکتا تھا لیکن سوجن تھی کہ بڑھتی اوپر کو سرکتی جارہی تھی۔

ایک ماہ سے گھر میں گھرے لہوما نے شدید لاچاری محسوس کی۔ اس کے گھر میں کوئی کشش نہ تھی۔ لہوما کے گھر زیادہ سے زیادہ چند گھنٹے آرام کرنے کی جگہ رہی تھی۔ اس کے لئے رات کی پناہ گاہ تھی۔ اس سے پہلے کبھی لہوما یوں مہینہ بھر گھر کی چار دیواری تک محدود نہ رہا تھا۔ اس نے زندگی کا بیشتر وقت کھیتوں میں گزارا تھا۔ لہوما کھڑکی کے نزدیک پڑا رہا۔ صرف اس کھڑکی میں سے وہ باہر کی دنیا کا نظارہ کرسکتا تھا۔ دور تک پھیلے دھان کے کھیتوں کا نظارہ وہ دھوپ میں مشقت کرتی ثنا اور ملہا کو دیکھ سکتا تھا۔ لہوما نے کوشش کی کہ اپنی اذیت بھول جائے۔ اس نے کوشش کی کہ ذہن سے پھوڑے کی ٹیسیں کھرچ ڈالے۔ اس نے آنکھیں سختی سے بھینچ لیں۔ اس لمحے وہ دھان کے کھیت میں تھا۔ اس کے ہاتھ میں تاجک دستے تک بھیگا ہوا تھا۔ اس نے تاجک لہرایا۔ ایک ہی وار میں

گھاس کا گٹھا کٹا اور زمین پر لیٹ گیا۔ وہ اپنی پنڈلی سے چمٹی جونک چھڑانے کو نیچے جھکا۔ جونک ہوا میں اچھال دی۔ ہوا میں سرسراہٹ کی ہوا دیتی جونک دور جا گری۔ لہوما کا تاجک دوبارہ لہرایا۔

لہوما کو لگ رہا تھا کہ وہ چاروں کام کرتے رہے تو یہ کام بہت جلد ختم ہو جائے گا۔

وہ جیہا کی طرف مڑا۔ جیہا نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ ثنا اپنے ماں باپ کو دوبارہ تندرست ہوتے دیکھ کر تاجک چلاتے رک گئی۔ لہوما کو لگتا تھا کہ پچھلے سال کی نسبت ان کی فصل بہتر رہے گی۔ چاروں کو طاقت ملے گی تو وہ کسی بھی آفت کا مقابلہ کر لیں گے۔ ہزاروں کیکڑے آ جائیں۔ سب کو ابال کر جلا ڈالیں گے حتیٰ کہ اس مخلوق میں سے ایک بھی باقی نہ بچے گا۔ دھان کا سارا موسم بھی خشک رہے تو وہ بالٹیوں میں پانی لا کر اپنے کھیت سینچیں گے۔ گھٹنوں گھٹنوں سیلاب بھی آ جائے تو وہ مینڈھیں اتنی اونچی کر دیں گے کہ اس کا منہ پھر جائے۔ وہ ایک ڈیپا چوڑا گیلانگ کھودیں گے کہ سیلابی پانی اس میں سے ہوتا' نالے میں بہتا دریا سے جا ملے گا۔ لاکھوں چپاک آ نکلیں وہ سارا کنبہ انہیں اپنی ہانکوں سے ڈرا کر بگھا دے گا۔ ساری چودہ ریلانگ زمین پر وہ جگہ جگہ ٹن کے خالی ڈبے باندھ دیں گے۔ وہ انہیں اپنی پوری قوت سے بجائیں گے۔ آواز پورے بنگل دراپ میں گونجے گی۔ ٹوک پنگھولو سمیت سب کو پتا چل جائے گا کہ دشمن کا سامنا کرنے کو لہوما کے پاس ایک پوری فوج ہے۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ فوج عورتوں پر مشتمل ہے۔ لہوما اپنے سب ازلی دشمنوں کو کچل دینا چاہتا تھا۔

ٹانگ میں اٹھنے والی ایک ٹیس نے لہوما کو خواب سے باہر کھینچ لیا۔ ٹانگ کا درد ناقابل برداشت تھا۔ سکون دہ خواب' باہر نکلنے کو زور مارتی جمع شدہ پیپ کی ٹیس میں غائب ہو گیا تھا۔ ''حقیقت کی دنیا میں واپس آیا تو اسے اپنا دل خالی خالی سا لگا۔ اس نے کھڑکی کی چوکھٹ سے لگ کر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن کولہوں میں شدید دکھن ہونے لگی۔ سوجن دوسری ٹانگ میں بھی پھیل چکی تھی۔ سوجن روز بروز پھیلتی جا رہی تھی۔

نیچے دھان کے کھیتوں میں جیہا اور اس کی بیٹیاں' رونی اور میزونگ سے نبرد آزما تھیں۔ لہوما بھی پیپ اور بنا نگ کانٹے سے اٹھنے والی ٹیسوں سے نبرد آزما تھا۔

MashalBooks.org

اس نے کھڑکی کی چوکھٹ سے ٹیک لگا کر بیٹھنے کی کوشش کی لیکن کولہوں کی درد نے لاچار کر دیا۔ سوجن نے دوسری ٹانگ کو بھی لپیٹ میں لے لیا۔ روز بروز سوجن تھی کہ پھیلتی جا رہی تھی۔

نیچے دھان کے کھیتوں میں جیہا اور اس کی بیٹیاں، رونی اور میزونگ سے نبرد آزما تھیں۔ لہوما بھی پیپ اور نبانگ کانٹے کی درد سے لڑ رہا تھا۔ جیہا نے ملہا اور ثنا کے ساتھ مل کر کھیت کا کافی بڑا حصہ صاف کرلیا تھا اور ادھر گھر پر پڑے لہوما کے جسم پر سوجن پھیلتی چلی جا رہی تھی۔ نچلا سارا دھڑ سوج گیا تھا۔ اب تو وہ گھسٹ کر کھڑکی تک بھی نہیں جا سکتا تھا۔ زینب اور سیمک نے سکول جانا بند کر دیا تھا۔ ان کا باپ اپنی جگہ لیٹے لیٹے نہا لیتا تھا۔ بول و براز وہیں کرتا تھا۔ وہیں کھاتا پیتا تھا لیکن جیہا کھیتوں کے کام پر جاتی رہی۔ جڑی بوٹیوں کی صفائی کا کام مکمل ہوگیا۔ اب لہوما سے ہلا تک نہ جاتا تھا۔ اس کی آنکھیں چھت پر لگی رہتی ہیں۔ جسے مکڑی کے جالوں اور دھوئیں نے ڈھانپ لیا تھا۔ اس نے اپنی آنکھوں سے کھڑکی سے جھانک کر دھان کے کھیتوں کے لمس کو محسوس کرنا بند کر دیا تھا۔ لہوما کو طیش آتا تو جلد ہی ناقابل برداشت اذیت میں ڈوب جاتا۔ بس پڑا چھت کو گھورے چلے جاتا۔ کبھی کبھار چھت پر پڑی بانس کی کڑیاں گننے لگتا گویا اپنی چودہ ریلانگ زمین کے قطعات گن رہا ہو۔ کمرے میں سڑاند ٹھہر گئی تھی۔ لہوما دل چھوڑ بیٹھا تھا۔ اس نے دھان کے کھیتوں پر سے ٹک ٹکی ہٹا لی تھی۔ دھیرے دھیرے تاجک کا خیال دھندلاتا چلا گیا۔ رفتہ رفتہ کھیتوں کی رونی بھی تصور سے نکل گئی۔ اسے دھان کے قطعات کو ڈھانپ لینے والی میزونگ اور خارپشت گھاس کا خیال بھی نہ آتا تھا۔ شدید درد نے ان سارے سکون آور خیالات کو مٹا دیا تھا اور اس کے ذہن سے پونچھ ڈالا تھا۔

جیہا کھیتوں میں کام پر جتی تھی کہ وقت پر ختم کرے۔ گھر پہنچی تو اس کے خاوند نے کھیتوں اور تاجک کا ذکر تک نہ کیا۔ پہلے پہل وہ سمجھی کہ وہ بھول گیا لیکن کچھ دن گزرنے پر لہوما نے کیکڑوں اور چیاک کا ذکر کیا گویا اسے بتانا چاہتا ہو کہ ان آفات سے کس طرح نپٹنا ہے۔ جیہا فقط سر ہلا کر رہ گئی۔

کچھ دن گزرنے پر صاف نظر آنے لگا کہ سوجن اترے گی نہیں۔ یہ ایک طرح کی

ڈراپسی بن چکی تھی۔ لہوما کا پیٹ پھول کر جیہا کے پیٹ کا سا ہوگیا' جب اسے کیہا کی بارنواں مہینہ لگا تھا۔ تھوڑے دنوں بعد اس کے پیٹ کی کھال میں دراڑیں پڑنے لگیں اور ان میں سے ایسا مواد بہنے لگا کہ بدبو ناقابل برداشت ہوگئی وہ پشت کے بل سیدھا لیٹا رہتا۔ بومہو (گاؤں کا طبیب) کئی بار ڈراپسی کی دوائیں دینے کے لئے آیا لیکن لہوما کے پیٹ سے رستا بدبودار زہریلا مواد بہتا رہا۔ جیہا میں نیچے کھیتوں میں جانے کا حوصلہ نہ رہا۔ پیٹ پر سے اس بدبودار مواد کو دھونا اور صاف کرنا پڑتا تھا۔ ان کے باپ کے پیٹ کی سوجن اور بڑھی تو ثنا اور ملہا اکیلی کھیتوں پر جانے لگیں۔ تین دن گزرے تھے کہ لہوما کی آواز بند ہوگئی۔ ساتھ ہی وہ بہرا ہوگیا۔ نتھنوں' منہ اور کان کے راستے بدبودار مواد بہنے لگا۔ وقتاً فوقتاً لہوما کے لب ہلتے گویا کچھ کہنے کی کوشش میں تھے۔ جیہا نے اندازہ کرنے کی کوشش کی کہ وہ کیا کہنا چاہتا ہے یقیناً وہ بیلوکر میں لگی پنیری کے متعلق ہی کوئی بات ہوگی جسے جنگلی سوروں سے بچانا ضروری تھا۔ ہوسکتا ہے کہ آنے والی ممکنہ خشک سالی کی بات ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ تباہ کن خیالات کا مسئلہ جو ان کے کھیتوں کو ڈبو سکتا ہے۔ بولنے کی کوشش میں لہوما کے سوجے ہوئے لب کپکپاتے رہے۔ جیہا فقط سر ہلا دیتی۔ یہ بھی ہوسکتا تھا کہ لہوما کیکڑوں اور چیاک کے متعلق کچھ ہدایات دینا چاہتا ہو۔ خود لہوما کو پتا تھا کہ جیہا زبان دے چکی ہے کہ وہ ہر اس چیز کی حفاظت کرے گی جس کی وہ کرتے چلے آتے ہیں۔ آنے والے مہینے کے شروع میں پنیری اکھاڑ کر دھان کے کھیتوں میں لائی جائے گی۔ جیہا ہر بار سر ہلا دیتی گویا اس کو لہوما کی ناقابل فہم بڑبڑاہٹ کا مکمل ادراک ہو رہا ہے۔ پنیری کو کچھ دیر قطعات کے پانی میں رکھا جائے گا تاکہ ان کی جڑیں بوائی سے پہلے بڑھ کر قدرے کھل جائیں۔ خود جیہا کو بھی پنیری لگانا تھی۔

لہوما آنکھیں بند کئے پڑا تھا۔ ہلنے کی کوشش کی لیکن نہ ہل سکا۔ پیٹ اور جسم کا سارا گوشت بری طرح سوج کر ڈھلک گیا تھا۔ بچیوں اور جیہا سے بو برداشت نہ ہوتی تھی۔ قے ہوتی ہوتی رہ جاتی لیکن اس بدبودار ماحول میں بھی جیہا ڈٹی رہی۔ وہ لہوما کی مقعد' عضو تناسل' نتھنوں اور کانوں سے رستے بدبودار زہریلے مواد کو پونچھتی رہی۔ بچے فقط باپ کے گرد کھڑے اس کی روز بروز اینٹھتی کھال کو دیکھ کر سسکیاں بھرتے۔

لہوما کے لب ایک بار پھر ہلے۔ ثنا نے دیکھا اور اپنی ماں کو جا کر بتایا۔ جیہا نے ایک بار پھر سر ہلایا اور بھنچی مٹھیاں کھول کر دوبارہ بھینچ دیں۔ وہ لہوما کو سمجھا دینا چاہتی تھی کہ وہ اکیلی سارے کھیتوں میں پنیری لگا لے گی۔ اس نے ایک ہاتھ کی ہتھیلی پر ایک انگلی بار بار گاڑی تا کہ لہوما سمجھ جائے کہ آنے والے مہینے پنیری لگ جائے گی۔ یہ سچ تھا جیہا نے وقت مقرر کرلیا تھا۔ پنیری کے جڑ پکڑ لینے پر ایک آدھ رات میں پانی کو کھیتوں سے نکال دینا ہے پھر کھیتوں کو دوبارہ پانی دیا جائے گا۔ اگتے ہوئے پودوں کے درمیان پھوٹ آنے والی جڑی بوٹیوں کو اکھاڑ پھینکنا ہوگا۔ جیہا نے اپنی انگشت شہادت مٹھی میں لے کر دبائی۔ پودے قدرے لمبے ہوں گے تو ان کی جنگلی سوروں سے بھی حفاظت کرنا پڑے گی۔ ضروری ہوا تو وہ اور بچیاں کھیتوں کے عین درمیان ایک کٹیا بنا لیں گی۔ کٹیا بنانے کو درکار تھم اور گیلیگار لینے وہ خود جنگل میں جائے گی۔ جیہا تادیر ٹکٹکی باندھے اپنے خاوند کا چہرہ دیکھتی رہی۔ کٹیا بنانے کے لئے نیا تنگ کے تھم ہمیشہ لہوما لایا کرتا تھا۔ ابھی دو سال پہلے لہوما نیا تنگ کے تھم کاٹ لایا تھا۔ دھان کی ساری فصل کٹ چکی تو تھم اکھاڑ کر کٹیا بھی گرا دی گئی۔ یہی تھم کھیتوں میں پڑے رہ گئے تھے۔ یہ سب جیہا کو اچھی طرح یاد تھا۔ کھیتوں میں پھینکے گئے انہی نیا تنگ کے تھموں میں سے کسی ایک کا کانٹا لہوما کے چبھا تھا۔

جیہا نے جلدی سے بدبودار زہریلی پیپ پونچھ کر صاف کی۔ کالی سوجی جلد سے رستی ہوئی پیلی پیپ' لگتا تھا لوہے سے نکل رہی ہے۔ چیپ اور ذرا لیس دار قدرے آنوؤں کی سی۔

کئی روز میزونگ کے تنوں اور خار پشت گھاس کو تاجک کی دھار نے چھوا تک نہیں۔ جیہا اور اس کی ساتوں بچیوں میں حوصلہ نہ تھا۔ لہوما کو اس جان کنی میں اکیلا چھوڑ دیں۔ جب سے اس کے حواس نے ساتھ چھوڑا تھا' حالت روز بروز خراب ہوتی جا رہی تھی۔ سوجن تھی کہ شاید اس سے زیادہ ہو نہیں سکتی تھی۔ سارا بدن سوج گیا تھا۔ پہلے پہل لہوما کے لب ہلتے رہے۔ اگرچہ آواز سنائی نہ دیتی تھی۔ وہ دھان کے کھیتوں کے متعلق ہدایات دینے کی کوشش میں تھا لیکن اب اس کے لب بھی سل گئے تھے۔ جبڑے مستقل بند ہو چکے تھے۔ جیہا نے کوشش کی کہ دانتوں کو الگ کرے اور اس کا منہ کھولے لیکن وہ

بڑی سختی سے باہم بھینچے رہے۔ مدت ہوئی اس کے معدے میں خوراک کا ایک ذرہ تک نہ گیا تھا۔ اس کے منہ سے پانی تک حلق میں پہنچانا مشکل تھا اور جس رات لہوما کا چہرہ نیلا پڑ گیا۔ جیہا نے پہلی بار ہمسائیوں کو آواز دی لیکن وہ بھی سوائے سورہ یٰسین پڑھنے کے اور کیا کر سکتی تھیں۔ سوجن اتنی تھی کہ جسم کسی بھی لمحے پھٹ سکتا تھا۔ اتنی زیادہ کہ اسے اتارنے کا کوئی طریقہ نہیں۔

اس رات جیہا کے گھر میں بھیڑ بھاڑ رہی۔ بہت سے لوگ آئے۔ بیوی کو ساتھ لئے ٹوک پنگھسولو بھی آیا۔ جیہا نے تنگیٔ نفس کی فراخی کیلئے قرآن کی کچھ آیات پڑھیں لیکن جلد ہی اس کا گلا بے قابو ہو جانے والی سسکیوں سے رندھ گیا۔ ثنا نے بھی اپنے باپ کے سرہانے بیٹھ کر سورۂ یٰسین کی کچھ آیات پڑھنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی سسکیوں میں ٹوٹ گئی۔ اس کام کیلئے کسی اور کو بلانا ہوگا۔ علی کیتوپی نے سورہ یٰسین ہاتھ میں پکڑے لہوما کے سرہانے پڑھنے کی کوشش کی لیکن کچھ دیر کے بعد وہاں سے ہٹ گیا اور سامنے کمرے میں بیٹھ کر پڑھنے لگا۔ لہوما کے جسم سے رستے مواد کی زنگ آلود لوہے اور چھیچھڑے آنتوں کی ملی جلی بدبو اس سے برداشت نہ ہو پائی تھی۔ بدبو واقعی ناقابل برداشت تھی۔ سامنے کے کمرے میں بیٹھے علی کیتوپی نے تلاوت جاری رکھی یوں یکے بعد دیگرے انہوں نے تلاوت جاری رکھی حتیٰ کہ سورۂ یٰسین ختم ہوگئی۔

رات آدھی گزر چکی تھی ملاقاتی اور تیمار دار ابھی اپنے گھروں کو نہیں لوٹے تھے۔ سورہ یٰسین کا ورد ختم ہو چکا تھا۔ اس کا وقت گزر گیا تھا۔ تیمار دار کھیتی باڑی کی باتیں کرنے لگے تھے تو ٹوک پنگھسولو کے پاس کرنے کو سوائے اپنے ٹریکٹر کے کوئی بات نہ تھی۔ جب اس نے بتایا کہ وہ ایک دن میں اتنی ریلانگ صاف کر سکتا ہے تو سب کے منہ حیرت سے کھلے کے کھلے رہ گئے۔

لہوما ایک بار اس بوڑھے شخص کے کام آیا تھا۔ اس نے جیہا سے ذکر کیا تھا کہ اگر دھان کے کھیت وقت پر تیار نہیں ہوتے تو ٹریکٹر کرائے پر لانے میں کچھ حرج نہیں۔ ٹوک پنگھسولو کی پاٹ دار آواز بے حس و حرکت پڑے لہوما نے بھی شاید سن لی تھی۔ لیکن اس کے ہونٹ مفلوج رہے نہ کوئی جنبش نہ تھرتھراہٹ اس کے کانوں سے بدبودار مواد

بہہ رہا تھا۔ اسے اب سنائی ہی کب دیتا ہے؛ جیہا نے خود سے کہا لیکن جیہا تو سنتی تھی۔ لہوما کی حالت دیکھ کر ٹوک پنگھولو یقیناً انہیں اپنا ٹریکٹر کرائے پر دینے کو آمادہ ہو جائے گا۔ خاوند کے پاس سے اٹھ کر جیہا باہر کے کمرے تک گئی۔ ٹوک پنگھولو اب بھی اپنے ٹریکٹر کی باتیں کرتا بڑھکیں مار رہا تھا۔ گویا کسی کافی کی دکان پر گپ شپ چل رہی ہو۔ وہ غالباً یہ بھول گیا تھا کہ وہ بستر مرگ پر لیٹے لہوما کے گھر میں ہے۔

جیہا دہلیز پر بیٹھ گئی۔

''ایک ریلانگ کے دس ڈالر'' ٹوک پنگھولو کہہ رہا تھا۔

دوسرے ملاقاتی اثبات میں سر ہلا رہے تھے۔

''دھان کے کھیت کو تو ریت کی طرح کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔''

ٹوک پنگھولو نے اپنی بات جاری رکھی؛ بات کرتے میں اس کے دونوں ہاتھ ہوا میں لہرا رہے تھے۔ اس گھر میں جہاں لہوما کا سوجا بدن موت کا منتظر تھا۔

''اس کے پھالے استرے کی طرح تیز ہیں۔ میزونگ ہو یا خارپشت گھاس؛ خواہ کچھ بھی ہو؛ ٹریکٹر کے پھالے یوں کاٹ گراتے گویا بہار کے تازہ پانی میں سے گزر رہے ہوں۔''

سننے والے ہنس دیئے۔ لگتا تھا پنگھولو انہیں اپنی طرف متوجہ رکھنا چاہتا ہے۔ جیہا کو لگا کہ اگر وہ کہے تو ٹوک پنگھولو اس کی مدد کرے گا۔ لہوما کا انجام تو صاف نظر آتا تھا۔

جیہا دہلیز پر بیٹھی رہی۔

''کھیتوں کی صفائی ہوگئی۔'' ٹوک پنگھولو نے پوچھا۔ اس کی آنکھیں جیہا پر لگی تھیں جو اس کی طرف یوں متوجہ تھی گویا گھر پر کوئی شخص بیمار نہ ہو۔

''ابھی نہیں۔ صاف ہونے والے حصے میں بھی ابھی میزونگ کے ٹھنٹھ کچلنا باقی ہیں۔'' جیہا نے جواب دیا۔

''کھیت تیار کون کر رہا ہے؟'' پنگھولو نے پوچھا۔

''لہوما کے اس حال کو پہنچنے کے بعد یہ کام مجھے اور بچیوں کو ہی کرنا تھا۔''

ٹوک پنگھولو نے سر ہلایا۔

''اپنا ٹریکٹر تمہارے دھان کے کھیتوں میں بھجوائے دیتا ہوں۔ دو سے تین دن میں تمہارا کام نمٹ جائے گا۔ اس سے زیادہ دیر نہیں لگنے لگی۔''

الفاظ جیہا کے کانوں میں پڑے' اسے اعتبار نہیں آ رہا تھا۔ مگر یہ الفاظ کسی اور نے نہیں خود ٹوک پنگھولو نے کہے تھے۔ ٹوک پنگھولو اپنا ٹریکٹر کچھ دیر کو کرائے پر دینے کو تیار تھا۔ جیہا گنگ رہ گئی۔ اس کے منہ سے ایک لفظ تک نہ نکل سکا۔ ٹوک پنگھولو کا ٹریکٹر اس کے کھیت جھٹ پٹ تیار کر دے گا۔ کل اس کی بچیاں نیچے کھیتوں میں ٹریکٹر کو زمین پھاڑ کر الٹتا دیکھنے جائیں گی۔ سارے کھیتوں کی مٹی پلٹی جا چکے گی تو جیہا قطعات میں پانی روکے گی۔ اسی دوران بیلوکار سے پنیری اکھاڑی جائے گی۔ اسے نیچے کھیتوں میں لایا جائے گا۔ پھر پنیری گاڑی جائے گی۔ پنگھولو ہر سال یوں ہی ان کی مدد کر سکے تو زندگی کتنی آسان ہو جائے۔

''کل یا پرسوں ٹریکٹر ادھر پہنچ جائے گا۔ تمہارے سارے رقبے پر ٹریکٹر چلے گا۔'' ٹوک پنگھولو نے بات جاری رکھی۔

سب کی نگاہیں جیہا کے چہرے پر تھیں۔ پھر انہوں نے ٹوک پنگھولو کو دیکھا۔ سب حیران تھے۔ ٹوک پنگھولو کی بیوی بھی حیرت سے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔

لیکن کسی نے ایک لفظ نہیں کہا۔

''ٹریکٹر تمہارے زمین کو سب سے آخری تہہ تک پلٹ کر رکھ دے گا۔''

''جیہا نے ایک بار پھر وہی الفاظ سنے۔ ایک لمحے کو وہ بھول گیا کہ اس کا بیمار خاوند عین زندگی اور موت کی دہلیز پر تھا۔ اسے اب تا جک چلانے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ٹوک پنگھولو کا ٹریکٹر زمین کو نیچے تک پلٹ کر رکھ دے گا۔ اب اس کے افراد خانہ کو فقط بیلوکر سے پنیری لانا ہوگی۔ پنیری تو کسی بھی وقت لائی جا سکتی تھی۔ سامنے کے کمرے میں جمع لوگوں کی نظریں ٹوک پنگھولو سے ہٹ کر ایک بار پھر جیہا کے چہرے پر جم گئیں۔ ٹوک پنگھولو کی بیوی اٹھ کر چل دی۔ وہ گھر سے نکل کر رات میں گم ہوگئی۔

جیہا ٹوک پنگھولو کی پہلی بیوی کی اس حرکت سے کوئی معنی نہ نکال سکی۔ سوائے ٹریکٹر کے وہ کسی اور چیز کا نہیں سوچ سکتی تھی جو میز ونگ کی جڑیں نکال پھینکے گا۔

سب کو پتا چل جائے کہ جیہا کے کھیت تا جک سے نہیں بلکہ ٹوک پنگھولو کے ٹریکٹر سے صاف ہوں گے۔

''ماں! ماں!''

جیہا سنسنا اٹھی۔ اس کی بچیوں میں سے ایک کی آواز گھر کے اندر سے آئی تھی۔ وہ سونے کے کمرے کو لپکتی اپنے خاوند کے پاس پہنچی۔ وہ لہوما کے چہرے پر جھک گئی جس میں سے رقیق مائع رس رہی تھی۔ اس نے اپنے خاوند کے سڑے ہوئے نرم گوشت کو چھوا۔

''ٹوک پنگھولو ہماری مدد کرنا چاہتا ہے۔'' اس نے سرگوشی کی۔

اب تمہیں نیچے دھان کے کھیتوں میں جانے کی ضرورت نہیں۔ مجھے ثنا اور ملہا کو بھی تا جک نہیں چلانا پڑیں گے۔ ٹریکٹر کل یا پرسوں تک پہنچ جائے گا۔ سارے کھیتوں کی مٹی پلٹ دے گا۔''

''ماں! ماں!'' پیچھے سے ملہا نے آواز دی۔

''ہم'' جیہا کی جیسے چیخ کر بولی۔ ''ٹوک پنگھولو اپنا ٹریکٹر کرائے پر بھی نہیں دے رہا' ہمیں کچھ دینا بھی نہیں پڑے گا۔

بلا معاوضہ ہوگا۔ وہ ہماری مدد کرنا چاہتا ہے۔ اسے پتا ہے کہ تم بیمار ہو۔ اسے پتا ہے تمہیں عیا نگ کانٹا چبھ گیا ہے۔''

''ماں! ماں! ماں!'' اس بار ثنا نے اسے آواز دی تھی۔

باہر لوگوں کے باتیں کرنے کی آواز اچانک بند ہوگئی۔ سب کمرے میں گھس آئے۔

لہوما نے ایک لفظ تک نہیں کہا۔ اس کے ہونٹوں کو قفل لگ گیا تھا۔ اس کے بازو اکڑ گئے تھے۔ آنکھیں سختی سے مندھ گئی تھیں اس کی نبض چلنا بند ہوگئی تھی۔

☆☆☆☆☆

MashalBooks.org

باب8

لہوما مر چکا تھا۔ جیہا جانتی تھی اور ثنا بھی۔ ملہا اور زینب کو علم تھا اور سیمک اور لیہا کو بھی۔ لیبار اور کیہا بھی بے خبر نہ تھیں۔

لہوما مر چکا تھا۔ اسے خدائے قادر مطلق نے بلا لیا تھا۔ جیہا یہ سب بخوبی جانتی تھی۔ لہوما کی نبض بند ہو چکی تھی۔ اس کے سینے میں دھڑکن اور کلائی کی نبض دونوں ساکن تھیں۔ اس کے جسم کے ہر سوراخ سے پیلا مواد رس رہا تھا۔ منہ سے' عضو تناسل سے' کانوں سے' نتھنوں سے اور جسم کے ہر مسام سے۔ جیہا نے پرانے کپڑے کی ایک دھجی سے رطوبت پونچھ کر صاف کی۔ مردہ جسم کو برآمدے میں لایا گیا۔ سر علی کیتوپی کی گود میں تھا۔ اسے غسل دیا جاتا رہا حتیٰ کہ گوشت قدرے سکڑ گیا لیکن پیلے مائع کا رسنا جاری رہا۔ جیہا بھی برابر پونچھتی رہی۔ صحن میں جمع لوگ نہلانے کو تختے جوڑ رہے تھے۔ کچھ دوسرے گھر کے اندر کفن کے لئے سفید چادریں پھاڑ رہے تھے۔ پیلی رطوبت سے اٹھنے والے بھبکے اندر سے نکل کر صحن میں پھیلنے لگے تھے۔ جیہا رستی رطوبت نہ روک سکی۔ سوجی ٹانگ کا گوشت بھی رفتہ رفتہ سکڑنے لگا۔ پھر کمر کے اوپر کے حصے کا گوشت سکڑنے لگا۔ علی کیتوپی وقتاً فوقتاً پیٹ دباتا جو ڈھولکی کا سا پھول گیا تھا اور آہستہ آہستہ پیٹ بھی بیٹھنا شروع ہوگیا۔

جیہا کبھی فراموش نہیں کرسکتی تھی۔ لوگوں نے باتیں بنائی تھیں۔ کچھ نے کہا تھا کہ ایسی ہولناک موت صرف بدترین گناہگاروں کے لئے ہوتی ہے۔ ایسی کریہہ بیماری کا عذاب خدا کی رضا سے نازل ہوتا ہے لیکن جیہا کیلئے یہ سب ناقابل قبول تھا۔

وہ لہوما کو جانتی تھی اور یہ شناسائی کوئی سال دو کی نہیں تھی۔ ان کی سب سے بڑی بیٹی عین عالم شباب میں تھی۔ لہوما سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہ ہوا تھا۔ اس نے کبھی خدا کے حکم سے سرتابی نہ کی تھی۔ اس نے اپنی تمام عمر کھیتوں میں کام کرتے گزاری تھی۔ اس نے سوائے کوبرا' جونکوں اور کیکڑوں کے کسی جانور کو ہلاک نہ کیا تھا۔ کسی چپاک کو پھندا لگا کر نہیں پکڑا تھا۔ کسی انسان کا قتل نہیں کیا تھا۔ وہ وہ جانور مارے جو اس کے کام میں رکاوٹ تھے۔ صرف وہ جانور جو اس دھان کی کھیتی کے لئے ضرر رساں تھے۔ دھانوں کی نگہداشت تو کرنا ہی تھی۔ وہ لہوما کی زندگی تھے۔ بس اس کی زندگی اتنی ہی تھی۔

ہمسائیوں کی سرگوشیاں جیہا کیلئے ناقابل قبول تھیں لیکن لہوما مر چکا تھا اور موت خدا کی طرف سے ہے جو قادر مطلق ہے۔ اس کی رضا میں لہوما کے کسی گناہ کا کوئی دخل نہیں تھا۔ جیہا کو یقین تھا کہ لہوما اس قدر گناہگار نہیں ہوسکتا کہ اتنی اذیت میں سے گزرے۔ شیر کے ہاتھوں ہلاک ہونے والے جنگلی سؤر طرح پیپ اور بدبودار رطوبت سے لتھڑے ہوئے مرنا۔ ادھ کھائی لاش کے سڑتے حصے کی طرح جس میں سنڈیاں کلبلا رہی ہوں۔

جیہا خود کو یہ سب قبول کرنے پر آمادہ نہ کر پائی لیکن اس نے خدائے قادر مطلق کی طرف دھیان کیا تو بغیر کوئی سوال اٹھائے ہر چیز قبول کرلی۔ اس کی زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی بچیوں کی زندگی بھی خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس کی پنیری' دھان کے پودے' کھیتی کی اٹھان' سیلاب' کیکڑے' کیڑے' چپاک اور خشک سالی ہر چیز خدائے قادر مطلق کے ہاتھ میں ہے۔ اسی سوچ نے جیہا کو قدرے سکون دیا تھا۔

کفن میں لپٹے لہوما کے جسم کو مدرسہ میں لایا گیا۔ نماز جنازہ ادا کی گئی جیہا جنازے کے پیچھے پیچھے قبرستان تک گئی۔ وہاں وہ ٹھہری رہی حتیٰ کہ جسم قبر میں اتار کر دوبارہ مٹی ڈال دی گئی۔ اتنی مٹی کہ نئی قبر باقی قبرستان کے برابر ہوگئی۔ ایک نیا نشان جو اتنا اونچا تھا جتنی ایک باران کی پنیری ہوگئی تھی۔ یوں لہوما ہمیشہ کے لئے نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔

لیکن لہوما صرف اس کی آنکھوں سے اوجھل ہوا تھا۔ لہوما تو ہر جگہ موجود ہے جیہا نے سوچا۔ لہوما نے اسے کہا کہ وہ اگلے ہی روز کھیتوں میں چلی جائے۔ ثنا' ملہا اور دوسری بچیوں کا پیٹ بہرحال بھرنا تھا۔ اس نے ثنا اور ملہا کو بھی ساتھ چلنے کو کہا۔ اگرچہ طبیعت

اور گردوپیش کا ماحول پہلے کا سا خوش کن نہیں تھا لیکن اسے لگا گویا لہوما مینڈھ پر بیٹھا انہیں میزونگ سے نبردآزما پاکر مسکرا رہا ہے۔ جیہا برداشت نہیں کرسکتی تھی کہ اپنے خاوند کی امیدوں پر پورا نہ اترے۔ اسے کام کے ختم ہونے تک جتے رہنا تھا۔ جب تک ساری فصل پک کر کوٹھیار میں نہیں پہنچ جاتی۔ اسے کام کرتے رہنا تھا۔ سات بچیوں کا پیٹ بھرنے کو دھان سکھانے' چھڑنے' پکانے کا کام بھی اسے ہی کرنا تھا۔ اس نے لہوما سے اس کا وعدہ کیا تھا اور اسے یہ وعدہ پورا کرنا تھا تاکہ لہوما اپنی قبر میں آرام سے سوسکے۔

لہوما مرا نہیں تھا۔ کم ازکم جیہا کے ذہن میں وہ زندہ تھا۔ اس کی روح ابھی تک گھر میں' دھان کے کھیتوں میں اور مینڈھوں پر موجود تھی۔ اگلے روز جیہا کھیتوں پر گئی۔ لہوما نے ہی اسے کھیتوں پر جانے کو کہا تھا۔ کھیت بہرحال تیار کئے جانا تھے۔ پھر پنیری اکھاڑ کر لائی جانی اور کھیتوں میں لگائی جانا تھی حتیٰ کہ کوئی کھیت خالی نہ رہ جائے جیہا نے یہ سب کرنے کی قسم کھائی تھی۔

لیکن بعدازاں یہ عیاں ہوا کہ اب جیہا' ثنا اور ملہا کو تاجک چلانے کی ضرورت نہیں تھی۔ انہیں بس مینڈھوں پر کھڑے ہونا تھا۔ ٹوک پنگھولو نے اپنا وعدہ پورا کیا تھا۔ اس دن ٹریکٹر آیا۔ اس نے ساری گھاس پھونس اکھاڑی اور کیچڑ سے بھرا سارا رقبہ پلٹ ڈالا۔ زمین میں گہرے گڑے ٹریکٹر کے پھالے نے کھیت کی ساری مٹی پلٹ ڈالی۔ دوسری بچیاں بھی گھر سے بھاگتی کھیتوں پر آ گئیں۔ صبح سے شام تک ٹوک پنگھولو کا آدمی کھیت میں ٹریکٹر چلاتا رہا۔ ثنا اور ملہا صاف شدہ قطعہ کے گردا گرد پھرتی رہیں۔ سیمک' زینب' اور دوسری چھوٹی بچیاں مٹی میں لتھڑی مینڈھ پر پالتی مارے بیٹھی بڑے انہماک سے ٹریکٹر کو زمین پلٹتے دیکھ رہی تھیں۔ گاہے گاہے وہ دائیں بائیں نگاہ دوڑاتیں گویا لہوما کو دیکھ رہی ہوں جو اب دنیا میں نہیں تھا۔ وہ تصور نہیں کر پا رہی تھیں کہ اس لمحے لہوما کا ردعمل کیا ہوتا۔ لہوما نے ہی اسے ایک بار کہا تھا کہ ٹوک پنگھولو کے پاس ٹریکٹر کے لئے بات کرے۔ لہوما تو ٹریکٹر کے گرد گھوم پھر کر اس کا جائزہ لیتا۔ شاید لہوما خود اس چیز کو چلا رہا ہوتا۔ یقیناً ٹوک پنگھولو اسے ٹریکٹر چلانے کی اجازت دے دیتا۔ لہوما اسے چلانا سیکھ

MashalBooks.org

سکتا تھا۔ ٹریکٹر پر چڑھ کر لہوما کتنا خوش ہوتا لیکن جیہا کو لگا جیسے لہوما اس وقت بھی ٹوک پنگھولو کے ٹریکٹر کو دیکھ رہا ہو۔ لہوما ہر چیز کی خبر رکھتا تھا۔ اس کی روح گھر آنے اور دھان کے کھیتوں اور ٹریکٹر دیکھنے کا یہ موقع ہاتھ سے نہ جانے دے گی۔ جیہا نے سب سے چھوٹی بچی کو قریب کرلیا گویا۔ اسے لہوما کو دکھا رہی ہو۔ جیہا نے گردن گھما کر پیچھے دیکھا۔ لہوما اس کے پیچھے نہیں تھا۔ لہوما مر چکا تھا۔ اچانک اپنے خاوند کا پھولا پیٹ اس کے ذہن میں آیا جس میں سے پیلے رنگ کی رطوبت رستی ہی چلی جا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں کھیت میں پلٹی پڑی مٹی پر جمی تھیں لیکن اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس کے ذہن میں صرف اپنے خاوند کا پھولا ہوا پیٹ تھا۔ اب تک تو اس پھولے جسم سے بہنے والے زہریلے مواد نے وہ کپڑا بھی بھگو ڈالا ہوگا جس میں اسے لپیٹا گیا تھا۔ سیال مواد زمین میں جذب ہو رہا ہوگا۔ وہاں اس مواد کو پونچھ کر صاف کرنے والا بھی کوئی نہیں ہوگا۔ نتھنوں اور پلکوں سے بدبودار سیال مواد رسنے کی وجہ سے اس کی آنکھیں تو یقیناً بھیگ گئی ہوں گی۔

مٹی پلٹتے ٹریکٹر کی آواز نے جیہا کی سوچ کا تسلسل توڑ دیا۔ مشین بے رحمی سے زمین چیرتی آگے بڑھ گئی۔ بچیاں بغیر پلکیں جھپکائے اسے دیکھ رہی تھیں۔ پورے تین دن ٹوک پنگھولو کا ٹریکٹر جیہا کے دھان کے کھیتوں میں چلتا رہا۔ تینوں دن ساری بچیاں نیچے ٹوک پنگھولو کا ٹریکٹر دیکھنے آتی رہیں۔ صرف لہوما تھا جو نہیں آیا۔ لہوما اب موجود ہی نہیں تھا۔ جیہا کو اس کمی کا صدمہ اور رنج تھا لیکن وہ اس کے نہ ہونے کو اللہ قادر مطلق سے جوڑتی اور اپنے اس احساس کی شدت کو سہلاتی۔

گھنی میزونگ اور خار پشت گھاس کا صفایا ہو چکا تو اس کے کھیت صاف اور خالی نظر آنے لگے۔ اس رات جیہا نے قطعات میں پانی اکٹھا کیا۔ کھیت ندی سے نیچے تھے۔ پانی تیزی سے ان میں داخل ہوا۔ کٹ کر گری میزونگ اور خار پشت گھاس کے بوجھے پانی کی سطح پر تیرنے لگے۔ کھیتوں میں سبز بلبلے سے تیرتے نظر آنے لگے لیکن کھیتوں میں دو دن اور دو راتیں پانی کھڑا رہا تو میزونگ کی شاخیں اور گھاس کے بوجھے سرخی مائل ہو کر مخصوص بو چھوڑنے لگے۔ مزید کچھ دیر گزرنے پر یہ سکڑ کر سڑنے لگیں گے۔ جیہا اور اس

کی بچیاں تین دن کھیتوں میں نہ گئیں تا کہ شاخیں اور بوجھے سڑ کر ختم ہو جائیں۔

جیہا نے یہ مختصر وقفہ غنیمت جانا اور لہوما کے پاس جاتی رہی۔ وہ ساتوں بچیوں کو بھی ساتھ لے جاتی۔ کنویں کے پانی سے بھرا ایک گیلوک ساتھ لے لیتی جس پر اس نے خود کچھ پڑھ کر پھونکا تھا۔ لہوما کو دھان کے کھیتوں کا بھی تو بتانا تھا جو اب پانی سے لبالب بھرے کھڑے تھے۔ اسے ٹوک پنگھولو کی اعانت کی خبر کرنا بھی ضروری تھا اور بہتر ہے کہ لہوما کے علم میں رہے کل پنیری اکھاڑنے کا کام شروع کیا جانا ہے۔

اس نے گیلوک سے پانی مٹی پر چھڑکا جو ابھی تک سرخی مائل تھی۔ پانی مٹی میں سرائیت کر گیا۔ بچیاں قبر کے ایک طرف اکڑوں بیٹھ گئیں اور نمناک مٹی میں انگلیاں گڑونے لگیں۔ خود جیہا ایڑیوں کے بل بیٹھ گئی۔ اس نے منہ سے ایک لفظ نہیں نکالا۔ اس کی آنکھیں مٹی پر برس رہی تھیں۔

''میزونگ اور خار پشت گھاس تو سب کی سب صاف ہو چکی۔'' جیہا نے خیالوں میں فقرہ دہرایا۔ ٹوک پنگھولو نے اپنے ٹریکٹر سے صاف کر دیئے تھے۔ دھان کے سارے کھیتوں میں ہل چل گئے تھے۔ میزونگ کاٹ پھینکی گئی۔ میں نے کھیتوں میں پانی بھر دیا ہے تا کہ دوسری صفائی سے پہلے تنے اور گھاس کے بوجھے اچھی طرح سڑ جائیں۔ کل پنیری اکھاڑوں گی۔ اسے اکھاڑنے کا وقت ہو گیا ہے۔ میں پنیری سے سارے کھیت بھر دوں گی۔

پھر جیہا اٹھ کھڑی ہوئی اور چلتی گھر آ گئی۔ ثنا اور دوسری لڑکیاں اس کے پیچھے پیچھے تھیں۔

اگلے روز جیہا نیچے کھیتوں تک گئی لیکن وہ اکیلی تھی۔ وہ نپے تلے قدموں سے اپنے کھیتوں کے گرد پھرتی رہی۔ ایک دوسرے پر پڑے میزونگ کے تنے اور خار پشت گھاس کے بوجھے سرخی مائل ہو چکے تھے۔ جیہا نے دایاں پاؤں پانی میں اتارا اور ایک جگہ جمع میزونگ کی ٹہنیوں اور خار پشت گھاس کے گٹھے سے لگایا۔ سب سڑ چکے تھے انہیں بآسانی مینڈھوں سے لگایا جا سکتا تھا لیکن جیہا اس دن پانی میں نہیں اتری۔ وہ صرف کھیتوں کے گرد پھرتی رہی۔ یا پچھلے موسم میں بھی جب لہوما نے کھیتوں میں پانی کھڑا کیا تھا' وہ

کھیتوں میں اتنی جلدی نہیں اترا تھا۔ اس نے ایک دو دن کی تاخیر سے کھیتوں میں قدم رکھا تھا۔ اس نے ٹہنیوں اور گھاس کے بوجھوں کے اچھی طرح سڑ جانے تک انتظار کیا تھا۔ اس کے بعد کہیں وہ انہیں دھکیلتا کناروں کو لے گیا اور مینڈھ کے ساتھ ساتھ ان کی ڈھیریاں بناتا رہا۔ اچھی طرح صفائی ہو چکی تب کہیں کھیتوں سے پانی نکال کر ان میں کراہ پھیرا گیا جیہا بھی اچھی طرح جانتی تھی کہ پنیری گاڑنے سے پہلے کھیتوں کی صفائی کیلئے ان میں کراہ پھیرنا لازم ہے۔ ٹوک پنگھولو کا ٹریکٹر جا چکا تھا۔ کھیتوں کی صفائی کا کام جیہا اور اس کی بچیوں کو ہی کرنا تھا۔ لہوما یہ سارا کام خود ہی کرلیا کرتا تھا۔ پانچ چھ روز تک پانی کھڑا رہنے کے بعد تو مٹی اور بھی نرم پڑ گئی تھی۔ جیہا کو یاد آیا کہ کیسے لہوما نے اسے ٹوک پنگھولو کے ہاں جانے پر آمادہ کیا تھا۔ اگر ٹوک پنگھولو اپنا ٹریکٹر ایک بار پھر بھیج دے تو کھیتوں کی صفائی کا کام بھی جھٹ پٹ نمٹ جائے۔ صرف تین دن لگیں گے۔ جیہا کھیت کی منڈیر پر آ گئی اور ٹوک پنگھولو کے کھیتوں کو چلی۔ جیہا چلتی رہی، اس وقت، بہت دن پہلے خود لہوما نے اسے ٹوک پنگھولو کے پاس جانے کو کہا تھا لیکن کوئی پچاس قدم چلنے کے بعد وہ ہچکچانے لگی۔ اسے خیال آیا کہ ٹوک پنگھولو نے کھیتوں میں ہل چلانے میں ہاتھ بٹا دیا ہے اور اتنا ہی بہت ہے۔

ٹوک پنگھولو کو اپنے کھیتوں میں بھی کراہا چلانا ہے۔ ابھی اسے اپنے کھیتوں کا کام بھی مکمل کرنا ہے۔

”لیکن ہم بھی تو ایک بار ٹوک پنگھولو کے کام آئے تھے۔“ جیہا نے سوچا۔ اسے وہ وقت یاد آیا جب اس کا خاوند ایک بار ٹوک پنگھولو کے کام آیا تھا۔ اس کے خاوند نے اس کی بھینسوں کے لئے رسے بٹے اور اس کی بھاگی بھینس واپس لایا تھا۔ ”ٹوک پنگھولو یقیناً ہماری مدد کرے گا۔“ جیہا کو اپنے خاوند کے الفاظ یاد آئے جو اس نے سوج ٹانگ لیے بے بسی سے گھر میں لیٹے۔ اسے ٹوک پنگھولو کے ہاں جانے پر مائل کرتے ہوئے کہے تھے۔

پھر ٹوک پنگھولو کے کھیتوں کو چل دی۔ وہ نرم پڑی، پاؤں تلے دبتی پگڈنڈی پر کھیت عبور کرتی چلی جارہی تھی۔

MashalBooks.org

لیکن ٹوک پنگھولو کسی کی مدد نہیں کرے گا۔" جیہا کے ذہن میں گونجتے یہ الفاظ بھی اس کے خاوند نے ہی کہے تھے۔ٹوک پنگھولو کسی کی بھلائی کا بدلہ نہیں دیتا۔ یہ بات تو بھول جاؤ۔ میں خود اپنے تاجک سے سارے کھیت صاف کر سکتا ہوں۔ میرا پاؤں ٹھیک ہو جائے تو اپنے سارے کھیت خود صاف کروں گا اور بوائی کیلئے تیار بھی۔" جیہا کو یہ الفاظ بھی یاد تھے۔

وہ واپس مڑ گئی۔ اسے بھکاریوں کی سی اپنی حرکت پر شرم آ رہی تھی۔ اگر لہو ماتن تنہا چودہ ریلانگ زمین صاف کر سکتا تھا تو اسے بھی اس سے پیچھا چھڑانے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔

"کھیت خود صاف کرلو۔"

اسے دوبارہ وہی آواز سنائی دی۔ اس نے آواز پہچان لی کہ کس کی ہے۔ وہ کھیتوں کا کام خود نمٹا سکتی تھی۔ وہ ثنا اور ملہا کے ساتھ مل کر کھیت صاف کر سکتی تھی۔ وہ کراہا استعمال نہ بھی کر سکیں مگر کھرپوں سے تو بہر حال زمین گوڈ دیں گی۔ بیس دن اور لگ جائیں گے۔ ہاتھوں سے زمین گوڈنے میں اتنی دیر تو لگ ہی جائے گی۔

جیہا چلتی گئی۔ بچیاں گھر پر اس کا انتظار کر رہی تھیں۔ وہ تو گویا منتظر تھیں کہ جیہا انہیں اسی سہ پہر ساتھ کھیتوں میں لے جائے۔

وہ اسی سہ پہر کھیتوں کو چلے گئے جیہا ساری بچیوں کو ساتھ لیتی گئی۔ اس نے ثنا سے کہا تک کسی کو پیچھے نہیں چھوڑا۔ وہ آہستگی سے قدم اٹھاتی پگڈنڈی پر چل رہی تھیں، وقتاً فوقتاً جیہا کی نظریں شمال کو اٹھتیں لیکن جس کی وہ منتظر تھی، نمودار نہ ہوا۔ جیہا اور اس کی بچیاں نرم پڑنے اور سڑنے والے گھاس پھوس کو کھیت کے کناروں کی طرف لا رہی تھیں۔ وہ سب پانی بھرے کھیتوں میں چھپ چھپ کرتی، کیچڑ میں لت پت کام میں جتی رہیں۔ میزونگ کی شاخیں اور خار پشت گھاس کے بوجھے مینڈھوں کے ساتھ ڈھیر ہوتے رہے۔ وہ کھیت کے درمیان میں تھی۔ ثنا اور ملہا اس کے دائیں بائیں تھیں جبکہ باقی بچیاں ان کے پیچھے ایک سے دوسری مینڈھ تک قطار بنائے کھڑی تھیں۔ وہ ایک سے دوسرے قطعے میں جاتیں اور پانی پر تیرتی شاخوں اور بوجھوں کو کناروں تک لے جا

کر ڈھیر کرتی رہتیں حتیٰ کہ کھڑا پانی پہاڑی چشموں کا سا صاف ہو جاتا۔

اچانک کیہا چیخی اور مینڈھ کو بھاگی۔ انگوٹھے جتنی موٹی جونک اس کی ٹانگ سے چمٹی ہوئی تھی۔ اس نے پاؤں زور زور سے زمین پر مارے لیکن جونک اس کی کھال سے چمٹی رہی۔

جیہا بچی کی حالت پر ہنسے بغیر نہ رہ سکی۔ اس نے جونک ٹانگ سے چھڑانے کی کوشش نہیں کی۔ ثنا اور ملہا بھی بس دیکھتی رہیں۔ بچی نے دو ایک بار جونک کھینچ چھڑانے کی کوشش کی لیکن وہ چمٹی رہی پھر ثنا اس کی طرف بڑھی۔ اس نے دایاں ہاتھ جونک پر بڑی مضبوطی سے ڈالا اور پھر ایک ہی جھٹکے میں اسے چھڑا لیا۔ جونک اکھڑتے دیکھ کر کیہا کے دانت نکلے حالانکہ جلد پر اس جگہ سے خون رسنے لگا تھا۔

جیہا نے سوچا کہ کیہا بھی جلد یا بدیر جونکیں خود سے چھڑانے لگے گی۔ ان بچیوں کو خون کی پیاسی اس بھوکی مخلوق سے زیادہ دیر بچایا نہیں جاسکتا۔ بچیوں کو زیادہ عرصہ دھان کے کھیتوں سے دور نہیں رکھا جا سکتا اور دھان کے کھیتوں میں جونکیں تو ہوتی ہیں۔ بچیوں کو بھی انہی کھیتوں میں رہنا ہے جونکوں اور بچیوں کو کتنی دیر الگ رکھا جا سکتا ہے۔ یہ فیصلہ خود انہیں کرنا ہے کہ فاتح کون رہتا ہے۔ ثنا اور ملہا تو ان سے نمٹنے کا ہنر سیکھ چکیں۔ جونک جونہی ان سے چمٹتیں، وہ انہیں فوراً چھڑا دیتیں۔ وہ انہیں کھینچ کر ڈیپا بھر لمبی کر دیتیں۔ ضرورت پڑتی تو اس مخلوق کے پیٹ کی کھال بھی کھرچ دیتیں۔ سیمک، زینب اور دوسری بچیاں بھی جلد ہی یہ سب کچھ سیکھ جائیں گی۔ چند دن کی بات ہے کہ سب کی سب جونکوں اور اس چودہ ریلانگ رقبے میں پائی جانے والی ہر چیز سے آشنا ہو جائیں گی۔

دو دن صبح اور سہ پہر جیہا اور اس کی بچیوں نے گھاس پھونس کھیت سے نکال کر کنارے ڈھیر کرتے گزارے اور انہوں نے اسی رات کھیتوں سے پانی نکال دیا۔ انہوں نے مٹی سے اٹ جانے والے گیلانگ کھول کر ایک فٹ چوڑے کر دیئے۔ پانی کھیتوں سے یوں نکلا گویا بندی خانے سے چھوٹا ہو۔ قریبی کھیتوں سے گزرتا پانی بڑے نالوں سے ملا، پھر دریا کے دہانے میں اور وہاں سے کسی نامعلوم سمندر میں گر گیا۔

اگلے دن جیہا کو کھیتوں میں کراہا پھیرنے جانا تھا۔ جیہا یہ دیکھ کر ہکابکا رہ گئی کہ ان

کا کراہا غائب ہو چکا تھا۔ اس کی تلاش میں اس نے گھر کا کونا کونا چھان مارا لیکن اس کا کوئی نشان نہ ملا۔

''ٹوک پنگھولو کسی کی مدد نہیں کرے گا۔'' لہوما کے الفاظ ایک بار پھر اس کے ذہن میں گونجے۔

''لیکن اس نے اس برس تو ہماری مدد کی ہے۔'' جیہا کے ذہن میں جواب گونجا۔ خود اپنے ٹریکٹر سے ہمارے سارے کھیتوں میں ہل چلایا۔ کل مجھے اپنے دھان کے کھیتوں کی مٹی گوڈنا ہے۔ ٹوک پنگھولو یقیناً ایک بار پھر اپنا ٹریکٹر لیے آ جائے گا۔''

جیہا خود بھی آ گاہ نہیں تھی کہ اس نے کچھ اتنی مضبوط امید نہیں لگائی تھی اور اس کی امید پختہ بھی تھی تو اس کے پورے ہونے کا امکان کچھ زیادہ روشن نہیں تھا۔

لیکن جو کچھ درحقیقت وقوع پذیر ہوا یہ تھا کہ ٹوک پنگھولو ان کی مدد کرتا رہا حتیٰ کہ ان کی زمین پنیری گاڑنے کو تیار ہو گئی۔ انہیں اگلے ہی دن اپنے کھیتوں میں کام کرتے ٹریکٹر کی آواز سنائی دی۔ ٹوک پنگھولو جان گیا تھا کہ ان عورتوں میں اتنی سکت نہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ٹوک پنگھولو کو بھی کبھار کسی کی خدمت یاد رہ جاتی ہے۔ اسے یاد آیا کہ ایک بار تو لہوما نے بھی اس کی مدد کی تھی۔ اس کی بھینسوں کے لئے رسے بٹے تھے اور جنگل کو بھاگ جانے والی اس کی ایک بھینس گھیر کر واپس لایا تھا اور پھر لہوما کسی عام سی علالت کا شکار نہیں ہوا تھا۔ ٹوک پنگھولو نے بات محسوس کر لی تھی۔ اسے احساس ہو گیا تھا محض تا جک اور کھرپوں سے کھیت صاف کرنا اور مٹی گوڈ کر نرم کرنا آسان کام نہیں ہے۔ اسے لہوما کا سوجا پیٹ اور اس میں سے رستا گندہ مواد یاد تھا۔ ٹوک پنگھولو نے تو فقط ٹریکٹر بھجوانا تھا۔ چودہ ریلانگ کا رقبہ تو صرف دو دن میں صاف ہو جاتا ہے۔ تیسرے روز جیہا پنیری لگانے کا کام شروع کر سکتی تھی۔

جیہا اور اس کی بچیاں ایک بار پھر ٹریکٹر کی آواز سن کر لپکیں جسے ٹوک پنگھولو کا آدمی چلا رہا تھا۔ ٹریکٹر نے کھیت میں کراہا چلانے کا کام اتنی آسانی سے کیا گویا دریا کنارے پر کی ریت کنارے پر لگا رہا ہو۔ وہ سیدھی پنیری کے قطعات پر پہنچی۔ ثنا اور ملہا بھی اس کے ہمراہ تھیں۔ دوسری بچیاں ایڑیوں کے بل بیٹھی ٹریکٹر چلتے دیکھتی رہیں جونہی

جیہا بیلوکر میں گھس کر نظروں سے اوجھل ہوئی' وہ سب فوراً کھیت میں کود گئیں۔ انہوں نے کیچڑ میں لوٹ لگائی۔ کچھ ٹریکٹر کے پیچھے بھاگیں۔ ٹریکٹر کے پیچھے سے اڑنے والی مٹی نے ان کے چہرے اور سر کیچڑ میں لت پت کر دیئے۔ ان کے جسم دلدلی مہک دیتے کیچڑ سے ڈھک گئے۔ کبھی کبھار تو دھان کے کھیت میں جیہا کی یہ بچیاں کیچڑ میں لوٹتی بھینسوں کے گلے کی سی نظر آئیں۔

MashalBooks.org

باب9

ایک ماہ سات دن تک جیہا اور اس کی بچیوں نے دھان کے کھیت میں روئی کو بھینسوں کی طرح روندا۔ لہوما کو بھی قبر میں لیٹے ایک ماہ ایک ہفتہ گزر چکا تھا۔ جیہا نے ساری پنیری اکھاڑی۔ چھوٹے چھوٹے کل پچاس مٹھے بنے۔ انہیں اٹھا کر بیلو کر سے کھیتوں تک لایا گیا۔ کل دس پھیرے لگے۔ لہوما ابھی تک قبر میں تھا۔ اب کہیں جا کر جیہا اور اس کی بچیوں کو واقعی یقین ہوا تھا کہ وہ انہیں پنیری گاڑتا دیکھنے کبھی واپس نہیں آئے گا لیکن جیہا کے لئے لہوما اور فقط لہوما ہی خصم تھا۔ پنیری اکھاڑی جا چکی تو لہوما کی قبر پر جہاں تہاں گھاس پھوٹنے لگی تھی۔ گھاس اگنے سے قبر کی سرخی مائل مٹی گردوپیش کی زمین کی سی نظر آنے لگی تھی۔ تمام پنیری دھان کے کھیتوں میں لگائی جا چکی۔ جیہا کا یقین تھا کہ لہوما کو اس امر کی بھی خبر ہے۔ جیہا وہ سب کچھ یاد کرتی جو ساتھ گزرے برسوں میں لہوما نے اس کے لئے کیا تھا تو اسے تسلی سی ہوتی۔ لہوما جس نے برسوں اس کی، اس کی بچیوں اور سب سے قیمتی چیز یعنی دھان کے کھیتوں کی دیکھ بھال کی تھی۔ مضبوط پٹھوں والا سخت جان لہوما، لہوما جو کھیت کی صفائی کے پہلے دن سے لے کر فصل کے گھر پہنچ جانے تک مسلسل اور سخت محنت کرتا اب بھی لہوما ساتھ تھا۔ اس نے تا جک چلایا تھا۔ میزونگ کی شاخیں کھیتوں سے اکٹھی کر کے مینڈھوں پر ڈھیریاں لگائی تھیں۔ لہوما نے کھیتوں میں پانی روکا اور پھر نکالا تھا۔ لہوما نے ہی گیلونگ کھولتے ہوئے ایک فٹ چوڑے کر دیئے تھے۔ اس نے پنیری اکھاڑی تھی۔ وہ پنیری اٹھا کر لایا تھا۔ اس نے پنیری بوئی تھی۔ کھیت سے چن چن کر کیکڑے نکالے تھے۔ خشک سالی کا مقابلہ کیا تھا۔ سیلابوں کا سامنا کیا تھا۔

چپاک سے لڑا تھا۔ دھان کی فصل کو پڑ جانے والی سنڈیوں سے نمٹا تھا۔ اس نے فصل کاٹی تھی۔ پھر فصل جھاڑی تھی حتیٰ کہ ایک ایک دانہ ڈنڈے سے الگ ہو گیا تھا۔ دھان چھڑا اور چاول بھوسے سے الگ کیئے جنہیں جیہا نے پکایا۔ تب کہیں لہوما کو اور اس کے ساتھ بچوں کو پیٹ بھر کر چاول کھانے کو ملے تھے۔

جیہا یہ سب کچھ نہیں بھول سکتی تھی۔ اب ان سب کاموں کا بوجھ اس پر آ پڑا تھا۔ آئے سال بھی اسے دھان کے چودہ ریلانگ پر کام کرنا پڑے گا' پنیری بونے کے رقبے کی صفائی کے پہلے لمحے سے لے کر چاول پکنے اور منتظر پیٹ میں لقمہ اتارنے تک کا سارا کام۔ ان سارے برسوں میں لہوما کی محنت شاقہ کا خیال جیہا کے عزم کو تقویت دیتا تھا۔ لگتا تھا اسے کھیتوں میں کام کرنے کی ساری طاقت اور حوصلہ اب لہوما سے مل رہا تھا۔ قبر میں پڑے مٹی میں ملے لہوما کے جسم کی طاقت اور ہمت جیہا میں منتقل ہو رہی تھی۔ اسے اپنے اندر نا قابل شکست جذبہ اٹھتا محسوس ہوتا تھا۔ لہوما کا اپنے خاندان کو چاول مہیا کرنے کا غیر متزلزل جذبہ اب جیہا کا ہو چکا تھا۔ جیہا کو اپنی جدوجہد اسی جذبے کے ساتھ جاری رکھنا تھی۔

اسے کیکڑوں سے لہوما کی سی قوت کے ساتھ نمٹنا تھا جو اب اس کی ہو چکی تھی۔ پکی فصل پر چپاک کی دراڑیں آ پڑیں تو وہ ان سے جان توڑ کر لڑے گی۔ جدوجہد اب صرف اس کی نہیں تھی۔ یہ دراصل لہوما کی جدوجہد تھی۔ سات بچیوں کی بقا کیلئے لہوما کی جدوجہد جانکاہ جدوجہد ہمیشہ کو جاری رکھنا تھی............ اس جدوجہد کو جیہا کو جاری رکھنا تھا۔ ثنا کو جاری رکھنا تھا ملہا کو جاری رکھنا تھا۔ زینب' سیمک' لیہا اور لیبار سب کو یہ جدوجہد جاری رکھنا تھی۔ اس جدوجہد کا سلسلہ کہاں تک پھیلا ہوا تھا۔ انہیں چاول پر زندہ رہنا تھا یا پھر چاول کے ساتھ ہی مر جانا تھا۔

لہوما کی وفات کے بعد سے ثنا اور ملہا کافی ہوشیار ہو چکی تھیں جونکیں اور دھان کے کھیتوں میں کھڑا پانی اب ان کے سامنے کچھ نہ تھا۔ وہ تا جک لہراتے سر سے اوپر لے جاتیں۔ دن میں پانچ گٹھڑ تک پنیری اکھاڑ لیتیں۔ پنیری کی جڑوں سے چمٹی مٹی جھاڑنے کو اسے پاؤں کے تلووں پر مارتیں پھر پنیری اٹھا کر کھیتوں میں لائی جاتی۔ فی پھیرا چار

گٹھڑ آتے سال دونوں کی کارکردگی اور بہتر ہو جائے گی۔ ان کے جسم سخت ہو جائیں گے اور پٹھے مضبوط۔ ہر پھیرے میں چھ گٹھڑ لانے لگیں گی۔ لہوما کی جدوجہد ثنا اور ملہا جاری رکھیں گی۔

جیہا کے ذہن میں خیالات کا سلسلہ رکنے میں نہ آتا تھا۔ وہ خود تو بوڑھی ہو جائے گی۔ اس کے ہاتھوں میں آج کی سی گرفت نہ رہے گی۔ ثنا اور ملہا کی شادیاں ہو جائیں گی۔ اور وہ لہوما کی جدوجہد جاری رکھیں گی۔ اس دوران زینب اور سیمک اور بڑی ہو چکی ہوں گی۔ اگلے برس وہ بھی تاجک سر سے اوپر لے جا کر چلا رہی ہوں گی۔ اوپر اور اوپر لیہا' لیبار اور کیہا بھی اتنی تو نہیں رہیں گی۔ بالآخر چاول ہر روز ان کے پیٹ میں پہنچ رہے ہیں۔ اس کی سب بچیاں بڑی ہو کر کھیتوں میں پہنچ جائیں گی۔ لیہا' لیبار اور کیہا جونکوں سے نہیں بدکیں گی۔ کیچڑ اور گلتے سڑتے میزونگ سے تو وہ اب بھی آشنا تھیں۔ اچھا ہے۔ انہیں کیچڑ میں چھپ چھپانے دو۔ انہیں نو عمر بھینسوں کی طرح کیچڑ میں لوٹیں لگانے دو۔ ان کی کھالیں کیچڑ رنگ اور سخت ہو جائیں گی۔ کسان کی تو زندگی ہی کیچڑ میں گزرتی ہے۔ جیہا نے سوچا' بھینسوں کی طرح اسے مسلتے اور اس میں لوٹیں لگاتے۔ صحرا کی سی دھوپ میں جلتے۔ یوں بھیگتے گویا کسی بڑے سیلاب میں ہوں۔ یہی بچیاں کیکڑے چن کر اس لعنتی مخلوق کو کچل رہی ہوں گی۔ انہیں پتا ہونا چاہئے کہ وہ کیکڑے کیسے ہلاک کرنا ہیں۔ ان کے کھیتوں کیلئے خطرہ بننے والی کسی مخلوق کو زندہ نہیں بچنا چاہئے۔ انہیں پتا ہونا چاہئے کہ چیاک کو کس طرح ہلاک کرنا ہے جو لاکھوں کی تعداد میں پکتی فصل پر ہلہ بول دیتی ہیں۔ اسے یہ سوچ کر قدرے تسلی ہوئی کہ اس کی بچیاں' نواسے نواسیاں اور آگے ان کی اولادیں بھی لہوما کی جدوجہد جاری رکھیں گی۔

''جیہا''

''جیہا ہڑبڑا کر اپنے خوابوں سے باہر آ گئی۔

''تمہیں طویل خشک سالی سے لڑنا ہوگا۔''

اس نے اپنے ذہن کو پر سکون رکھنے کی کوشش کی۔ اس کے ذہن کو طویل خشک موسم کا خیال ستانے لگا۔ آواز اس کے ذہن سے آتی تھی۔ اس کے خاوند کی آواز جو لمبے

عرصے سے اس کے اندر بسنے لگی تھی۔ اس نے سر ہلا دیا۔ خشک سالی کی صورت میں اس کے کھیت سوکھنے لگے تو وہ پانی کی تلاش میں نکل کھڑی ہوگی۔ دریا سے پانی بھر بھر کر لائے گی۔ سر پر بالٹی سنبھالے دریا سے پانی لا لا کر کھیت سینچے گی۔ سب باری باری پانی لائیں گی۔ پانی تلاش کیا جائیگا۔ وہ بنگل دراپ گاؤں کے دوسرے باسیوں کے ہمراہ پانی کی تلاش کو نکلے گی۔

''جیہا!'' اس کے سر میں موجود آواز دوبارہ ابھری۔

جیہا کو گزرے سارے سالوں کے مصائب یاد آئے۔ ان سارے سالوں میں لہوما نے پورے جی جان سے محنت کی تھی۔

''سیلاب آئے گا۔ تمہیں اس کا مقابلہ کرنا ہوگا۔''

''میں کروں گی۔'' جیہا نے اقرار کیا۔

''کیڑے آئیں گے''

''میں دونوں ہاتھوں سے ان کا مقابلہ کروں گی۔''

''تمہارے چاول کھانے پرندے ہلہ بولیں گے''

''میں مقابلہ کروں گی۔'' جیہا نے اپنی سوچوں میں اعلان کیا۔

''تمہارے دھان کے پودوں میں کیڑے اپنے گھر بنالیں گے۔''

''میں مقابلہ کروں گی۔ جیہا ابھی زندہ ہے۔ میری بچیاں ابھی زندہ ہیں۔''

''اگلے سال؟''

''اگلے سال بھی میں سب چیزوں کا مقابلہ کروں گی۔''

''اور اس سے اگلے سال؟''

''میں لڑوں گی۔ میں ہر شئے کا مقابلہ کروں گی۔ میں ثنا' ملہا' زینب' سیمک' لیہا' لیبار اور کیہا کو ساتھ ملا کر لڑوں گی۔''

پنیری اکھاڑی گئی۔ نیچے لائی گئی۔ اسے پانی میں بھگو کر رکھا گیا۔ پھر اسے کھیتوں میں بو دیا گیا۔ بنگل دراپ گاؤں کی نبض حیات دھان کے کھیت رنگ بدلنے لگے جہاں میزونگ اور خارپشت گھاس سڑانے کو بدرنگ بو چھوڑتا پانی اکٹھا کیا گیا تھا' وہاں اب سبز

MashalBooks.org

ٹکڑیاں نظر آنے لگی تھیں۔ سبز رنگ روز بروز ایک سے دوسرے قطعے میں پھیلتا چلا جا رہا تھا۔ پودوں نے جڑیں پکڑ لیں۔ تو سبز رنگ اور بھی گہرا ہونے لگا۔ جڑیں نرم مٹی میں دھنسنے لگیں تو نکلنے والی نئی پتیاں ہوا میں لہلہانے لگیں۔ جیہا کی فصل بھی سر اٹھانے میں کسی سے پیچھے نہ تھی۔ کھیتوں میں پنیری قطار در قطار یوں لگی تھی گویا ڈر کھینچ کر لگائی گئی ہوں۔ پنیری لگانے میں ثنا اور ملہا' جیہا کے ساتھ تھیں۔ دوسری بچیاں بھی ساتھ تھیں۔ وہ چاہتی تھیں کہ بچیاں کھیت کے کیچڑ سے آشنا ہو جائیں۔ بعض اوقات زنیب کا لگایا پودا پانی کی سطح پر تیرنے لگتا تھا کہ اسے مناسب گہرائی تک گاڑا نہیں گیا تھا۔ کبھی لیبار کا لگایا پودا کیہا کی شرارت سے اکھڑ جاتا۔ کبھی کیہا جان بوجھ کر دوسروں کے لگائے پودے اکھاڑنے لگتی۔ جیہا گرتی پڑتی کیچڑ میں بھاگتی بچی کا پیچھا کرتی۔ بچی پانی میں گرتی اور کھڑی ہو کر پھر بھاگنے لگتی۔ گارے میں تنا کیہا کا ننھا سا جسم دھوپ میں چمکتا تو سارا کنبہ ہنسنے لگتا۔

جیہا بھی جی جان سے ہنستی۔ اسے یقین تھا کہ لہوما بھی ہوتا تو اس کے پپڑی بندھے۔ ہونٹوں سے ہنسی کے فوارے چھوٹتے۔ یقیناً لہوما بچیوں کو کیچڑ میں چھپ چھپاتے اور پنیری لگانے میں ہاتھ بٹاتے پا کر خوش ہوتا۔ وہ جانتی تھی کہ یہ پودے ان کی زندگی میں کتنے اہم ہیں۔ سیمک اور زینب تو شاید واقعی اچھی طرح سمجھتی تھیں۔ ان کے لگائے پودے بالکل سیدھے ہوتے۔ ان میں کیہا کی سی شرارت نہ تھی جو دوسروں کے لگائے پودے بھی اکھاڑتی پھرتی نہ ہی وہ لیبار کی سی تھیں جو کیچڑ میں چلتی پودوں سے ٹکراتی انہیں گراتی چلی جاتی۔ اپنی اس حرکت سے وہ بالکل بھینس سی لگتی جو کھل کر کھیتوں میں آ نکلی ہو۔ جیہا بحیثیت مجموعی بہرحال مطمئن تھی۔ اس کی تربیت رنگ دکھانے لگی تھی۔ ثنا اور ملہا کو ملنے والی تربیت پھل لا رہی تھی۔ زینب اور سیمک پر بھی اثر پڑا تھا۔ انہیں لگنے والی پنیری کی قدر و قیمت کا علم تھا۔ بس لیبار اور کیہا تھیں کہ دن بھر کیچڑ میں پھرتی رہتیں۔ انہیں پنیری کی کچھ پروا نہ تھی۔ انہیں چاولوں سے بھی کچھ زیادہ شغف نہ تھا لیکن جیہا مطمئن تھی۔ جلد یا بدیر یہ بھی سیکھ جائیں گی۔ اہم چیز یہ تھی کہ لگن اور عزم موجود ہونا چاہیے۔ ان میں لہوما کا سا جذبہ ہونا چاہیے۔ اس کی بچیوں کے دلوں میں لہوما کی سی لگن موجود ہونی چاہیے۔ ان کے وجود کے ہر رگ و ریشے میں لہوما کی سی لگن کوٹ کوٹ

کر بھری ہونی چاہئے۔ پنیری لگانے' جونکوں سے نمٹنے اور ہل چلانے جیسے مسئلوں سے نمٹنا تبھی ممکن ہو سکتا ہے۔ جب ان بچیوں کے سینے میں لہوما کے جذبے اور لگن کی جڑیں مضبوطی سے جگہ پکڑ لیں۔

جیبھا کو اپنا خاوند لہوما ایک بار پھر یاد آیا۔ وہ سیدھی کھڑی ہو گئی۔ ہاتھ میں پکڑے پودے اسی طرح گرفت میں رہے۔ اس کی نظریں اپنے مکان کی طرف پلٹیں مکان خالی تھا۔ ناسور میں بدل جانے والے زخم کی تکلیف سے کراہتا سوجن زدہ جسم لئے لہوما اب وہاں موجود نہیں تھا۔ پھر جیبھا کی نظریں پلٹ کر کھیت کے اس حصے پر جم گئیں جہاں پنیری لگائی جا چکی تھی۔ سات قطعات میں پنیری لگ چکی تھی۔ ان قطعات پر سکوت طاری تھا۔ جڑیں زمین میں گاڑے آسمان کی طرف پتیاں نکالتے پودے کبھی کبھار ہوا کے جھونکے سے لہلہا کر رہ جاتے۔ پانی نتھرنے لگا تھا۔ تنوں کے ساتھ پانی میں ننھی ننھی موجوں کے دائرے سے نمودار ہوتے۔ ہیرو آن اپنے شکار کے تعاقب میں لپکنے لگی تھی۔ کیٹ فش مینڈھ کے ساتھ سر ٹکرانے لگی تھی تا کہ رہنے کو ٹھکانے بنا سکے۔ ہیرو آن اور کیٹ فش اپنی نسل بڑھائیں گی۔ پو یو ایک دوسرے کے پیچھے بھاگتیں' نوعمر پودوں کے پیچھے چھپتی نظر آنے لگی تھیں۔ چھوٹا پونگ چھپنے کے لئے مینڈھ کے ساتھ اگی گھاس میں پناہ گاہیں ڈھونڈنے لگا تھا۔ یہ سب مچھلیاں بالآخر پانی کے جوہڑ میں پھنس کر رہ جائیں گی۔ جیبھا جوہڑ کا پانی برتنوں سے بھر کر نکالتی اسے خشک کر دیتی۔ پچھلے برسوں میں تو لہوما نے ایریکا کی چھال بالٹی کی طرح استعمال کرتے ہوئے۔ یہ جوہڑ خشک کر ڈالا تھا۔ جیبھا اور اس کی بچیوں کو سوائے انتظار کے اور کچھ نہیں کرنا تھا۔ پانی نکالے جا چکنے پر جوہڑ مٹی کا بہت بڑا برتن بن جاتا جس میں لگتا تھا مچھلیاں خود پالی ہوں۔ دو تین ماہ تک اس کی بچیوں کے کھانے کو کافی مقدار میں ہیرو آن اور کیٹ فش دستیاب ہوگی۔ کچھ مچھلی بادو (اچار) کی صورت محفوظ کر لی جاتی۔ اس سال تو تالاب کا پانی جیبھا کو ہی برتن بھر بھر کر نکالنا ہوگا۔ کیٹ فش میں ملائی مرچوں کی چٹنی (سامبال) سے لگا لگا کر گندلیں کھانے کو لہوما اس برس موجود نہیں۔ وہ بازو بازو جتنی لمبی ہیرو آن تلیں گے لیکن اسے چکھنے کو لہوما موجود نہیں ہوگا۔ مرچ' اعلیٰ اور خشک کی گئی نمک لگی دوریاں میں پو یو پکے گی لیکن کھانے کو لہوما موجود

نہیں ہوگا۔ جھولوں کے حساب سے جھینگے پکڑے جائیں گے۔ نمکین پانی میں ان کا اچار پڑے گا اور بوقت ضرورت پیس کر چٹنی' جیہا قطعات پر قطعات پنیری گاڑتی چلی گئی۔ روز بروز نئے نئے تالاب بنیں گے اور اسی حساب سے مچھلی بھی بڑھتی چلی جائیگی۔ کل چھ جوہڑ تھے' ان میں کھوکھلی لکڑی اور بانس پھینکے جائیں گے تاکہ وہ قدرے اتھلے ہو جائیں۔ بانسوں میں کیٹ فش ٹھکانے بنائے گی اور لکڑی کے پیچھے ہیروآن بسیرا کرے گی۔ نسل کشی ہوگی۔ وقت گزرنے پر بعض دانے بازو بازو بھر لمبے ہو جائیں گے۔ کچھ ہیروآن تو لمبی ہوں گی کہ کچھ پر تو کیہا سواری کر لے۔ جوہڑ میں موجود مادر ہیروآن پکڑنے کو کیہا ہلکان ہو جائیگی۔ مادر مچھلی پکڑنے کو بچیاں تالاب کا کیچڑ چھان ماریں گی۔

جیہا پنیری گاڑتی رہی۔ رفتہ رفتہ بنگل دراپ کے دھان کے کھیت سبزے کے ایک وسیع میدان بن گئے۔ چپچپا گدلا پانی نتھر گیا۔ مچھلیوں نے سر نکالا۔ جوہڑوں میں کائی لگنے لگی۔ کسانوں کو قدرے سکھ کا سانس آیا۔ خود جیہا خوش کن خوابوں میں کھونے لگی۔ اس نے پک گئی فصل کے خواب دیکھے جس میں ہر پودا دانوں بھری بالیوں سے لدا ہوا تھا۔ اسے اناج ماپنے کے پیمانوں کے خواب آئے۔ دعوتوں کے خواب جس میں لہوما کے نئے چاول پکے تھے۔ وہ خوابوں میں کھو جاتی۔ اس نے رشتے مانگ لیے جانے پر شنا اور ملہا کی شادی کے خواب دیکھے۔ دھان کے دھسا دھس بھرے کوٹھیار کے خواب۔ اپنی دھان کی فصل کے خواب جس میں ہر پودا پاؤں کے انگوٹھے جتنا موٹا تھا اور جن کے سائے میں ہیروآن' کیٹ فش' پویؤ' جھینگوں' سیلاٹ اور سیپاٹ نے پناہ لے رکھی تھی۔ چاولوں سے بھری بالیوں کے خواب۔ وہ عموماً ہر خواب کو کسی نہ کسی طرح لہوما سے جا جوڑتی۔ لہوما کے جذبے اور لگن سے جو اس کی نسل میں آگے پشت در پشت چلے گا۔ خوابوں کی تعبیر ملے گی۔ خواب یقیناً سچ ثابت ہوں گے۔ اس کا یہ بھی یقین تھا کہ رزق اللہ کی طرف سے ہے جو قادر مطلق ہے۔ جیہا کے کہنے' لہوما کے جذبے اور لگن اور اللہ قادر مطلق کے درمیان ایک بندھن ہے جو ٹوٹ نہیں سکتا تھا۔

ٹوک پنگھولو نئی فصل کی دعوت پر پانچ چھ بھینسوں سے کم کیا ذبح کرے گا۔ نوجوان ڈھول پر مسرت کے گیت گائیں گے۔ گھروں میں نئی فصل سے کوٹھیار بھرنے تک سلات

کا اکھاڑہ نوجوانوں سے ٹھساٹھس بھر چکا ہوگا۔ بھینسیں کھلی چھوڑ دی جائیں گی۔ کٹی فصل میں صرف ٹھنٹھ بچے ہوں گے جنہیں وہ روندتی پھریں گی۔ اکھاڑے میں جمع لوگ دن رات ڈھول بجاتے گانے گائیں گے۔ ٹوک پنگھسولو تو شاید نئی فصل کی ضیافت پر ایک بیٹی کی شادی بھی کر ڈالے گا۔

جیہا کا تخیل فصل پکنے پر بنگل دراپ گاؤں میں ہونے والے تہوار کا احاطہ نہ کرسکا۔ فصل اٹھنے سے خالی ہونے والے کھیتوں میں بچے پتنگیں اڑائیں گے۔ دھان کی نلی سے بنی بنسی سننے کو ملے گی۔ فصل پک چکنے پر کھیت کنارے چھوٹی چھوٹی کٹیائیں کھڑی کردی جائیں گی۔

جیہا وہ بابرکت لمحات لہوما کی قبر پر گزارے گی جہاں ضیافت کا اہتمام ہوگا۔ ضیافت کے موقع پر خصوصی دعاؤں کا اہتمام ہوگا کہ اس کے خاوند کی روح دجالوں کے بداثرات سے محفوظ رہے۔ اس کے بعد لہوما کی روح کو کسی اضطراب کا سامنا نہ ہوگا۔ فصل پک چکی۔ دھان گھر لے جا چکے اب لہوما کی روح کو کیا اضطراب ہوسکتا ہے۔ جیہا سوچتی چلی گئی۔ ضیافت صدقہ ہوگی جس میں سب بلا روک ٹوک آسکیں گے۔ میلنجا سیراندتی اور تھائی سب قسموں کے چاول پکیں گے۔ سب کا بیج تو لہوما نے ہی بکھیرا تھا۔ اس حساب سے فصل تو لہوما نے ہی بوئی تھی۔

جیہا گھر بیٹھے اپنی نئی بوئی فصل کا دور تک پھیلا سبزہ دیکھ سکتی تھی۔ پورے چودہ ریلانگ پر پھیلی فصل سارا رقبہ بویا جا چکا تھا۔ اس شام وہ برآمدے میں ٹانگیں لٹکائے بیٹھی رہی۔ لہوما اس طرح بیٹھا اپنی فصل دیکھا کرتا تھا۔

اس رات جیہا نے بہت گہری نیند لی۔

MashalBooks.org

باب10

لیکن جیہا کے خواب حقیقت نہ بن سکے۔ لہوما بھی ایسے ہی اچھی اچھی چیزوں کے خواب دیکھا کرتا تھا۔ اس کے خواب بھی خواب ہی رہے۔ کبھی حقیقت نہ بن پائے جیہا کو محسوس ہوا کہ اس کی بچیوں کے سہانے خواب بھی چاولوں اور ان کے کھیتوں کے متعلق ہوتے ہیں۔ خواب جو کبھی سچ نہیں نکلتے۔ خالی خواب۔ ان جیسے کسان تو بس خوابوں میں ہی امیر ہو سکتے ہیں۔ ایسے ہی خوابوں کے سہارے جیہا کا خاندان بھی زندہ تھا اور پھر ان خوابوں کا سرچشمہ ہی سوکھنے لگا۔ اس کی اولین خبر اس کی سب سے چھوٹی بچی کیہا لائی تھی۔ وہ برآمدے میں ٹانگیں لٹکائے بیٹھی تھی کہ مٹھیوں میں کچھ بھینچے کیہا نمودار ہوئی۔ وہ یوں مسکرا رہی تھی گویا اس کی مٹھیوں میں کائنات کی پراسرار ترین چیز بند ہو۔ اچانک اس کی مسکراہٹ چیخ میں بدل گئی۔ وہ شدت درد سے یوں چیخی گویا کسی چیز نے انگلی پر ڈنگ مارا ہو۔

''کیا بات ہے؟ کیا بات ہے؟''

ثنا اور ملہا باورچی خانے سے بھاگتی نکل آئیں۔ گھر سے باہر کھیلتے دوسرے بچے بھی دوڑتے ہوئے آئے اور چیختی کیہا کے گرد جمع ہوگئے۔

''کیا ہے؟'' جیہا ایک بار پھر چیخی۔

''کیکڑا!'' جیہا کی سب سے بڑی بیٹی نے آواز لگائی۔

جیہا دہل گئی۔

''کیا؟'' جیہا کی آواز ایک دہلا دینے والی چیخ کی سی تھی۔

MashalBooks.org

''کیکڑا ہے'' ملہا نے بھی وہی جواب دیا۔ اس نے کیکڑے کے مڑے ہوئے بازوؤں میں سے ایک کو دائیں ہاتھ کی چٹکی میں پکڑ رکھا تھا۔

جیہا نے لپک کر کیکڑا چھینا اور زمین پر پٹخ دیا۔ اس کا پیٹ پھٹ گیا۔ دائیں پاؤں کی ایڑی سے جیہا نے اسے کچل ڈالا۔ اس کے پھٹے پیٹ سے لیس دار بھورا سیال مادہ نکلا تھا۔ سیاہی مائل فضلہ الگ دیکھا جا سکتا تھا۔ اس کے خول کی کرچیاں مٹی میں مل گئی تھیں۔

''یہ تمہیں کہاں سے ملا؟'' جیہا نے چلّا کر پوچھا۔

کیہا جواب نہ دے سکی۔ وہ اور اونچی آواز میں رونے لگی۔

''اسے یہ کہاں سے ملا؟'' جیہا بدستور پوچھے چلے جا رہی تھی۔ اس کی لیبار کے چہرے پر گڑی نظریں جیسے چھید کرنے کو تھیں۔

لیبار بھی سراسیمہ ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے سے پتا چلتا تھا کہ کسی بھی لمحے وہ بھی رونے لگے گی۔

''یہ اسے کہاں سے ملا؟'' جیہا نے ایک بار پھر پوچھا۔ اس کی آنکھیں پھر لیہا کے چہرے پر جم گئیں۔ لیہا کو اپنی ماں کے چہرے پر کچھ عجب سا نظر آ رہا تھا۔ اس نے پوری کوشش کی کہ ماں سے نگاہیں نہ چرائے لیکن وہ اپنی ماں کے چہرے کو دیکھ نہ پائی۔ اس کی نگاہیں لڑکھڑائیں۔ اس کی آنکھوں میں آہستہ آہستہ آنسو جمع ہونے لگے۔ اس نے ہتھیلی کی پشت سے آنکھیں پونچھ ڈالیں۔ جیہا نے اس پر سے نگاہیں ہٹا کر سیمک کو دیکھا۔

''اسے یہ لعنتی مخلوق کہاں سے ملی؟''

سیمک پرے دیکھنے لگی گویا اس نے ماں کی نگاہوں کے پیچھے چھپا طیش دیکھ لیا ہو۔ اس کی نگاہیں کھیتوں کی سمت اٹھیں۔ جہاں وہ سب کھڑی تھیں۔ کھیتوں میں پھیلی ہریالی دور تک دیکھی جا سکتی تھی۔

''دھان کے کھیتوں سے؟''

''دھان کے کھیتوں سے نا؟'' جیہا نے پھسلا کر پوچھا۔

MashalBooks.org

''کہاں سے؟''

سیمک نے اب بھی کوئی آواز نہیں نکالی۔اس کی تینوں چھوٹی بہنیں زور زور سے رو رہی تھیں۔اس نے آنسو روکنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکام رہی۔اس کے گلے کی گھٹن اچانک سسکیوں میں پھوٹ نکلی۔

''اسے یہ کہاں سے ملا؟'' اب اس نے گھوم کر ثنا کو دیکھا۔

ثنا سر ہلا کر رہ گئی۔

''کدھر سے؟'' جیہا نے ایک بار پھر تلخی سے پوچھا۔

لیکن اس بار یہ سوال جواب کیلئے نہیں پوچھا گیا تھا۔اس نے پھپھوندی لگے بانس کے گیلگار پر لٹکتا اپنا سالخوردہ سارنگ اتار کر جسم کے گرد لپیٹتے کمر کو جھٹکا دیا اور دوبارہ کس کر اڑسا اور کھیتوں کو بھاگ نکلی۔ وہ پوری قوت سے دوڑ رہی تھی۔ اس نے لومڑی کے خوف سے بھاگتے ماؤس ڈیر کی طرح چھلانگ لگا کر باڑھ عبور کی اور پگڈنڈی پر بھاگتی چلی گئی۔ اس کے سارے سہانے سپنے چکنا چور ہوگئے تھے۔ کیکڑے آ نکلے تھے۔ بنگل دراپ کے دھان پر کیکڑوں نے ہلہ بول دیا تھا۔ دل کے دل کیکڑے کھیتوں پر آن پڑے تھے۔اس کے دھان کے پورے کٹ گریں گے۔ پانی کی سطح پر تیرتے نظر آئیں گے۔

جیہا گرتی پڑتی بھاگتی چلی گئی کئی بار اس کا پاؤں پھسل کر کیچڑ بھرے سوراخ میں جا پڑا۔

کیکڑے یقیناً اس کے کھیتوں میں ہوں گے۔ اس نے دوسرے لوگوں کے قطعات پر نگاہ ڈالی۔ بہت سے سر نیچے اوپر ہو رہے تھے جیہا نے سوچا کہ یہ لوگ بھی غالباً کیکڑے ہی چن رہے ہوں گے اور پھر یہ خیال نہ کھل پانے والی گرہوں کی صورت اختیار کرنے لگا۔ دھان کے تمام نئے لگائے پودے گر جائیں گے۔ اسی سہ پہر کیکڑے چن کر نکال پھینکنا ضروری ہے۔ پھر گرے ہوئے پودوں کی جگہ نئے بھی لگانا ہوں گے۔ مزید پنیری کی ضرورت ہوگی۔اس کی اپنی ناکافی رہی تو کسی نہ کسی سے مانگ لے گی۔

جیہا رکی نہیں۔ وہ ایک موڑ پر مڑی تو بچیاں نظر آئیں جو اس سے آ ملنے کے لئے لڑکھڑاتی بھاگتی چلی آ رہی تھیں۔ سانپ سے ڈر کر بھاگتی بطخوں کی سی لگ رہی تھیں۔

ایک قطار میں بھاگتی اس کی لڑکیاں سب سے آگے ثنا تھی جس کے لمبے سارنگ کا پلو گھاس پر گھسٹ رہا تھا۔ ملہا بھی بھاگتی چلی آ رہی تھی' زینب بھی۔ اس کے پیچھے سیمک پھر لیہا' لیبار اور سب کے آخر میں ڈولتی بھاگتی کیہا تھی۔

جیہا کا اندازہ درست نکلا۔ آخری کھیت میں دھان کے کئی پودے پانی کی سطح پر تیر رہے تھے۔ ہوا کے جھونکے انہیں دور لیے جا رہے تھے۔ اس نے صاف پانی میں جھانکا۔ ڈنڈی کے ساتھ رینگتے کچھ کیکڑوں پر اسکی نظر پڑی۔ اس نے ایک کیکڑا اٹھایا اور اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا۔ وہ پگڈنڈی پر گر گیا۔ جیہا نے اسے دوبارہ اٹھا لیا۔ اس کا ایک بازو کھینچ کر توڑا۔ کیکڑا درد سے سکڑ گیا۔ اس نے دوسرا بازو بھی کھینچ توڑا۔

کیکڑا دوبارہ سمٹا۔ پھر اس نے مٹھی بھینچی اور کیکڑا مسل ڈالا۔

کیکڑے! کیکڑے! کیکڑے!'' جیہا پوری قوت سے چلائے جا رہی تھی۔ بنگل دراپ گاؤں کے اردگرد کھڑی پہاڑیوں سے ٹکرا کر اس کی آواز بازگشت در بازگشت کی صورت گونجی۔

''کیکڑے! کیکڑے! کیکڑے!'' جیہا دوبارہ چیخی۔ اپنے اپنے کھیتوں میں جھکے لوگوں نے سر اٹھائے۔ انہوں نے جیہا کی بازگشت میں ڈھلی صدا کا کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ دوبارہ اپنے کھیتوں پر جھک گئے اور رینگتے کیکڑے چننے لگے۔

''کیکڑے'' جیہا ایک بار پھر چلائی۔ گویا اپنا غصہ آواز کی صورت نکال رہی ہو۔ اس کی ہوا کو کاٹتی آواز سیٹی کی سی تھی۔

کیکڑے ہر فصل پر آتے ہیں' اس مخلوق کو دوبارہ کھیت میں پھینکتے ہوئے جیہا نے سوچا۔ اسے یہ نہیں سوجھ سکتا تھا کہ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں یہ مخلوق ہر سال کہاں سے وارد ہو جاتی ہے۔ لہوما زندہ ہوتا تو وہ بھی اس طرح لپکا چلا آتا۔ اسے یاد تھا کہ پچھلے برس اس کے خاوند نے کیا کیا تھا۔ سب نے مل کر کیکڑے چنے تھے۔ چاول رکھنے کی بیس ٹوکریاں بھر گئی تھیں۔

تکون کی صورت پتھر رکھ کر بنائے گئے چولہے پر دیگ چڑھائی گئی تھی۔ ٹوکریاں دیگ میں خالی کی گئی تھیں۔ پھر لہوما نے دیگ کے نیچے آگ جلائی۔ کیکڑے تلملاتے باہر

نکلنے کی کوشش کرتے رہے لیکن جلد ہی ان کے چکنے دار خول سرخ ہونے لگے۔ ابلتے پانی میں سارے کیکڑے گھل گئے۔ گوشت الگ ہوگیا خول الگ۔ یوں لہوما نے دو دیگیں کیکڑے ابال کر رکھ دیئے پھر دونوں دیگیں زمین پر انڈیل دی گئیں۔ کیکڑے پڑے سڑتے رہے۔

''کیکڑے!'' جیہا ایک بار پھر چلائی۔

ثنا ہانپتی ہوئی پہنچ گئی پھر ملہا اور دوسری لڑکیاں بھی آ گئیں۔ لڑکیاں کھڑی ہانپتی پودوں کے بیچوں بیچ تیرتے کیکڑے دیکھنے لگیں۔ گرتے پودوں کی تعداد بڑھنے لگی تھی۔ کبھی کبھار کیکڑے کے کترنے سے پودے میں پیدا ہونے والی لرزش واضح طور پر نظر بھی آتی۔ اگلے ہی لمحے وہ پودا کٹ کر گرتا اور پانی کی سطح پر تیرتا نظر آتا۔

''گیلانگ کھول دو۔'' جیہا نے حکم دیا۔

اپنی ماں کے پاس کھڑی ثنا بلا تاخیر جھکی اور اس نے دونوں ہاتھوں سے گیلانگ کھولنے کو زور لگایا۔ ہتھیلیوں کو روک کی شکل دیئے وہ گیلی مٹی نکال کر منڈیر پر رکھنے لگی۔ تنگ سی جھیری بنی اور کھیت سے پانی شراٹے بھرتا باہر گرنے لگا۔

''اسے اور کھلا کرو!'' جیہا چلائی۔

ثنا پھر اپنی ہتھیلیوں کو اوک بنائے بھر بھر مٹی نکالنے لگی۔

''گھر سے ٹوکریاں لاؤ۔'' جیہا نے ملہا کو حکم دیا۔

ملہا بھاگ کھڑی ہوئی۔ وہ ہر ممکن تیزی سے بھاگ رہی تھی۔

''آٹھ ٹوکریاں لانا'' جیہا نے آواز لگائی۔

ملہا کے پیچھے چھوٹی بھی بھاگیں۔ جلد ہی سب بھاگتی واپس آ گئیں۔ انہوں نے ٹوکریاں جیہا کے پاؤں میں رکھ دیں۔ سب کھڑی پانی نکل جانے کا انتظار کرنے لگیں۔ اس دوران جیہا کھیت کے گرد کنارے کنارے پھرتی رہی۔ وقتاً فوقتاً نیچے جھکتی مینڈھ کے ساتھ کھیت میں سے کیکڑا پکڑ کر مینڈھ پر رکھتی اور ایڑی سے کچل دیتی۔ پانچ چھ کیکڑے تو اس نے ہتھیلیوں میں مسل دیئے۔

''انہیں ٹوکریوں میں ڈالتی جاؤ۔'' جیہا نے لڑکیوں سے کہا۔ اس کا لہجہ گویا اس کے

خاوند کے پچھلے سال کے الفاظ کی بازگشت تھا۔

''ان سے ٹوکریاں بھرلو۔'' جیہا کی آواز ایک بار پھر ابھری۔

وہ سب پانی کے نکل جانے کا انتظار کرنے لگی۔

ثنا کے کھولے گیلانگ سے پانی شرّاٹے بھرتا نکل رہا تھا۔ سیدھی دھار میں تیزی سے بہتا پانی گویا اس کے تعاقب میں ہو۔ دھان کے نوخیز پودوں کو گھیرے کیکڑوں میں اضطراب کے آثار نمودار ہوئے۔ بعض دوسروں پر چڑھ گئے۔ کچھ اترتے پانی میں بے تابانہ ادھرادھر ہاتھ مارنے لگے۔ جیہا مینڈھ کے نزدیک موجود کیکڑوں کو غور سے دیکھنے لگی۔ کھیت کے درمیان میں تو ان کی تعداد اور بھی زیادہ ہوگی لیکن ایک بار پانی اتر جائے تو وہ ہلنے کے قابل نہیں رہیں گے۔

''ان سے ٹوکریاں بھرلو۔'' جیہا کی آواز میں انتقام کی گرج تھی۔

اتنے بہت سے قطعات ہیں۔ جیہا کو احساس تھا کہ وہ آٹھ دس سے باہر تو سارے کھیتوں کو کیکڑوں سے پاک نہیں کرسکتیں۔ کیہا اور لیبار دس بیس کیکڑوں سے زیادہ کیا چن لیں گی لیکن رات پڑنے سے پہلے کم از کم آئے ہوئے۔ کیکڑے تو ہلاک کرنا ہوں گے۔ آج رات ہی انہیں کیکڑوں کو ابالنا ہوگا۔ یہاں تک کہ ان کے پیٹ پھٹ جائیں اور ان سے لیس دار مواد بہنے لگے۔ جیہا اسی رات پتھروں سے بنے چولہے پر دیگ چڑھائے گی۔ آگ جلائی جائے گی۔ پانی میں سے بلبلے اٹھیں گے اور اس لعنتی مخلوق کے سرخ ہوجانے تک پانی ابلتا رہے گا۔

پہلا کھیت پانی سے خالی ہوچکا تھا۔ کیکڑے ادھر ادھر بھاگ رہے تھے۔ جیہا کھیت کے کیچڑ میں اتر گئی۔ ثنا مغرب کی طرف سے کھیت میں اتری جبکہ ملہا مشرق کی طرف سے۔

''احتیاط سے'' جیہا پکاری۔'' پورے پاؤں تلے نہ آنے پائیں۔''

ساری بچیاں چھوٹی بڑی ٹوکریاں بغلوں میں تھامے کھیتوں میں اتر گئیں۔ وہ کھیت میں سے یوں کیکڑے اٹھا رہی تھیں گویا جنگل میں درختوں کے نیچے بکھرے اخروٹ۔

''اٹھاؤ' انہیں اٹھاؤ۔''

MashalBooks.org

نوخیز پر جھکی جیہا نے آواز لگائی۔ وہ ایک ہی بار میں دو تین کیکڑے اکٹھے اٹھا کر ٹوکری میں ڈالتی۔ کہیں کہیں تو اس کے ہاتھ بڑھانے سے پہلے ہی کئی اکٹھے ہو کر گتھ جاتے۔ اسے صرف اٹھا کر ٹوکری میں ڈالنا ہوتا۔

کیہا اور لیبار کھیت میں یوں پودے پھلانگتی پھر رہی تھیں گویا کیکڑوں سے کھیل رہی ہوں۔ وہ کیکڑے پکڑ کر انہیں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگتیں۔

جیہا کو ٹوکری بھاری لگنے لگی۔ تقریباً بھر چکی تھی۔ اس نے ٹوکری مینڈھ پر رکھ دی۔ پھر اس نے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی سے ٹوکری لی۔ جیہا نے وہ ٹوکری بھی بھر دی۔ بالکل ساری ٹوکریاں بھر گئیں۔ ٹوکرے سروں پر اٹھائے مقررہ جگہ لائے گئے۔ چولہے پر دیگ چڑھا دی گئی۔ آگ جلائی گئی۔ جیہا نے ٹوکریاں دیگ کے پانی میں خالی کر دیں۔ پانی گرم ہوا تو کیکڑوں میں بے چینی کے آثار نظر آنے لگے۔ تیزی سے پانی میں حرکت کرنے لگے۔ گرم پانی کی سطح پر سے بلبلے پھٹ کر ہوا میں شامل ہونا شروع ہوئے تو کیکڑے بھی کبھی الٹے کبھی سیدھے پانی میں اوپر نیچے ہوتے دکھائی دیے۔ انہیں اب گرمی محسوس ہونے لگی تھی۔ ان کے خول آہستہ آہستہ گرم پڑنے لگے تھے۔ اب ان میں حرکت کے کوئی آثار نہیں تھے۔

لہوما بعض اوقات گڑھا کھودتا اور دیگ اس میں خالی کر دیتا۔ پھر وہ انہیں وہیں مر جانے کو چھوڑ دیتا۔ وہ کیکڑوں کو جی بھر کر اذیت دیتا لیکن ان کی تعداد کبھی کم نہ ہوئی۔ الٹا ان کی تعداد بڑھتی ہی چلی گئی۔ ایک بار بنگل دراپ کے ٹوک بومو نے کھیتوں میں مقیم ارواح کو چڑھاوا بھی دیا کہ وہ کھیتوں پر ان کا حملہ روکیں۔ پانچ چھ پرندے ان کی نذر کیلئے ذبح کئے گئے لیکن کیکڑے اب بھی آتے تھے اور ان کی تعداد بڑھتی ہی چلی جا رہی تھی۔ جیہا کو تو سوائے چن کر نکال پھینکنے کے اور کوئی حل نظر نہیں آتا تھا۔ وقت آنے پر کیکڑے خود بخود چلے جاتے۔ کہاں چلے جاتے ہیں؟' کسی نے سوچنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ کسی کو حیرت نہ ہوتی کہ کھیتوں کی تیاری کے مرحلے میں جب جڑی بوٹیاں صاف کی جا رہی ہوتی ہیں تو کیکڑے کہاں چلے جاتے ہیں۔ کھیتوں کے پک چکنے پر کٹائی ہوتی ہے تو کیکڑے کہاں چلے جاتے ہیں۔

MashalBooks.org

کیکڑے کہاں سے آتے ہیں اور کدھر چلے جاتے ہیں کسی نے کبھی نہ سوچا تھا۔

جیہا کو بھی کبھی حیرت نہ ہوئی تھی۔ اسے تو بس اتنا پتا تھا کہ انہیں چن کر ٹوکریوں میں ڈالنا ہے۔ ٹوکریوں کو اٹھا کر آگ پر رکھی دیگ میں ڈال کر ابالتے چلے جانا ہے حتیٰ کہ ان کے پیٹ پھٹ جائیں اور لیسدار مواد نکلنے لگے۔

جیہا اور اس کی بیٹیاں رات کو پھر کھیتوں میں گئیں۔ انہوں نے چھوٹے چھوٹے کیروسین لیمپ سروں پر باندھ رکھتے تھے۔ گویا موسمی گھاس کے ٹڈے پکڑنے نکلی ہوں جب کھیتوں میں سوائے کٹی فصل کے ٹھنٹھوں کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ ایک بار پھر وہ کھیتوں کا کیچڑ چھپ چھپاتی پھر رہی تھیں۔ وہ کیکڑے چنتی رہیں حتیٰ کہ ٹوکریاں بھر گئیں۔ وہ ٹوکریاں اٹھائے گھر آئیں اور انہیں ابلتے پانی کی دیگ میں ڈال دیا۔ پانی ابلتا رہا حتیٰ کہ آخری کیکڑا بھی ہلاک ہوگیا۔ ثنا اور جیہا ایک بار پھر کھیتوں کو لوٹ گئیں۔ دوسری لڑکیاں گہری نیند سوتی رہیں۔ جیہا نے دیکھا کہ بنگل دراپ کے دوسرے کھیتوں میں بھی جا بجا روشنی کے دھبے نظر آ رہے تھے۔ مرغ کی پہلی بانگ تک جیہا اور ثنا کھیتوں سے دیگ تک پانچ پھیرے لگا چکی تھیں۔ مردہ کیکڑے پھینک دیئے جاتے تھے۔ ان کے مردہ اجسام سے ایک گھٹنا اونچا چیونٹیوں کے ٹیلے کا سا انبار لگ گیا تھا۔ ان کے نتھنوں میں بو بھرنے لگی تھی۔ جیہا اور ثنا کے کھیتوں اور گھر کے درمیان پھیرے سورج چڑھنے تک جاری رہے۔ انہوں نے تمام رات آنکھ جھپکی نہ تھی۔ کیکڑے کھیتوں سے نکال نہ پھینکے تو ان کی فصل تباہ ہو جائے گی جن پودوں نے ابھی سر نکالا ہے۔ زمین پر آ گریں گے۔ ان کے پتے نیچے کو جھک کر مرجھا جائیں گے۔

دوسری بچیاں صبح کو خوش آمدید کہنے کو بیدار ہوئیں۔ جیہا اور ثنا گیارہویں بار دیگ چڑھانے کو تھیں۔ مردہ کیکڑوں کا ڈھیر کمر تک آ گیا تھا۔ بو مزید گاڑھی ہوگئی تھی۔ اس کے بعد جیہا لپک کر بوائی والی زمین پر گئی اور بچی کھچی پنیری اکھاڑ لائی۔ گرے ہوئے پودوں کی جگہ نئے لگائے جانا تھے۔ بچیاں کیکڑے چنتی رہیں۔ جیہا کھیت میں تلف شدہ پودوں کی جگہ نئے لگاتی رہی۔ کیکڑے چننے کا کام سہ پہر اور پھر رات کو بھی جاری رہا۔

پچھلے سال کیکڑے چننے کا یہی کام لہما نے کیا تھا۔ اس میں جیہا نے بھی قدرے

ہاتھ بٹا دیا تھا لیکن وہ زیادہ تر تلف ہونے والے پودوں کی جگہ نئے لگانے کا کام کرتی رہی۔ اب جیہا کو اس سارے کام کا بوجھ محسوس ہوا جو لہوما اتنے سالوں سے اکیلے اٹھائے ہوئے تھا۔ دھان کی ہر دشمن سے حفاظت کی جاتی ہے۔ ان کے اپنے بھی دشمن کی زد میں آ جائیں پروانہیں۔ جیہا نے سوچا تھا۔ لہوما ہمیشہ اسی انداز میں سوچا کرتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ کام کرنا ہی ہوگا۔ وہ دن رات کیکڑے چنتا حتیٰ کہ کھیت ان سے خالی ہو جاتے۔ وہ اس لعنتی مخلوق کو ابالتے نہیں تھکتا تھا۔

لیکن جیہا کو کیکڑے چنتے ابھی تین دن اور تین راتیں ہوئی تھیں کہ اس کی ٹانگیں تھک کر درد کرنے لگیں۔ اس کی آنکھیں سوج کر سرخ ہوگئیں لیکن کیکڑوں کی تعداد میں کمی کے آثار نہیں تھے۔ جیہا کا اضطراب بڑھنے لگا تھا۔ ساری فصل تباہ ہو جائے گی۔ ان کے حصے میں اس سال فقط بھوسہ آئے گا۔ سارے پودے گر پڑیں گے اور بات ختم۔ اس کے ذہن میں نہیں آتا تھا کہ وہ اور کیا کرے۔ چوتھی رات جیہا گھسٹتی کھیتوں تک نہ جا سکی۔ اس کی آنکھیں سیسے کی ہوگئی تھیں۔ کمر اور بازوؤں کے پٹھے درد کر رہے تھے۔ وہ گھر پر ٹھہری رہی۔ اس کا لہوما کی طاقت سے کوئی مقابلہ نہیں تھا۔ اس کے پٹھے لہوما کے سے مضبوط نہیں تھے۔

جیہا نے وہ ساری رات گھر میں گزاری۔ اس نے اللہ قادر مطلق کی طرف دھیان کیا۔ اس برس تو اس کے سارے کنبے کا دارومدار خدا پر ہی تھا۔ خدا انہیں بھولا تو نہیں ہوگا۔ اس نے لہوما لے لیا۔ جیہا احتجاج بھی نہ کر سکی۔ لہوما اللہ کو پیارا ہوا لیکن اب اس کے کھیتوں پر مصیبت آئی تھی۔ خدا انہیں ویران نہیں ہونے دے گا۔ اس رات جیہا نے صلوٰۃ حاجات پڑھی۔ کچھ اور نہیں سوجھ رہا تھا۔ جیہا کو احساس تھا کہ خدا ان کی مدد کریگا۔ یہ لہوما پر بھی کرم ہوگا۔ لہوما اس پر نازل مصیبت سے بے خبر نہیں ہو سکتا۔ کیکڑے کس طرح سے تابڑتوڑ حملے کر رہے ہیں۔

جیہا کے ہاتھ دعا کیلئے اٹھے۔ اس رات جیہا کے لب مسلسل ہلتے رہے۔ اس نے مسلسل دعائیں مانگیں۔ دعا جو اس نے تواتر سے دہرائی یہ تھی کہ اس کی کھیتی کے نوخیز پودوں کو کیکڑوں سے بچائے رکھے۔

MashalBooks.org

پھر جیہا نے اٹھ کر کھڑکی کھول دی۔ رات خوشگوار تھی۔ اس نے اپنے کھیت پہچاننے کی کوشش کی لیکن سوائے دھند لکے کے کچھ نظر نہ آیا لیکن وہ بن دیکھے جانتی تھی کہ رات کے اندھیرے میں بھی اس کے کھیتوں میں پودے کٹ کٹ کر گر رہے ہیں۔ جیہا کی نگاہ آسمانوں کی طرف اٹھ گئی۔ خدا ہی اس کی آخری امید تھی۔

باہر رات کا سناٹا گمبھیر ہوتا جا رہا تھا۔ اسے دھان کے کھیتوں میں کہیں کہیں کیروسین لیمپ حرکت کرتے نظر آ رہے تھے۔ اس نے سیڑھیوں میں کیپلا ٹیا نگ کے ساتھ لٹکتا اپنا لیمپ اتارا اور اسے جلایا۔ بتی نے پہلے ہی کوشش پر آگ پکڑ لی تھی۔ لیمپ ہاتھ میں لئے وہ سیڑھیاں اتر گئی۔ احتیاط سے قدم اٹھاتی آہستہ آہستہ چلتی وہ اس حد پر پہنچی جہاں سے آگے کھیت شروع ہو جاتے تھے' دور کھیتوں پر نگاہ جمائے وہ وہیں کھڑی ہوگئی۔ اس نے دیا ایک کٹے ہوئے درخت کے ٹھنٹھ پر رکھ دیا لیکن کچھ دیر بعد ہی پھونک مار کر اسے بجھا دیا۔ وہ تاریکی میں اکیلی کھڑی رہی پھر دیے کو کھسکایا اور اس جگہ خود بیٹھ گئی۔ اس کی پشت پر وہ گھر تھا جو اس کے خاوند نے عرصہ ہوا بنایا تھا۔ اندر اس کی ساتوں بچیاں سکون سے سو رہی تھیں۔ اکیلی جیہا تھی جو خود پر طاری پریشانی پر حاوی نہ ہوسکتی تھی۔ اس نے لہوما کے ساتھ گزاری زندگی کا کوئی خوشگوار لمحہ یاد کرنے کی کوشش کی لیکن جتنا بھی اور جو بھی یاد آیا' خوش کن نہ تھا۔ کیکڑوں کے یہ دل ہمیشہ سے ان کیلئے اور ان کے بچوں کے لئے عذاب رہے تھے۔

اس نے ہاتھوں سے چھو کر ٹھنٹھ کو محسوس کیا جس پر وہ بیٹھی تھی پھر اسی ہاتھ سے اپنا ماتھا چھوا۔ وہ اپنے ماتھے پر ہاتھ پھیرتی رہی۔ اس کے خاوند کے پاؤں میں نبا نگ کا کانٹا نہ چبھ گیا ہوتا تو قسمت اتنی بری نہ ہوتی۔ لہوما نے دن رات کیکڑے چنے ہوتے۔ کیکڑے چاہے کتنے بھی ہوتے لہوما کو شکست نہ دے سکتے تھے۔ ان سارے کے سارے سالوں میں لہوما کو شکست نہ ہوئی تھی۔ فصلوں پر حملہ آور کیڑے مکوڑے تھے یا طوفان بادوباراں لہوما ہمیشہ فاتح رہا تھا۔ جیہا کی نگاہیں عین دھان کے کھیتوں کے وسط میں جمی تھیں۔ کبھی کبھار اسے اس رقبے میں بھی لیمپ کی ٹمٹماہٹ نظر آتی جہاں اس کے کھیت تھے۔ جیہا نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ روشنی کچھ ثانیوں کو غائب ہوگئی۔ روشنی دوبارہ

نظر آئی۔ روشنی اوپر نیچے ہو رہی تھی۔ اسے چال لہوما کی سی لگی۔ روشنی کے نیچے کا ہیولا بھی لہوما کا سا تھا۔ جیہا اٹھی اور کھڑی ہوگئی۔ روشنی غائب ہوگئی' روشنی دوبارہ نظر آئی۔ روشنی پھر غائب ہوئی۔ ایک بار پھر جیہا نے اسے دیکھا۔

''لہوما! لہوما!'' رات کے سناٹے میں وہ پوری قوت سے چلائی۔

لیکن اس کی آواز رات کے سناٹے میں کھوگئی۔ کسی نے جواب نہ دیا۔

روشنی ایک بار پھر نظر آئی۔

لہوما! لہوما!'' اس نے پھر یہ آواز بلند کی۔

جیہا اچانک ہی اپنے خیالوں سے نکل آئی۔ اس نے ارد گرد دیکھا۔ ناقابل شناخت ہیولوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ اپنے گھر کی طرف پلٹی۔ اس کی بچیاں گہری نیند سو رہی ہوں گی۔ مکان پر سے نگاہیں ہٹا کر ایک بار پھر کھیتوں کی طرف دیکھا۔ روشنی ایک بار پھر نظر آئی۔

جیہا کھیتوں میں کود گئی۔ اس کے قدم تاریکی میں کھیتوں کو جانے والی پگڈنڈی ٹٹولتے اٹھتے چلے جا رہے تھے۔ اس نے بداس کی باڑھ پھلانگی اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی۔ اس کے قدم بار بار پگڈنڈی پر سے اکھڑتے اور وہ کھیتوں کے کیچڑ میں آ رہتی۔ وہ تاریکی میں حواس باختہ عورت کی طرح چل رہی تھی۔

''لہوما! لہوما!''

روشنی غائب ہوگئی۔ اس نے ارد گرد دیکھا۔ اب دوسری روشنیاں بھی نظر نہیں آ رہی تھیں۔ آدھی رات کی ٹھنڈک اس کی ہڈیوں کے گودے تک سرائیت کرگئی تھی۔ بنگل دراپ گاؤں کے باقی سارے باسیوں نے خود کو نیند کے حوالے کر دیا تھا۔

وہ اپنے کھیتوں میں پہنچی تو روشنی کا نشان تک نہ تھا۔ تاریکی میں وہ اکیلی کھڑی تھی۔ اس نے پانی میں دیکھنے کی کوشش کی لیکن کچھ نظر نہ آیا۔

''کتنے سارے کیکڑے تو میں نے چن کر نکال دیے ہیں۔ اس نے دل ہی دل میں کہا۔ ان کی درجنوں درجن ٹوکریاں بھری ہیں پھر ابال ابال کر انہیں ہلاک کیا ہے۔''

اس نے خود کو خیالوں میں کھوئے محسوس کیا۔ اسے گھر میں سوئی لڑکیاں یاد آئیں۔

وہ فوراً گھر واپس لپکی۔ پاؤں سے راستہ ٹٹولتی تیز قدم اٹھاتی سیدھی اپنے گھر کے دروازے پر جا پہنچی۔ لڑکھڑاتی گھر میں داخل ہوئی۔ پاؤں دھوئے۔ پھر سیدھی سونے کے کمرے میں چلی گئی گویا وہ جان گئی تھی کہ جو روشنی اسے نظر آئی تھی۔ رات کی تاریکی میں نظر آنے والے خواب سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی۔

رات اندھیری تھی۔ تیتر کی آواز نے یاد دلایا کہ ڈھل چکی ہے اور آدھی سے زیادہ گزر چکی ہے۔ اس نے گھر کی چھت پر ٹکٹکی لگائی لیکن تاریکی میں کچھ نہ دیکھ سکی۔ اس نے اپنی آنکھیں سختی سے بند کر لیں۔ ذہن بھٹک کر پھر کھیتوں میں موجود کیکڑوں کی طرف جا نکلا۔ شاید وہ کھیتوں سے چلے گئے ہوں یا شاید ان کی تعداد اور بھی بڑھ گئی ہو۔ اس میں اب کیکڑے چننے کے لئے جانے کی سکت نہیں رہی تھی۔ اب تو اللہ قادر مطلق ہی ان حشرات کو بھگا سکتا ہے۔ جیہا اس سے زیادہ نہیں کر سکتی تھی۔ ثنا اور ملہا سے بھی مزید کچھ نہیں ہو سکتا۔ جیہا نے پھر آنکھیں کھول دیں۔ وہ اندھیرے میں گھورتی رہی۔ لہوما کے ساتھ کے دنوں میں مسائل حل کرنا مشکل نہیں تھا۔ لہوما رات دن کیکڑے چنتا چلا جاتا تھا۔ صبح دیکھا نہ شام ٹوکریوں میں نہ سما سکتے تو وہ تھیلے سنبھال لیتا اور ایک کے بعد دوسرا توڑا بھرتا چلا جاتا۔ پھر انہیں سیدھا دیگ میں انڈیل دیتا۔ یہ یادیں اس کے ذہن میں کتنی تازہ تھیں۔ ان حشرات سے صرف لہوما ہی نمٹ سکتا تھا۔ جیہا نے ایک بار پھر آنکھیں بند کر لیں۔ یادیں دھندلانے لگیں۔

جیہا سو گئی۔

لہوما آیا۔ وہ بہت چوڑا اور لمبا تھا۔ اس کی ٹانگیں جوان اریکا کے تنے کی سی خوب موٹی اور بھاری ہو رہی تھیں۔ چہرہ گوشت سے بھرا ہوا تھا۔ اس پر سوجن سی تھی جیسے سینکڑوں بھڑوں نے ڈنک مارا ہو۔ پھولے پیٹ کی تنی کھال مسجد میں رکھے ڈھول پر منڈھے چمڑے کی طرح چمک رہی تھی۔ وہ ایک وادی کی ڈھلواں دیوار سے چمٹا ہوا تھا۔

''لہوما! لہوما!'' جیہا نے پکارا۔

لہوما نے جیسے اس کی آواز نہیں سنی۔

وہ اپنی بھاری ٹانگیں گھسیٹتا وادی سے باہر نکلنا چاہتا تھا۔ اس کے منہ، کانوں اور

نتھنوں سے زرد زہریلا مواد رس رہا تھا۔ مواد اس کے سوجے جسم پر قطروں کی صورت نیچے کو بہہ رہا تھا۔

''لہوما! لہوما!'' جیہا نے پھر پکارا۔

لہوما گم سم بنا رہا۔

لہوما چوٹی پر پہنچ گیا۔ اس نے نیچے دیکھا۔ بنگل دراپ کی ساری کاشت شدہ زمین اس کی نگاہوں کے سامنے تھی۔ بغیر کسی چیز کا سہارا لیے لہوما اپنی طاقت کے بل پر وہاں کھڑا رہا۔ پھر اس نے وادی میں اترنا شروع کردیا۔ وہ نیچے اترتا چلا گیا۔ اس کے بھاری قدم باری باری اٹھتے رہے۔ وہ دھان کے کھیتوں میں اتر گیا۔ اس کی بھاری ٹانگوں سے ٹکرا کر نوخیز پودے زمین پر گر رہے تھے۔ کچھ اس کے پاؤں تلے کچلے جا رہے تھے۔ سوجا پیٹ نکالے لہوما پاؤں زور زور سے زمین پر مارتا چلا جا رہا تھا۔

''لہوما! لہوما!'' جیہا نے اسے دور سے آواز دی۔

لہوما نے مڑ کر نہیں دیکھا۔ ثنا بھاگتی کھیتوں میں پہنچی لیکن لہوما نے اسے ایک طرف دھکیل دیا۔ ملہا بھاگتی گئی اور اب باپ کے گھٹنوں سے لپٹ گئی۔ لہوما نے اسے بھی جھٹک کر دور پھینک دیا۔ وہ سراسیمہ لہوما کو دیکھتی رہی جو دھان کے نوخیز پودے روندتا چلا جا رہا تھا۔ پھر سیمک اور اس سے چھوٹی دو آگے بڑھیں۔ لہوما نے تینوں کو پکڑا اور ہوا میں اچھال دیا۔ وہ اڑتیں کھیتوں کے بیچوں بیچ کیچڑ میں جا گریں۔

''لہوما! لہوما! لہوما!'' جیہا ایک بار پھر چلائی۔

لہوما اب بھی خاموش رہا۔ زہریلا زرد مواد اس کے جسم میں سے متواتر رس رہا تھا۔

جیہا وحشیانہ تیزی سے اپنے خاوند کی طرف دوڑی۔ وہ کیچڑ اور بدبودار مواد سے لتھڑی اس کی ٹانگوں سے مضبوطی سے لپٹ گئی۔ اس نے نظر اٹھا کر لہوما کو دیکھا۔

''میں کئی دنوں تک کیکڑے چن چن کر نکالتی رہی۔'' اس نے خاوند کو ملتجی نگاہوں سے بتایا۔ اس کی نگاہیں پانی پڑ جانے سے پھولے پیٹ پر جمی ہوئی تھیں۔

''میں نے درجنوں درجن ٹوکریاں بھر بھر کر کیکڑے نکالے۔''

''میں انہیں ابالتی رہی حتیٰ کہ ان کے خول سرخ پڑ گئے۔''

MashalBooks.org

جیہا لہوما کو تکے جا رہی تھی۔ وہ ابھی تک خاموش کھڑا تھا۔

''ثنا نے کام کیا اور ملہا نے بھی۔ زینب' سیمک' لیبار اور کیہا نے بھی ساتھ دیا۔ ہم سب نے مل کر کام کیا۔ ہم نے تمہارا کام جاری رکھا۔ میں نے تمہاری عزت پر حرف نہیں آنے دیا۔ لہوما! لہوما! لہوما!''

لہوما اب بھی خاموش رہا۔

اچانک اس کے بھاری ہاتھ نے جیہا کا اوپر اٹھا چہرہ پرے دھکیل دیا۔ جیہا منہ کے بل نیچے جا گری اس کا چہرہ گدلے پانی میں ڈوب گیا۔

''اب مجھ میں ان کیکڑوں سے لڑنے کی سکت نہیں رہی' لاچار ہوگئی ہوں۔ ثنا اور ملہا بھی لاچار ہوگئی ہیں۔ لہوما! تم کہاں چلے گئے تھے؟ کہاں چلے گئے تھے؟ مجھے اور بچوں کو دھان کے کھیتوں میں چھوڑ کر کیوں چلے گئے ہو۔''

لہوما کے قدم اٹھتے چلے گئے۔ وہ پودے اکھاڑتا اور ہوا میں پھینکتا چلا گیا۔ وہ جھکا اور ایک دوسرے پر چڑھے بیٹھے کیکڑے چننے لگا۔ پھر اس نے کیکڑے اپنے سوجے ہوئے منہ میں ٹھونس لئے اور انہیں زندہ ہی کچرنے لگا۔

''لہوما! لہوما! لہوما!''

لہوما خاموش رہا۔ اس نے مزید کیکڑے منہ میں ڈالے اور چبانے لگا۔ ایک کے بعد دوسرا کیکڑا اس کا پیٹ پھولنے لگا۔ اس نے جھک کر مزید کیکڑے اٹھائے۔ منہ میں ٹھونسے اور اس کا پھولا پیٹ مزید پھول گیا۔

پیٹ اچانک پھٹا اور تمام مواد باہر آ گیا۔ ٹکڑوں میں کٹی انتڑیاں بھی ساتھ تھیں۔ بدبودار سیال مواد اور چربی بہہ کر دھان کے کھیتوں میں گرنے لگی۔ لہوما کا دل' جگر اور پھیپھڑے بھی باہر آ گرے۔

''لہوما! لہوما! لہوما!'' جیہا پوری قوت سے چیخی

اچانک وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس نے ارد گرد دیکھا۔ سورج آسمان پر بہت اونچا آ گیا تھا۔ اس کی ساتوں بچیاں اس کے گرد جمع تھیں۔

''تم خواب دیکھ رہی تھی ماں'' ثنا نے زیرلب کہا۔

جیہا نے ہتھیلی کی پشت سے اپنی آنکھیں ملیں۔

''تم نے کئی بار ابا کا نام لیا۔''

جیہا اب پوری طرح جاگ چکی تھی۔ اسے اپنا عجیب وغریب خواب اچھی طرح یاد تھا۔ اس کے خاوند کی وہ بڑی بڑی ٹانگیں واقعی خوفناک تھیں۔ لہوما کا چہرہ اس کا پیٹ لہوما کا وہ اسے اور بچیوں کو پیچھے دھکیلنا۔ اس کا وہ کیکڑے نگلتے جانا اور پھر اس کے پیٹ کا پھٹ جانا۔ جیہا کو سب یاد تھا۔ اس نے زیرلب دعا مانگی کہ اس کا ایمان اور مضبوط ہو۔

''تم نے کئی بار ابا کا نام لیا تھا۔'' ثنا نے پھر دھیرے سے کہا۔

جیہا نے بچیوں کو نزدیک کیا اور ساتوں کو اپنے ساتھ چمٹا لیا۔ باہر سورج کی تابناکی کچھ اور بڑھ گئی۔

''تمہارا باپ ہم سے ناراض ہے۔'' جیہا نے سسکی لی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

''لیکن میں نے تو کھیتوں میں کام کیا۔ میں نے تاجک سے انہیں صاف کیا۔ پنیری اکھاڑی۔ کھیتوں میں گھاس پھوس ایک طرف لگایا۔ سڑتی میزونگ اور خارپشت گھاس کھیتوں سے نکال کر مینڈھوں پر ڈھیر کی۔ کھیتوں میں پانی اکٹھا کیا' کیکڑے چنے۔''

اس نے گرفت ڈھیلی کر دی۔ چمکدار آنکھوں کے سات جوڑے اس کے آنسوؤں سے تر چہرے پر گڑ گئے۔

''ہم نے کیکڑوں کو پانی میں ابال کر ہلاک کیا۔'' ثنا نے پھر آہستگی سے کہا۔

وہ اٹھی اور کھڑکی میں جا کھڑی ہوئی۔ اس کی نظریں دور تک پھیلے دھان کے کھیتوں پر تھیں۔ دن خوبصورت تھا۔ سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ شاید لہوما اس لئے ناراض ہو کہ میں نے کیکڑوں کے سامنے اتنی جلدی ہتھیار ڈال دیئے۔ شاید اس نے سب کچھ خدا پر چھوڑنے میں جلدی کی لیکن جیہا جانتی تھی کہ اس کا خاوند کتنا طاقتور تھا۔ اس کی طاقت لہوما جتنی نہیں ہوسکتی۔ لہوما مرد تھا جبکہ وہ ایک عورت ہے۔ ان کی اولاد میں بھی سب لڑکیاں تھیں۔ بچیوں اور اس میں ڈھیروں کے حساب سے کیکڑے

پکڑنے کی طاقت نہیں رہی تھی۔ وہ خود بالکل بے سکت ہوگئی تھی۔ وہ جتنے کیکڑے پکڑتی اتنے ہی اور آموجود ہوتے۔لہوما کیکڑے اکٹھے کرنے کا کام دس روز تک کرسکتا تھا۔اس میں بہت زیادہ توانائی تھی۔ جبکہ جیہا میں نہیں تھی۔ اس نے لہوما کے مقابلے میں اپنی کمتری محسوس کر لی تھی۔لیکن جب اس نے کھیتوں پر نظر ڈالی جو دور سے اتنے سرسبز نظر آ رہے تھے تو اس کے خون میں ابال آیا۔شکست تو زندگی میں آزمائش ہے۔شکست تو فتح کی منزل کے نشان راہ ہیں۔ چاول ہرصورت میں بوئے جانے ہیں۔ان کی حفاظت بھی کی جانی ہے۔لہوما نے کئی درجن سال دھان کی دیکھ بھال کی تھی۔ اسے کبھی شکست نہ دی جاسکی تھی۔ جیہا کو اس کے الفاظ یاد تھے۔''ہماری اولاد کو صبح شام خوراک کی ضرورت ہوتی ہے۔خوراک نہ ملنے کی صورت میں ہماری اولاد کیسے زندہ رہے گی۔ ہمارے کپڑوں کا انحصار دھان پر ہے۔صحت اور بیماری کا انحصار بھی دھان پر ہے۔ زندگی اور موت دھان پر قائم ہے۔ ہمارے آباؤ اجداد سے دھان کی فصل ہماری نبض حیات بنی چلی آ رہی ہے۔ہمیں اس کی دیکھ بھال اور نگہداشت کرنا ہوگی۔ ہر اس چیز سے مقابلہ کرنا ہوگا جو اس کے لئے خطرہ بنتی ہے۔ اس کو لاحق دشمنوں کی تعداد ہزاروں میں بھی ہو تو ہمیں مقابلہ کرنا ہے۔ اسی میں ہماری زندگی ہے۔ ہماری اولاد کی زندگی ہے۔ زمانوں سے یہی ہم لوگوں کی زندگی ہے۔اس کا کوئی متبادل نہیں۔اس سے مفر ممکن نہیں۔''

جیہا کھڑکی سے ہٹ آئی۔لڑکیاں باورچی خانے میں جا چکی تھیں۔ وہ بھی باورچی خانے میں چلی گئی۔اس نے ہر لڑکی کا سر سے پاؤں تک بغور جائزہ لیا۔

''تمہارے باپ کی خواہش ہے کہ ہم کیکڑوں کو ہلاک کرتی رہیں۔'' اس نے یہ جملہ ایک تو انہیں بتانے کیلئے بولا تھا اور دوسرے وہ اپنے سینے کی گھٹن دور کرنا چاہتی تھی۔

''رات میں نے تمہارے باپ کو دیکھا۔ وہ ناراض نظر آتا تھا کیونکہ ہم نے اتنی جلدی کام سے ہاتھ کھینچ لیا ہے۔اس نے کہا ہے کہ ہم کیکڑے ہلاک کرتی رہیں حتیٰ کہ ہمارے کھیت بالکل صاف ہو جائیں۔'' جیہا نے بات مکمل کی۔

وہ اپنی بچیوں کے چہرے بغور دیکھتی رہی۔اسے یاد آیا کہ کس طرح لہوما نے اپنے بازوؤں اور ٹانگیں جھٹک کر بچیوں کو دور پھینک دیا تھا۔ کیسے وہ دور پانی میں جاگری

تھیں۔

''ابا سارے کیکڑے ہلاک کر دیا کرتا تھا۔'' سب سے بڑی ثنا نے کہا۔

جیہا نے ثنا کے چہرے پر نظریں جما دیں۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ ان میں اور لہوما میں فرق تھا۔ اس کے باپ نے پنیری لگانے کو بیلو کر اپنے ہاتھوں سے صاف کیا تھا۔ اس نے تا جک چلائی' پانی اکٹھا کیا' کیکڑے ہلاک کیئے اور چیاک کا مقابلہ کیا تھا۔ اس نے سب کچھ اپنے ہاتھوں سے کیا تھا۔ بغیر کسی دوسرے کی مدد کے۔ ان دنوں ٹوک پنگھولو نے ایک بار بھی اپنا ٹریکٹر نہیں بھیجا تھا۔ لہوما اپنا ہر کام خود کر سکتا تھا لیکن جیہا کا خیال تھا کہ اس میں اور لڑکیوں میں وہ سب کچھ کرنے کی طاقت نہیں۔ جو لہوما کیا کرتا تھا۔

''سب اپنی اپنی ٹوکری اٹھا لاؤ'' جیہا نے بچیوں سے کہا جو اسے پوری آنکھیں کھولے غور سے دیکھ رہی تھیں۔ ہمیں اور کیکڑے پکڑنا اور ہلاک کرنا ہیں۔ ہم گرے ہوئے پودوں کی جگہ نئے لگائیں گی۔''

اس دن وہ دوبارہ کھیتوں میں گئیں۔ آٹھوں ایک قطار میں بطخوں کی طرح' جیہا میں اتنا حوصلہ نہیں تھا کہ لہوما کو قبر میں مضطرب ہونے دے۔ کچھ بھی ہو جائے اور کھیتوں میں سے آخری کیکڑا بھی چن کر نکال دے گی۔ وہ کیکڑوں کو ابالتی چلی جائے گی حتیٰ کہ آخری بھی ہلاک ہو جائے۔ پچھلی رات کا خواب بہت ڈراؤنا تھا۔ لہوما کا کیکڑے نگلتے چلے جانا اس کے پیٹ کا پھٹنا اور ہر چیز کا باہر آ جانا۔ خواب میں لہوما کے روپ نے اسے خوفزدہ کر دیا تھا۔ وہ اور اس کی بچیاں بآسانی ہار نہ مانیں تو خواب دوبارہ نہیں آئے گا اور جیہا نے ارادہ کیا تھا کہ آئندہ کوشش ترک نہیں کرے گی۔

لہوما اور دھان کی فصل کے لئے لہوما کی جدوجہد کی یادیں اس کے ذہن میں نئے سرے سے تازہ ہو گئی تھیں۔ اس نے ایک بار پھر لہوما کی مضبوطی اپنے اندر محسوس کی تھی۔ اگلی نسلوں کے لئے دھان کی حفاظت کرنا ہو گی۔ دشمن کے ساتھ لڑائی آخر تک جاری رہے گی۔ دشمن کی تعداد اور قوت کتنی ہے؟ پروا نہیں۔ اس کے خلاف ہر حال میں لڑنا ہے۔ فتح یا شکست اگلا معاملہ ہے۔

اس صبح بھی بنگل دراپ کے سبھی لوگ کیکڑوں سے لڑتے رہے۔ وہ ٹوکروں' چاول کے توڑوں' کھوکھلے بانسوں اور خالی ڈبوں میں کیکڑے جمع کرتے اور انہیں ابالتے رہے۔

جیہا اور اس کی ساتوں بچیاں کیکڑے چنتی رہیں۔ کیکڑے سر پر رکھی ٹوکریوں میں جمع کرتی رہیں۔ ٹوکریاں بھر جانے پر انہیں گھر لایا جاتا۔ کیکڑوں کے ابل کر مر جانے پر وہ ٹوکریاں لئے دوبارہ کھیتوں میں آ جاتیں۔ بھرتی جاتیں اور پھر گھر لے جاتیں۔

بچیوں کو کیکڑے چنتا چھوڑ کر جیہا سہ پہر کے وقت مزید پنیری اکھاڑنے چلی گئی۔ اس نے گرے ہوئے پودوں کی جگہ نئی پنیری لگائی۔ اگرچہ کھیتوں میں ابھی کیکڑے باقی تھے لیکن اس رات جیہا نہ چلائی اور نہ ہی اس نے اپنے خاوند کا نام لیا جو جسم سوجنے سے مر گیا تھا۔ اب وہ چین کی نیند سو سکتی تھی۔ کم از کم اپنے خاوند کا کام جاری رکھے ہوئے تھی اور آسانی سے جدوجہد ترک کرنے کو تیار نہیں تھی۔

ایک ماہ سے زیادہ عرصہ کیکڑے دھان کے نرم اور نوخیز پودوں پر حملے کرتے رہے۔ بنگل دراپ گاؤں کے لوگ ایک ماہ سے زیادہ عرصہ کیکڑوں کے خلاف لڑتے رہے۔ پودے روز بروز بڑے ہو رہے تھے۔ گیلی مٹی میں ان کی جڑیں تیزی سے نیچے جا رہی تھیں۔ تنے زیادہ سبز اور موٹے ہو رہے تھے۔ کھیت میں ایک ماہ کھڑے رہنے کے بعد ان میں کیکڑوں کے دانت برداشت کرنے کی قوت آ گئی تھی۔ گر جانے والوں کی جگہ نئے لگنے والے پودے ابھی تک حملوں کی زد میں تھے۔

جیہا اپنے پودوں کو خود دیکھتی۔ کیکڑوں کی تعداد کم ہونے لگی تھی۔ اب پانی کھیت میں کھڑا کیا جا سکتا تھا۔ پانی کھڑا ہوا تو دھان تیزی سے سر نکالنے لگا۔ کیکڑے غائب ہو گئے۔ جو چند باقی رہ گئے' ابھی تک سخت ہو چکے پودوں کو کاٹنے کی کوشش کرتے۔

جیہا کو محسوس ہوا کہ وہ ایک بار پھر کھل کر سانس لے سکتی ہے۔ اس کے نوخیز پودوں کا سبز رنگ ہر روز نیا روپ لیتا تھا۔ پہاڑیوں پر سے ہوا کے جھونکے آتے تو پتے ہلنے لگتے۔ پودوں کے تنوں کے پیچھے آنکھ مچولی کا کھیل کھیلنے ہیرو آن' پولو اور سپت مچھلیاں دوبارہ آ گئیں۔ پودوں کے تنے گھنے ہونے لگے تھے اور ان کے پیچھے چھپنا

آسان تھا۔ مچھلیاں پہلے سے بھی زیادہ خوش نظر آ رہی تھیں۔ جھونکے زیادہ سبک ہو گئے تھے۔ پہاڑیوں سے آئی ہوا سے ہلتے ہلتے جیہا کو دوبارہ خوابوں کے لئے لوریاں دینے لگے۔ وہ منصوبے بنانے لگی۔ نئی فصل کی ایک دعوت لہوما کے نام پر اور شاید ایک دعوت ثنا کیلئے' اللہ کے شکرانے میں ایک ضیافت جس نے اس سارے عرصے میں اسے لہوما کی قوت اور جذبے سے تقویت دیئے رکھی۔ فصل پکنے پر گھر کی مرمت کیلئے پیسے نکل آئیں گے۔ شاید وہ نئی چھت ہی ڈال لے۔ شاید بچیوں کو نئے کپڑے بھی مل جائیں اور وہ پھر سے سکول جانے لگیں۔

جیہا ان ہی خوابوں کو لیے رات کو چین سے سونے لگی۔ لہوما سوجی ٹانگیں اور پھولا پیٹ لیے اس کے خوابوں میں دوبارہ نہیں آیا۔

MashalBooks.org

باب11

بنگل دراپ گاؤں کی فضا پر اب اداسی نہیں تھی جو کیکڑوں کے حملے کے دوران دیکھنے میں آئی تھی۔ گاؤں کے کونوں کھدروں سے سبزہ جھانکنے لگا تھا۔ حد نگاہ تک پھیلے دھان کے کھیتوں کی ہریالی گھنی اور زندگی سے بھرپور تھی۔ یہاں تہاں بچوں کی کلکاریاں سننے میں آتی تھیں۔ رات کو ڈھول پر گیونگ کی گت بجائی جاتی۔ کبھی کبھار رات کا سناٹا تانوں سے ٹوٹ جاتا جو پو پھٹنے تک بجتی رہتیں۔ جیہا تین بار لہوما کی قبر پر سے ہو آئی تھی۔ تینوں بار اس نے قبر سے مخاطب ہو کر اس وقت تک ہونے والے تمام واقعات کہہ سنائے تھے۔

اب انہیں بیٹھ کر فقط انتظار کرنا تھا۔ اللہ اپنی امان میں رکھے تو کھیتوں کے لئے صرف یہ کرنا تھا کہ درانتیاں' جھاڑ کی دریاں اور فصل سنبھالنے کو کوٹھیار تیار رکھے جائیں۔

ایک صبح جیہا اپنی سب سے چھوٹی تین بچیوں کو ساتھ لئے سارے گاؤں میں گھومتی رہی۔ وہ ٹوک پنگھولو کے گھر بھی گئی۔ اسے احساس تھا کہ کم از کم ایک بار ٹوک پنگھولو کے گھر ضرور جانا چاہئے۔ آخر اس نے کھیت تیار کرنے کو اپنا ٹریکٹر بھجوایا تھا۔ اس سے پہلے تو فراغت کا ایک لمحہ نہیں ملا تھا کہ وہ جا کر اس کا شکریہ ادا کر سکے اور جیہا کسی کا احسان بھولنے والی نہیں تھی۔

وہ ٹوک پنگھولو کے گھر خالی ہاتھ گئی۔ اس کے ساتھ صرف سب سے چھوٹی تین بچیاں تھیں۔ بالوں کے جوڑے میں جسے مدت سے بنایا نہیں گیا تھا۔ ایک رنگ اُڑا پھول اُڑس لیا۔ اس نے بند گلے کا باجو کیدھا پہن رکھا تھا جس پر چھپے پھولوں کا رنگ ماند پڑ

MashalBooks.org

گیا تھا۔ چہرے پر جسے پچھلے دو تین ماہ نظر انداز کیے رکھا تھا۔ ثنا اور ملہا کا بنایا ہلکا سا پاوڈر لگا لیا۔ دھول میں اٹے چہرے کی جھریوں میں سے پاوڈر صاف جھانک رہا تھا۔

بنگل دراپ میں لوگوں کی زبانیں فوراً چل نکلتیں۔ زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ جیہا کو کئی بچوں والی بیوہ' کا نام دے دیا گیا۔ جیہا نے کوئی احتجاج نہ کیا۔ سچ تھا کہ وہ بیوہ تھی اور یہ بھی کہ اس کے بہت سے بچے تھے تو پھر کئی بچوں والی بیوہ' میں کیا غلط تھا لیکن جب یہ بات عام ہوئی کہ ٹوک پنگھولو نے اس کی زمین پر اپنا ٹریکٹر بھیجا ہے تو یہ لقب بدل کر کئی بچوں والی ''بے حیا بیوہ'' میں بدل گیا۔ جیہا اس پر بھی خاموش رہی۔ قبر میں لیٹا لہوما اب بھی اس کا خاوند تھا۔ لہوما جس سے وہ محبت کرتی تھی۔ لہوما جو کئی ماہ پہلے مر گیا تھا اور کئی ماہ ہوگئے۔ وہ لہوما کے ساتھ نہیں سوئی تھی۔ اگرچہ جیہا کی سات بچیاں تھیں لیکن خالی پن کا ایک احساس تھا جس سے جیہا ابھی تک پیچھا نہیں چھڑا سکی تھی۔

فصل پکنے کے انتظار میں جیہا ادھر ادھر پھرتی رہی۔ وہ عموماً اکیلی بنگل دراپ میں پھرتی رہتی۔ وہ ملنے اور گپ شپ کرنے گھر گھر جاتی۔ بطور ایک عورت زندگی کو خالی برداشت کرنے کا اس کے پاس یہی ایک طریقہ تھا۔

جب اس کے چہرے پر پاوڈر کی تہہ مزید گہری ہوئی اور اس کا ہمیشہ سے ڈھیلے جوڑے میں رنگ اُڑا پھول اڑسا رہنے لگا تو اس پر چسپاں ''کئی بچوں والی بے حیا بیوہ'' کا نام مزید پھیلا دیا گیا۔ گاؤں کے بچے اس کا تعاقب کرنے اور اسے کنکریاں مارنے لگے۔ جیہا ان سے بچنے لگی لیکن اس کا چلنا پھرنا جاری رہا۔ ''کئی بچوں والی بے حیا بیوہ۔'' کا لقب پھیل کر کئی بچوں والی ''پھولے پیٹ والے لہوما کی بے حیا بیوہ'' کی شکل اختیار کر گیا۔ بچے اس لقب کو گیت کی طرح گاتے۔ انہیں یہ زبانی یاد ہوگیا تھا بنگل دراپ میں جہاں کہیں جیہا کو چلتا دیکھتے گانے لگتے۔

جب سے کیکڑوں کو ہلاک کرنے کا کام ختم ہوا تھا۔ ثنا نے اپنی ماں میں آنے والی تبدیلی دیکھ لی تھی لیکن اس نے اس پر کوئی بات نہیں کی تھی۔ اس نے اپنی ماں کو کہیں جانے سے روکنے کی کوشش نہیں کی۔ جیہا اس کی ماں تھی۔ اس کی اور اس کی چھوٹی بہنوں کی دیکھ بھال اب ماں کو ہی کرنا تھی۔

دھان کے پودے لمبے ہونے لگے تھے۔ ان کے پتے چوڑے ہوگئے تھے۔ ان کے ڈنٹھل موٹائی میں چھنگلیا برابر ہو چلے تھے۔ پہاڑیوں سے آتی ہوا میں وہ لہلہاتے۔ جیہا میں اور دھان کے پودوں میں ایک ساتھ اور ایک سی تیزی سے تبدیلی آئی تھی۔ اسے دیا گیا نام چل نکلا تھا۔ اب اس پر گھروں کے دروازے نہیں کھلتے تھے۔ وہ کہتے کہ جیہا پاگل ہوگئی ہے۔ خاوند کے مرنے سے جیہا پاگل ہوگئی ہے۔ نوجوان بیوہ کی سی بے حیا ہوگئی ہے۔ وہ ٹوک پنگھصولو کے لئے پاگل ہو رہی ہے۔

جیہا ان ساری باتوں سے بے خبر نہیں تھی لیکن اپنا رویہ بدل لینا اس کے بس سے باہر تھا۔ اس کی بے تابی کا یہی ایک علاج تھا۔ بچیاں شاید یہ سب نہیں سمجھ سکتیں کیونکہ ابھی وہ چھوٹی ہیں۔ ثنا کو خاوند مل گیا تو سمجھ جائے گی ملہا کو بھی خاوند مل گیا تو سمجھ جائے گی۔ زینب اور سیمک بھی سمجھ جائیں گی بس خاوند ملنے کی دیر ہے۔ جیہا کو اپنا خاوند لہوما کبھی نہ بھولا۔ اس کے کانوں نتھنوں اور منہ سے رستا چپچپا مواد بھلاتے نہیں بھولتا تھا۔ جیہا آنے والے سالوں کا سوچتی رہی۔ دھان تو بونا ہی ہے۔ پنیری کے گرد باڑ بھی لگانا ہے اور پھر خشک سالی' سیلاب' کیکڑے اور پرندے بھی تھے۔ بچیوں کو خوراک دینی تھی۔ گھر میں نئی چھت' نئی سیڑھیوں' نئے فرش اور نئی دیواروں کی ضرورت تھی۔ کھیتوں میں تا جک چلانا تھا۔ کھرپے سے زمین گوڈنا تھی۔ کھیتوں کو میزونگ اور خارپشت گھاس سے بھی صاف کرنا تھا۔ جیہا چودہ ریلانگ اراضی کا سوچتی رہی کرنے کو ایک ہزار ایک کام تھے جو اس کے ذہن کو اتھل پتھل کیے رکھتے۔ زندگی صرف سانس کی آمدورفت نہیں ہے۔ جیہا نے سوچا۔ ان سوچوں کی گردش ختم کرنے کیلئے وہ پھرتی رہتی۔ لوگوں کو اسے پاگل کہنے دو۔ لوگوں کو کہنے دو کہ وہ ٹوک پنگھصولو کے لئے پاگل ہے۔ لوگوں کو اسے ''سوجے لہوما کی کئی بچوں والی بے حیا بیوہ'' کہنے دو۔ لوگوں کو کہنے دو کہ وہ اپنے خاوند کو بھول گئی ہے۔ کہنے دو کہ جیہا پاگل ہوگئی ہے' وہ نئے خاوند کیلئے پاگل ہوگئی ہے کہ وہ کسی مرد کے بازوؤں کے لئے پاگل ہوگئی ہے اور کہ وہ مرد کیلئے پاگل ہوئی جا رہی ہے' کہنے دو۔ جس کسی کا جو جی چاہتا ہے' کہے لیکن جیہا کسی بات سے بے خبر نہ تھی۔

ثنا دوگنا کام کر رہی تھی۔ چھوٹی بچیاں اپنی ماں کو خالی آنکھوں سے دیکھتیں۔ ثنا اور

MashalBooks.org

ملہا کنویں سے پانی لاتیں۔ ایندھن کا بندوبست کرتیں۔ کھانا پکاتیں گھر کی صفائی کرتیں، کپڑے دھوتیں، مچھلیاں پکڑ کر لاتیں اور جیہا گھومتی رہتی۔ اس کی چال میں ٹھک بڑھ گئی تھی۔ چہرے پر پاؤڈر کی تہہ پر تہہ لگی رہتی۔ اس نے بالوں کو جوڑے میں لپیٹنا چھوڑ دیا تھا۔ بغیر کنگھی کے بدبودار بال کھلے اس کی گردن اور کندھوں پر جھولتے رہتے بچے اس کے پیچھے پیچھے ہوتے۔ جو بچے پتھر پھینکتے جیہا مڑ کر ان پر دانت نکوستی اور زبان نکالتی۔

''پاگل بیوہ! پاگل بیوہ۔'' بچے چلاتے۔

''کون کہتا ہے میں پاگل ہوں؟'' جیہا چیخی، اس نے ایک چھڑی اٹھا لی تھی اور بچوں کا پیچھا کر رہی تھی۔

''جیہا ہے، جیہا ہے۔ جیہا، لہوما کی بیوہ۔ لہوما میرا خاوند تھا۔ لہوما میرا خاوند تھا۔ ہمارے سات بچے ہوئے۔''

بچے اسے چڑانے کو ہنسے۔ انہوں نے اس پر لکڑی اور پتھر کے ٹکڑے پھینکے ان پر سے جیہا کی توجہ ہٹ گئی تھی۔ وہ ٹوک پنگھولو کے گھر جا پہنچی۔

''تمہارا خاوند کہاں ہے؟'' جیہا نے ٹوک پنگھولو کی بیوی سے پوچھا جو صحن میں بیٹھی تھی۔

ٹوک پنگھولو کی بیوی کو کوئی حیرت نہ ہوئی۔ اس نے سر تک نہیں اٹھایا۔

''تمہارا خاوند کہاں ہے؟'' جیہا نے دہرایا۔ وہ کولہوں پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی۔ اس کے گھنے بکھرے بال گردن اور کندھوں پر پڑے تھے۔

ٹوک پنگھولو کی بیوی گھر کے اندر چلی گئی۔ ٹوک پنگھولو ابھی تک دروازے میں کھڑا تھا۔

جیہا دروازے کی طرف بڑھی۔ اس کے ہاتھ ابھی تک کولہوں پر تھے۔

''تمہیں لہوما نے آداب بھیجا ہے۔'' اس نے کہا۔

ٹوک پنگھولو نے فقط سر ہلا دیا۔ اسے پتا تھا کہ ان الفاظ پر کتنی توجہ دینا ہے۔ لہوما دم توڑ رہا تھا تو وہ وہیں تھا۔ اس نے لہوما کے پیٹ سے چیچپا مواد بہتے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اگلے دن لہوما کا جنازہ قبرستان لے جانے والوں میں وہ بھی شامل تھا۔

MashalBooks.org

''لہوما نے تمہیں اور تمہاری بیوی کو آداب بھیجا ہے۔'' جیہا نے دوبارہ کہا۔

ٹوک پنگھولو آدھی سیڑھیاں اتر کر بیٹھ گیا۔ اس نے جیہا کی آنکھوں میں غور سے دیکھا۔ ڈھیلے اندر دھنس چکے تھے۔ اس کے ڈھیلوں کی سفیدی پیلاہٹ مائل ہو چکی تھی اور ان میں نیلی رگیں نظر آ رہی تھیں۔ اس کی آنکھوں کی پتلیوں میں صاف پانی کی سی چمک نہیں تھی۔ ٹوک پنگھولو ان پتلیوں کے پیچھے کئی علامات دیکھ سکتا تھا جو اس کی حالت بتاتی تھیں۔ اس کا خاوند نہیں رہا تھا۔ اس کی چودہ ریلانگ اراضی تھی۔ اس کا مکان ٹوٹتا جا رہا تھا۔ اس سال کھیتوں پر کئی ایک اور شدید آفات نازل ہوئی تھیں۔ یہ سارے مصائب جیہا کی برداشت سے باہر تھے۔ ٹوک پنگھولو ان آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جو جواباً اسے گھورے جا رہی تھی۔ چاول اگانا اتنا آسان نہیں جتنا پکے ہوئے چاول کھا لینا۔ جیہا کو وہ سب کام کرنا ہوں گے جو لہوما کیا کرتا تھا۔ پنیری بونے کو زمین صاف کرنا۔ بیج ڈالنا۔ تاجک چلانا اور زمین گوڈنا ہوگی۔ کھیتوں میں پانی کھڑا کرنا ہوگا۔ خشک سالی اور کیکڑوں کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ چپاک کو مار بھگانا ہوگا۔ سیلاب سے نمٹنا ہوگا۔ فصل کاٹنا ہوگی اور پھر دھان ڈھو کر کوٹھیار تک لے جانا ہوں گے۔

''میرے خاوند نے تمہیں آداب بھیجا ہے۔'' جیہا چلائی۔ اس نے اپنا رگوں بھرا پھٹی جلد والا ہاتھ خشک بالوں پر پھیرا۔

ٹوک پنگھولو نے سر ہلا دیا۔ صحن میں بیٹھی اس کی بیوی نے بھی سر ہلا دیا۔

''تمہاری بچیاں کہاں ہیں؟'' ٹوک پنگھولو نے پوچھا۔

جیہا نے سیدھا پنگھولو کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا۔

''میری بچیاں کہاں ہیں؟ ثنا؟ ملہا؟ زینب؟ سیمک؟ لیہا؟ لیبار؟ کیہا؟'' وہ زور زور سے ہنستے ہوئے ہلنے لگی۔

ٹوک پنگھولو نے ایک بار پھر سر ہلا دیا۔

''لہوما کے دھان کے کھیتوں میں صرف میں ہی کام کرتی ہوں۔'' جیہا نے اعلان کیا۔

''میں ہی اس کا کام مکمل کر رہی ہوں۔ وہ دور چلا گیا ہے۔ میں ہی ہوں جس نے اس کے کھیتوں کا کام سنبھالا ہوا ہے۔ میں نے جیہا نے جو لہوما کی بیوی ہے۔''

اس نے مٹھی ہوا میں لہرائی۔

ٹوک پنگھولو نے اپنی بیوی کا چہرہ دیکھا۔

''میں ہی ہوں کہ تین گنتا نگ' بیج بو ڈالا۔ اسی طرح پنیری اکھاڑی جیسے لہوما اکھاڑا کرتا تھا۔ میں نے جو لہوما کی بیوی ہے۔'' جیہا مٹھیاں ہوا میں لہرا لہرا کر کہتی رہی۔

ٹوک پنگھولو نے اپنی بیوی کا چہرہ دیکھا۔ وہ اٹھی اور سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔ وہ دونوں صحن میں کھڑی جیہا کا جائزہ لے رہے تھے۔

وہ میں ہوں جس نے تاجک سے چودہ ریلانگ رقبہ صاف کیا۔ اسے میں نے ہی گھاس پھونس سے صاف کیا۔ بالکل اسی طرح جیسے لہوما کیا کرتا تھا۔ پنیری اکھاڑی اور گاڑنے کو کھیتوں تک لائی۔ ہر پھیرے میں دس گٹھڑ پنیری لاتی رہی۔ میں نے پورے چودہ ریلانگ میں پنیری لگائی۔ میں جیہا ہوں۔ لہوما کی بیوی جو سات بچیوں کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ مجھے یہ سب کچھ کرنے کو لہوما نے نہیں کہا تھا۔''

ٹوک پنگھولو کو یاد آ گیا کہ لہوما کس طرح کام کیا کرتا تھا۔ بغیر دھوپ اور بارش کی پروا کئے بغیر زندگی اور موت کا انحصار چاول پر ہے۔ جیہا اس کی طرح کام کرنے کی کوشش میں ہے لیکن اس کے ذہن کو بہت سی رکاوٹوں نے منتشر کر دیا ہے۔ یہ سب سختیاں جیہا زیادہ دیر نہیں جھیل سکے گی۔

''میں نے درجنوں درجنوں کیکڑے چن کر نکالے اور پھر انہیں اس وقت تک نکالتی رہی کہ سب مر گئے۔ میں نے ہی سارے کیکڑے ہلاک کئے۔''

''تمہاری بچیاں کہاں ہیں؟''

''ثنا؟ ملہا؟ زینب؟ سیمک؟'' جیہا ایک بار پھر ہنس دی۔

''بچیاں جوان ہو کر لڑکیاں بن گئی ہیں۔ ثنا کی چھاتیاں بھر گئی ہیں۔

''ملہا کی اور زینب کی بھی۔ سیمک کی بھی۔ ان میری چھاتیوں سے بھی بڑی ہو گئی ہیں۔ دیکھو! ان میری چھاتیوں کو دیکھو!''

جیہا نے بازو اوپر اٹھا کر اپنی ڈھلکی ہوئی چھاتیاں عریاں کیں تو ٹوک پنگھولو کی بیوی نے منہ پھیر لیا۔ ٹوک پنگھولو وہیں کھڑا رہا۔ اس نے اپنی بیوی سے سرگوشی میں کچھ

کہا۔ پھر دونوں نے جیہا کی طرف دیکھا۔

''ثنا سے شادی کرنا پسند کرو گے؟'' جیہا نے پوچھا۔ پھر اس کے حلق سے پھس پھسی ہنسی پھوٹ پڑی۔ ٹوک پنگھولو اور اس کی بیوی ہنسی میں شامل نہیں ہوئے۔ ٹوک پنگھولو کچھ اور سوچ رہا تھا۔ جیہا کی سات بچیوں کے بارے میں۔ کھیتوں میں دھان کی فصل کے بارے میں۔ خشک سالی آ گئی تو کیا ہوگا؟ اس سال بھی سیلاب امڈ آیا تو کیا ہوگا؟ سیلاب میں بہہ کر آنے والے تنے اور دوسرا کوڑا کرکٹ کون صاف کرے گا تاکہ فصل نہ کچلی جائے؟ لہوما تو رہا نہیں۔ جیہا پاگل ہوگئی ہے۔ چپاک حملہ آور ہوئے تو انہیں کون بھگائے گا؟ فصل پک جانے کی صورت میں چودہ ریلانگ کون کاٹے گا؟ کون فصل اٹھا کر کوٹھیار تک لے جائے گا۔''

''تم ثنا سے شادی کرنا پسند کرو گے؟ ملہا سے؟ سیمک سے؟'' جیہا ایک بار پھر ہنسنے لگی۔

جیہا کو علاج کی ضرورت ہے۔ آج اس نے چھاتیاں دکھائی ہیں' کل کولہے دکھائے گی' پھر پوشیدہ حصے عریاں کردے گی اور پھر وہ برہنہ تن پھرا کرے گی۔

جیہا ہنسی چلی جا رہی تھی۔ اس نے کمر کے گرد سارنگ کسا اور بیلوکر کی طرف پنیری بونے کے قطعات کی طرف نکل بھاگی۔ ٹوک پنگھولو کی آنکھیں اس کا پیچھا کرتی رہیں۔ رفتہ رفتہ دور ہوتی جیہا کی ہنسی مدھم ہوتی جا رہی تھی۔ بیلوکر کو جانے والے رستے میں موڑ آیا تو ہنسی کی آواز سنائی دینا بند ہوگئی۔

جیہا گھاس سے پٹے راستے پر دھب دھب چلتی جا رہی تھی۔ جلد ہی سورج غروب ہو جائے گا۔ جیہا چلتی پنیری والے قطعے تک پہنچ گئی۔ ہر قدم پر ہنسی بلند ہوتی اور دم توڑ دیتی۔ ہنسی کے وقفوں میں اب خود کلامی سنائی دینے لگی۔

پنیری کا سارا قطعہ جو تین چوتھائی پہلے ہی خالی ہو چکا تھا' جیہا نے روند ڈالا۔ اس نے کچھ پنیری اکھاڑی اور اسے اپنے تلووں سے ٹکرا کر جھاڑا جڑوں سے لگی مٹی جھڑ کر قطعے کی مینڈھ پر جا گری۔ اچانک جیہا بلاحس و حرکت خاموش کھڑی ہوگئی۔ وہ ہنس نہیں رہی تھی۔ اس کے ذہن میں لہوما کی دھندلی یادیں آ رہی تھیں۔ اسے کوئی ایسی بات

یاد آئی کہ پاگل پن بھی دب گیا۔ وہ دلدل کی طرف جھپٹی جہاں عرصہ ہوا لہوما نے کالے کوبرے کا سر کچلا تھا۔ اس وقت وہ دلدل کنارے ہریالی چن رہی تھی۔ اچانک کالے کوبرے نے پھن اٹھایا تھا۔ پھن ڈوئی کی شکل میں پھیلا ہوا تھا۔ چکنے دار چمکتا ہوا پھن۔ اس کی آنکھیں شیشے کی سی چمک رہی تھیں۔

وقتاً فوقتاً زبان لہرائی۔ جیہا نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ اس کا پھن کس طرح ادھر ادھر لہرا رہا تھا۔ اس تصور کے ذہن میں ابھرتے ہی جیہا نے چھلانگ لگائی۔ مٹھی میں دبی پنیری دائیں جانب اگی گھاس میں پھینک دی۔ راستے پرُ اگی گھاس روندتی وہ مجنونانہ تیزی سے بھاگی۔ بھاگتے ہوئے وہ تیزی سے اپنے خاوند کو پکار رہی تھی۔

''لہوما! لہوما! لہوما!''

اسے لگتا تھا کوبرا اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ لگا جیسے چکتے دار سر والا کوبرا عین اس کی ایڑیوں پر ہے۔ دھان کے کھیت کنارے پہنچی تو اس نے چھلانگ لگائی اور اندر پہنچ گئی۔ دھان کے گھنے پودوں سے ٹکرائی اور کئی پودے گر کر کیچڑ میں دھنس گئے۔ پانی میں چھپا کا ہوا اور ہوا میں پانی کی پھوار اٹھی۔ وہ گری دوبارہ اٹھی اور پھر سے دوڑنے لگی۔

''لہوما! لہوما! وہ پورا زور لگا کر چیخی۔ دھندلکا چھانے لگا تھا۔ جیہا ابھی تک تن تنہا پودے روندتی پھر رہی تھی۔ دھان کے پودے یوں کچلے جا رہے تھے گویا شرارتی الہڑ بھینسیں باہر کلیلیں کرتی رہی ہوں۔ پھر جیہا پگڈنڈی پر دوڑنے لگی۔ دوڑنے میں وہ کئی بار پانی میں اتری اور پھر سے پگڈنڈی پر چڑھی۔

''لہوما! لہوما! لہوما!''

ثنا نے اپنے باپ کا نام پکارے جانے کی یہ آواز سنی' اسے پتا تھا کہ اس کے متوفی باپ کا نام لینے سے کسے دلچسپی ہو سکتی ہے۔ ملہا نے بھی آواز سنی تھی اور زینب نے بھی وہ دوڑتیں باڑ تک گئیں اور دھان کے کھیتوں میں دیکھنے لگیں۔ انہیں نے دھندلکے میں ایک ہیولا اندھادھند دوڑتا نظر آیا جو گرتا پڑتا ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''ماں! ماں! ماں!''

وہ دوڑتیں ادھر کو بڑھیں جہاں جیہا ہوش و حواس سے عاری لڑکھڑاتی دوڑتی پھر

رہی تھی۔

ان کے پاؤں گھاس سے ڈھکی پگڈنڈی پر تھے اور نظریں جیھا پر جو اپنے ہی تخیلات کے گھیرے میں تھی۔

''ماں! ماں!'' ثنا نے ایک بار پھر آواز دی۔

جیھا نے اپنی بیٹی کی پکار سنی۔ اسے دھندلکے میں دور تین لڑکیوں کے ہیولے نظر آئے۔ وہ اس کی طرف بھاگی۔ وہ یوں ثنا سے لپٹی جیسے کسی خوفناک چیز سے بچائے جانے کی بھیک مانگ رہی ہو۔ ملہا نے پیچھے سے اپنی ماں کو سہارا دیا۔ زینب نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔ تینوں اسے واپس گھر لے چلیں۔

''کوبرے نے میرا پیچھا کیا تھا۔'' باڑھ پھلانگ کر گھر کے صحن میں داخل ہوتے ہوئے جیھا نے کہا۔

''اس کوبرے نے جو تمہارے باپ نے ہلاک کیا تھا۔''

ثنا کو ایک بار پھر وہ واقعہ یاد آ گیا جس نے اس کی ماں پر اتنے برے اثرات مرتب کئے تھے۔ اسے کوبرے کی دہشت سے ماں پر پڑنے والے دورے بھی یاد تھے۔

''ابا نے وہ کوبرا ہلاک کر دیا ہے۔''

''لہوما نے؟''

ثنا نے سر ہلایا

''تمہارے باپ لہوما نے؟''

ثنا نے ایک بار پھر سر ہلایا۔

''تمہارا باپ کہاں ہے؟''

ثنا نے ماں کے گرد گھیرا ڈالے کھڑی اپنی چھوٹی بہنوں کے چہروں کو دیکھا۔ اس نے سوال کا جواب نہیں دیا۔ وہ جواب دے بھی نہیں سکتی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور زمین پر گرنے لگے۔

''تمہارا باپ کہاں ہے؟'' جیھا نے ملہا کے چہروں پر نظریں گاڑے دوبارہ سوال کیا۔ ملہا' زینب اور دوسری بچیوں سے اپنی ماں کا یہ حال زیادہ دیر تک نہ دیکھا جا سکا۔ وہ

MashalBooks.org

رونے لگیں۔ وہ صرف رو سکتی تھیں۔

''ابا مر گیا ہے۔'' ثنا نے پوری دیانتداری سے جواب دیا۔

''لہوما مر گیا؟'' جیہا نے خود کو بچیوں کی گرفت سے چھڑا لیا۔ وہ ہنسنے لگی جیسے ثنا کے الفاظ پر بے یقینی کا اظہار کر رہی ہو۔ لہوما مرا نہیں تھا۔ لہوما ابھی موجود تھا۔ لہوما اس کی چھاتیوں میں بسا ابھی تک محنت کر رہا تھا۔ ''تمہارا باپ مرا نہیں۔ وہ ادھر میری چھاتیوں میں ہے۔ اس نے کئی بار سینہ تھپتھپایا تمہارا باپ مرا نہیں۔ ہمارے دھان کے کھیتوں میں سارا کام اسی نے تو کیا تھا۔ اس سارے عرصے میں تاجک اسی نے چلایا تھا۔ اسی نے کیکڑوں کو ابال کر ہلاک کیا تھا۔ اسی نے کھیتوں میں سے دن رات کیکڑے چنے تھے۔ وہ میں نہیں تھی، نہ ہی تم۔ لہوما تھا! لہوما جو میری چھاتی میں ہے۔ ہمارے کھیتوں کا سارا کام اسی نے کیا تھا۔ فصل پکنے پر ہم نئے چاول کھائیں گے۔ ہم سب لہوما کے ساتھ مل بیٹھ کر کھائیں گے۔''

دھندلکا بڑھتے بڑھتے مغرب کے وقت میں ڈھل گیا۔ بنگل دراپ گاؤں پر رات طاری ہونے لگی۔ جذبات کے تلاطم میں گھرے گاؤں سے کٹے گھر نے رات کو خوش آمدید کہا۔

جیہا واقعی پاگل ہو گئی تھی۔

ثنا اور ملہا ماں کو تھامے باورچی خانے میں لے گئیں۔ انہوں نے میز پر سے چاولوں کی پلیٹ اٹھا کر دی جو دوپہر سے اس کیلئے وہیں پڑی تھی۔ جیہا پلیٹ کو چھونا نہیں چاہتی تھی۔ انہوں نے اسے بڑی نرمی سے بیٹھنے کو کہا اور پلیٹ اس کے آگے سرکا دی۔ جیہا فقط پلیٹ کو دیکھتی رہی۔ ثنا نے اپنی انگلیوں سے پلیٹ میں پڑے چاولوں کا لقمہ بنا کر ماں کی طرف بڑھایا۔ جیہا نے منہ کھول کر لقمہ لے لیا۔ آہستہ آہستہ چبانے کے بعد اس نے لقمہ نگل لیا۔ ملہا اور چھوٹی لڑکیاں ماں کے گرد یوں دائرہ بنائے کھڑی ہو گئیں۔ گویا ساری زندگی ماں کو کھاتے نہ دیکھا ہو۔ مٹی کے تیل کا دیا سیلن زدہ باورچی خانے کو روشن کرنے میں کچھ زیادہ مستعد نہیں تھا۔ ثنا اپنے ہاتھ سے جیہا کو کھلاتی رہی۔ جیہا نے اسے روکنے کی کوشش کی اور نہ کوئی احتجاج وہ منہ بھر بھر کر نوالے لیتی، چباتی اور نگلتی رہی۔

MashalBooks.org

ثنا نے ملہا کے چہرے کی طرف دیکھا ساری چھوٹی بہنوں کی آنکھوں میں ایک سکون کی جھلک تھی۔ ان کی ماں نے چاول کھائے تھے۔ چاول جو اس سارے کنبے کو زمانوں سے توانائی فراہم کررہے تھے۔ ملہا اٹھ کرسونے کے کمرے میں چلی گئی۔ اس نے اپنی ماں کا گدا اور تکیا جھاڑا۔ ثنا نے بستر جھاڑے جانے کی آواز سنی۔ ثنا نے اپنی ماں کا چہرہ بغور دیکھا کہ اس آواز سے کوئی فوری تبدیلی تو واقع نہیں ہوئی۔

لیکن جیہا نے کچھ نہیں کہا۔ وہ بس منہ کھولتی، لقمہ چباتی اور نگلتی رہی۔

رات چھا گئی تھی۔ جنگل میں سے تیتروں کے بولنے کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ دیواروں کے سوراخوں سے رات کی سرد ہوا داخل ہونے لگی تھی۔ ہوا باورچی خانے میں داخل ہوئی تو اس میں جسم کو حیات نو دینے والی تازگی تھی۔

مٹی کے ایک بڑے سے برتن سے پانی لے کر جیہا کو نہلانے کے بعد لڑکیاں اسے سونے کے کمرے میں لے گئیں۔ ثنا کی چھوٹی بہنوں نے ماں کو نہلانے کیلئے پانی بھرا تھا۔ پھر انہوں نے نیچی سی الماری سے ایک باتک سارنگ نکالا اور جیہا کے گرد لپیٹ دیا۔ اس سارے عمل کے دوران جیہا نے منہ سے ایک لفظ نہیں نکالا۔ لگتا تھا جیسے کوبرے کی نحوست ابھی تک اس پر طاری تھی۔

انہوں نے جیہا کو تازہ بنے بستر پر لٹا دیا۔ انہوں نے مکمل چپ سادھے رکھی۔ ثنا کو خدشہ تھا کہ کسی کے منہ سے کوئی غلط لفظ نکلا تو اس کی ماں دوبارہ نہ ہنسنے لگے۔ رات کے سناٹے میں ان کی ماں دوبارہ پاگل ہوگئی تو وہ کیا کریں گی؟ اگر ان کی ماں گاؤں میں گھومتی لوگوں کو گھروں میں پریشاں کرنے لگی تو وہ کیا کریں گی۔ ثنا پریشان ہونے لگی۔ اس نے اپنی بہنوں کی ہر حرکت پر نگاہ رکھی کہیں کسی کی کوئی حرکت اس کی ماں کے جذبات کو دوبارہ مشتعل نہ کردے۔ اس وقت تو اسے ماں کافی امن میں اور تھکی ہوئی لگتی تھی۔ اگر لہوما کا خیال دوبارہ ذہن میں آ گیا تو وہ یقیناً دوبارہ پنیری والے قطعات میں گھومنے لگے گی۔ ثنا نے سرگوشی میں ملہا سے کچھ کہا۔ ملہا بڑی آہستگی سے اٹھی اور چھوٹیوں کو لئے باورچی خانے میں چلی گئی۔ اگر جیہا کے گرد شور ہوا تو وہ اٹھے گی اور چھلانگ لگا کر گھر سے نکل جائے گی۔ ثنا کو ڈر تھا کہ اتنی رات گئے وہ جنگل کو نکل گئی تو

کوئی سانپ وغیرہ نہ ڈس لے یا کوئی شیر دھڑ کے ٹکڑے نہ کر دے اور پھر کیلے کے تنے جتنے موٹے اژدھے بھی تھے جو جسم کے گرد لپٹ سکتے تھے۔

جیہا کے اعصاب پر سکون ہونے لگے۔ وہ گدے پر لمبی ہوگئی اور آنکھیں بند کرلیں۔ ماں کوستاتے دیکھا تو ثنا آہستگی سے کمرے سے نکل گئی۔ وہ باورچی خانے میں گئی تو اس نے چھوٹی بہنوں کو باہم گتھے ایک کونے میں بیٹھے پایا۔ جیسے وہ حقیقی صورتحال کو واقعی سمجھتی ہوں۔

رات بہت چھا چکی تھی۔ بیزاری سے جلتا مٹی کے تیل کا لیمپ مدہم سی روشنی دیتا جل رہا تھا۔ کیہا ملہا کی گود میں سو چکی تھی۔ وہ کئی راتوں سے جیہا کے بازوؤں میں نہیں سوئی تھی۔ جب سے کیکڑوں نے حملہ کیا تھا اور جیہا کو خواب میں لہو ما کیکڑے نگلتا نظر آیا تھا۔ وہ اس کے بازوؤں میں نہ سو پائی تھی۔ اسے جہاں بھی نیند آتی سو جاتی۔ ثنا نے بڑی نرمی سے کیہا کو اٹھایا اور اسے سونے کے کمرے میں لے گئی۔ بغیر آہٹ پیدا کئے وہ کمرے میں داخل ہوئی اور بچی کو جیہا کے بائیں طرف سلا دیا۔ بچی نے تھوڑی سے حرکت کی اور چہرہ ماں کے پیٹ کی طرف پھیر لیا لیکن جیہا ساکن لیٹی رہی۔ اس کے سانسوں کی آواز بھی نہیں آ رہی تھی۔

رات گزرتی جا رہی تھی۔ بنگل دراپ گاؤں کو گھیرے جنگلات سے تیتروں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ان آوازوں سے رات کا سناٹا ٹوٹ جاتا تھا۔ ثنا باورچی خانے کے دروازے میں گئی۔ اس نے دروازہ کھولا اور برآمدے میں نکل گئی۔ اس نے اپنے سامنے پھیلے اندھیرے میں جھانکنے کی کوشش کی۔ پہاڑیوں کے محض مدھم سے سائے نظر آ رہے تھے۔ پہاڑیوں سے آتی ہوا کے جھونکے اس کے چہرے پر پڑے۔ ان میں خنکی اور ٹھنڈک تھی۔

ان کھیتوں میں اب دور تک پھیلا سبزہ تھا۔ چاولوں کے پودوں کے مٹھے کافی موٹے ہو چکے تھے۔ شاید دو تین ماہ کی بات ہے۔ وہ فصل کاٹ رہے ہوں گے۔ اس نے بھانپ لیا تھا کہ کٹائی کا کام اسے ہی کرنا ہوگا۔ اس کی ماں تو اب لاچار ہو چکی۔ انہیں فصل جلد از جلد کاٹنا ہوگی تا کہ چاول زیادہ نہ پک جائیں۔ زیادہ پک جانے کی

MashalBooks.org

صورت میں دانے از خود ڈنٹھلوں سے جھڑ کر زمین پر گرنے لگیں گے۔ کٹائی کا کام تو ملہا بھی کر لے گی۔ زینب اور سیمک کو بھی سکھایا جا سکتا ہے اور کسی قدر مدد تو وہ بھی کریں گی۔ وہ سکول واپس نہیں جا پائیں گی۔ لیہا' لیبار اور کیہا بھی کٹی فصل تو اٹھا کر لا ہی سکتی ہیں۔ ایک وقت میں ایک مٹھا سہی۔ ثنا کا ایمان تھا کہ وہ فصل محفوظ طریقہ سے کاٹ کر کوٹھیار میں پہنچا سکتی ہیں۔

رات اپنے انجام کی طرف سرک رہی تھی۔ تیتروں کی آواز دوبارہ سنائی دینے لگی تھی۔ کبھی کبھی ثنا کو لگتا کہ اسے کھیتوں سے مینڈک کے ٹرانے کی آواز آئی ہے۔ اسے اپنے کانوں پر اعتبار نہیں آتا تھا۔ اس نے رات کی تاریکی میں کان باہر لگا دیئے۔ واقعی مینڈکوں کے ٹرانے کی آواز تھی لیکن دور اور خاصے وقفوں کے بعد سنائی دیتی تھی۔ اسے اضطراب کی چبھن محسوس ہوئی۔ مینڈکوں کا ٹرانا سیلاب کا پیغام تھا لیکن ثنا نے اپنا اضطراب جلدی سے دبا دیا یا کم از کم وقتی طور پر اس کی چھوٹی بہنیں ایک دوسرے پر ڈھیر ہوئیں فرش پر سو رہی تھیں۔ اس نے سونے کے کمرہ میں جھانکا۔ اس کی ماں اور کیہا اندر سو رہی تھیں۔ ثنا بھی باورچی خانے کے ایک کونے میں بغیر کسی بستر کے سو گئی۔

☆☆☆☆☆

باب12

ابھی رات کی سیاہی طاری تھی کہ لہوما ایک بار پھر جیہا کو بلانے آ گیا۔ جیہا نے دونوں آنکھیں پوری طرح کھول دیں۔ تمہارے دھان کے پودے بڑے ہو چکے ہیں۔ پتے ہوا میں سرسرا رہے ہیں لیکن کھیتوں میں اگا جھاڑ جھنکاڑ بھی پودوں جتنا بڑا ہو چکا ہے۔ اسے اکھاڑ پھینکو۔ اسے نکال پھینکو کہ کہیں تمہارے دھان کے پودے فاقوں سے نہ مر جائیں۔ اگر جھنکاڑ بڑھ گیا تو فصل بہت تھوڑی ہو گی۔ اس جھنکاڑ کو اکھاڑ پھینکو جیہا جاگ گئی۔ اس نے اردگرد دیکھا وہ سمجھ نہ پائی کہ کہاں ہے۔ اسے ابھی تک لہوما کی آواز سنائی دے رہی تھی جو اسے نیچے جا کر کھیتوں سے جھاڑ جھنکاڑ نکال پھینکنے کو کہہ رہا تھا۔ اس کا بایاں ہاتھ کیہا کے ننگے پیٹ سے مس ہوا۔ اسے ایک بار پھر لہوما کی آواز سنائی دی۔ آواز اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ چاول ہمارے ہیں ہم سب کے۔ جاؤ اور ابھی فالتو جڑی بوٹی نکال پھینکو۔ جاؤ' جاؤ۔

جیہا کھڑی ہو گئی۔ وہ چلتی گھر سے نکل گئی۔ اسے دوبارہ لہوما کی آواز سنائی دی۔ دھان کے کھیت ہمارے ہیں۔ ہمارے کھیت ہیں۔ چاول ہم سب کیلئے ہیں۔ ہمارے بچوں کیلئے ان کھیتوں کی دیکھ بھال نہ کی گئی تو ہمارے بچے فاقوں مر جائیں گے۔

جیہا رات کے سناٹے میں گھر سے نکل گئی۔ جنگل سے آتی تیتروں کی آواز زیادہ اونچی ہو گئی تھی۔ ٹراتے مینڈکوں کی تعداد بڑھ گئی اور جیہا تاریک ٹھنڈی رات میں یوں آگے بڑھ رہی تھی گویا دن ہو۔

اچانک اسے وہ جسم یاد آیا جس سے اس کے بائیں ہاتھ نے رگڑ کھائی تھی۔ کیہا'

MashalBooks.org

کیہا اس کی سب سے چھوٹی بچی جو ابھی سے کیکڑے چن لیتی تھی۔ جڑی بوٹی اکھاڑنے میں بھی وہ اس کی مدد کرسکتی تھی اگر اس مخلوق میں سے کوئی بچا ہوا ہو تو کیہا چن سکتی تھی۔ کیہا دھان کے کھیتوں میں اس کا ہاتھ بٹا سکتی تھی جن کی نگہداشت لہوما اس پر چھوڑ گیا تھا۔

جیہا واپس پلٹی۔ گھر کی طرف بھاگی۔ سیڑھیاں چڑھ کر کمرے میں گئی اور سوئی بچی کو اٹھا کر بازوؤں میں بھر لیا۔ بچی آگے کو جھکی لیکن جیہا نے اسے کھینچ کر چھاتی سے لگایا اور وہ بھی چمٹ گئی۔ جیہا بچی کو لئے سیڑھیاں اتری اور رات کی ٹھنڈی تاریکی میں کھیتوں کو چل دی۔

اس کے قدم پگڈنڈی پر اٹھ رہے تھے جس پر اب کافی گھاس اگ آئی تھی۔ جنگل میں تیتر اونچی آواز میں بول رہے تھے۔ مزید مینڈک ٹرانے لگے تھے۔ آسمان ان پانیوں سے ڈھک چکا تھا جنہیں جیہا کے کھیتوں پر برسنا اور انہیں ڈبو دینا تھا۔

''لہوما! لہوما! لہوما'' رات کی خنک تاریکی میں کھیتوں میں کھڑی جیہا نے آواز لگائی۔

کیہا جاگ اٹھی۔ اس کا ہاتھ ماں کی چھاتی سے مس ہوا۔ وہ گوشت اور نیچے کی ہڈیوں کے لمس سے شناسا تھی۔ اس کی ماں کا لمس تھا۔ وہ ایک بار پھر سمٹ کر چمٹ گئی گویا وہ ابھی تک اپنے سونے کے کمرے میں ہو۔ جیہا کھیتوں میں پہنچی تو اس نے جڑی بوٹیاں کھینچ کھینچ کر نکالنا شروع کر دیں حالانکہ وہ انہیں دیکھ نہیں سکتی تھی۔ بچی ابھی تک اس کے ساتھ چمٹی ہوئی تھی۔ کھیت میں چلنے سے پتے اسے اور کیہا کو گدگدانے لگے۔ کیہا اچانک جاگی اور چلانے لگی لیکن جیہا نے اس کے رونے پر کوئی دھیان نہ دیا۔ اس کے کھیت جھاڑ جھنکاڑ سے اٹے پڑے تھے اور لہوما نے کہا تھا کہ انہیں نکال پھینکے ورنہ دانہ چھوٹا رہ جائے گا۔

''ہم جڑی بوٹی نکال رہے ہیں۔ کھیت صاف کر رہے ہیں۔'' اس نے چیخ کر بچی کو بتایا لیکن وہ روتی رہی۔ اس کی آواز اور بلند ہوگئی۔ دھان کے پتے اور رات کی ٹھنڈک اس کی نرم جلد پر چٹکیاں لے رہے تھے' وہ اتنی چھوٹی تھی کہ سمجھ نہ پائی کہ یہ سب کیا ہو رہا ہے۔

MashalBooks.org

ثنا جاگ اٹھی۔ کسی چیز نے اسے جگا دیا تھا۔ ٹھیک سے اندازہ نہ کر پائی کہ کیا ہے۔ اس نے دھیرے سے لیمپ اٹھایا اور سونے کے کمرے کو گئی۔ اس کی ماں جا چکی تھی اور کیہا بھی اس کے ساتھ سو رہی تھی۔ اس نے لیمپ اٹھائے کمرے کے کونے چھان مارے۔

وہ باہر کو لپکی۔ جیہا اور کیہا کا نشان تک نہیں تھا۔ برآمدے میں جا کر دیکھا۔ دونوں وہاں بھی نہیں تھیں۔ بھاگتی باورچی خانے میں گئی اور پاؤں لگا کر ملہا کو اٹھایا۔ اسی طرح پاؤں لگا کر زینب اور سیمک کو جگایا۔ وہ اٹھ بیٹھیں اور سراسیمہ آنکھیں پھاڑے دیکھنے لگیں۔

''ماں! ماں! ماں'' ثنا نے پورا زور لگا کر آواز دی۔ اس کی آواز پہاڑیوں میں گونجی۔ تیتروں کی آوازوں اور مینڈکوں کے ٹرانے سے رات کا چٹختا سناٹا اس کی آواز سے ٹوٹ گیا۔ ثنا کو اس کی کوئی پروا نہیں تھی۔

''ماں! ماں! ماں!'' وہ پکارتی چلی گئی۔

ملہا اور دوسری بچیاں بھی برآمدے میں آ گئیں۔ سب مل کر اپنی ماں کو آوازیں دینے لگیں۔

''ماں! ماں! ماں!''

''ماں! ماں! ماں!''

''ماں! ماں! ماں!''

تاریک ٹھنڈی رات گنگ رہی۔ ان کی ماں نے پکار کا کوئی جواب نہیں دیا۔

ثنا مضطرب ہو گئی اور ملہا بھی۔ وہ سارے گھر میں دوڑتی پھریں حالانکہ انہیں اچھی طرح علم تھا کہ ان کی ماں اور کیہا وہاں نہیں ہیں۔ دونوں کہیں دور نکل گئی ہیں۔ بہت دور چلی گئی ہیں۔ شائد دونوں لہوما کی قبر پر جا کر سو رہی ہوں۔ یا شاید بیلوکر میں پنیری اکھاڑنے نکل گئی ہوں۔ بیلوکر جنگل کنارے تھا۔ شیر' اژدہے یا شاید جیہا نے گاؤں میں لوگوں کے گھروں کا رخ کر لیا ہو یا شاید وہ کیہا کو لئے پھرنے نکل گئی ہو جیسے دن کو کیا کرتی تھی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ وہاں کے بڑھتے پودے دیکھنے نیچے کھیتوں میں چلی گئی

ہو۔شاید! شاید! شاید

ثنا اور بھی پریشان ہو گئی۔ اس نے لیمپ مضبوطی سے تھاما اور جتنی دور ہو سکتا تھا اپنے آگے کر لیا لیکن اس کی کمزور روشنی دو دیپا سے زیادہ فاصلے تک نہیں دکھا سکتی تھی۔

ثنا گھر سے نکل آئی۔ لیمپ تھامے اس نے گھر کو نیچے، تھموں کے پیچھے، چھپر میں، کوٹھیار میں اور زمینوں کے ڈالے کے اردگرد اچھی طرح دیکھ لیا۔ جیہا اور کیہا کا نشان تک نہ ملا۔ ثنا باڑ کی طرف بڑھی۔ باقی پانچوں اس کے ساتھ لگی ہوئی تھیں۔ لیمپ کی روشنی مدہم پڑتی جا رہی تھی۔

''ماں! ماں! ماں!''

''ماں! ماں! ماں!''

''ماں! ماں! ماں!''

لڑکیاں چلتی گیٹ تک آ گئیں۔ انہوں نے باڑ پھلانگی۔ ثنا بھاگتی نزدیک ترین گھر میں داخل ہو گئی۔ ایک دوسرے سے چمٹی دوسری لڑکیاں اس کے پیچھے پیچھے تھیں۔ اسی طرح وہ گھر گھر پھرتی رہیں۔ ان کی ماں اور بہن کسی بھی گھر میں نہیں تھیں۔

اس رات بنگل دراپ گاؤں میں کھلبلی مچ گئی۔ جب یہ طے ہو گیا کہ جیہا بچی کو لئے غائب ہو گئی ہے تو شور اور بھی بڑھ گیا۔ ہمسایوں نے فرن کے پتے بٹ کر بنائی مشعلیں روشن کر دیں۔ ثنا کے گھر گھر جانے سے مکین ہڑبڑا کر اٹھے اور اپنی مشعلیں لئے تیار ہو گئے۔ ثنا پنگھولو کے ہاں بھی گئی۔ پنگھولو نے بانس پر بندھے چیتھڑوں کو مٹی کے تیل میں ڈبویا اور آگ لگا دی۔ اس سے نکلنے والی روشنی تیز تھی۔ لانگ کاظم اور اس کی بیوی بھی گھر سے نکل آئے۔ انہیں خدشہ تھا کہ جیہا بچی کو لئے ندی کے ساتھ ساتھ دریا کے دھان ے کی طرف نہ نکل گئی ہو یا ہو سکتا ہے کہ وہ بچی کو لئے اوپر پہاڑیوں کی طرف چڑھ کر پنیری والے قطعات میں نہ سو رہی ہو۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ تیتر کی آواز پہلے سے زیادہ زور دار ہو گئی تھی۔ بادل پانی سے بوجھل نظر آ رہے تھے۔ وہاں کے کھیتوں کے کونوں کھدروں سے مینڈکوں کے ٹرانے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

کچھ لوگ مشعلیں لئے قبرستان کو نکل گئے۔ لہوما کے مرنے کے بعد سے یہاں جیہا

کا اکثر پھیرا رہتا تھا۔ ہمسایوں کو اس بات کا پتا ثنا سے چلا تھا۔ اسی نے بتایا تھا کہ کیسے اس کا باپ اکثر جیہا کے خوابوں میں آتا اور جیہا اس کا کیسے استقبال کرتی' کیسے لہوما جیہا کو اتنی ہی محنت سے کام کرنے کو کہتا جتنی محنت سے وہ کرتا تھا۔ وہ اسے مرد اور عورت کی طاقت کے فرق کی رعایت دینے کو تیار نہیں تھا۔ شاید لہوما نے ہی پھر جیہا کو بلا لیا ہو۔ اسے شاید بچی کو بھی ساتھ لئے آنے کو کہا ہو۔

ثنا' اس کی بہنیں اور کچھ دیہاتی نیچے کھیتوں کی طرف گئے۔ کچھ پنیری کے قطعات کی طرف پہاڑیوں کو چڑھ گئے۔ کچھ نے نیچے دریا کے دہانے کا رخ کیا۔ بالآخر انہوں نے جیہا کو دھان کے کھیتوں میں ڈھونڈ نکالا۔ کیہا اس کے بازوؤں میں رو رہی تھی۔ وہ عین کھیت کے درمیان میں تھیں جہاں کیہا جڑی بوٹیاں اکھاڑ رہی تھی۔اس نے بچی کو ساتھ چمٹا رکھا تھا۔ پانی میں جونکوں کے کاٹنے اور دھان کے پتوں کی رگڑ سے اس کے جسم پر جگہ جگہ خراشیں آ گئی تھیں۔ٹوک پنگھولو کی مشعل دیکھ کر وہ کھیت سے باہر آ گئی۔ ٹوک پنگھولو نے اسے کھیت میں سے مینڈھ پر کھینچ لیا۔

''کیا کر رہی ہو؟'' پنگھولو نے دہاڑ کر پوچھا۔

جیہا آنے والے لوگوں کے منہ دیکھنے لگی۔ ثنا اور اس کی پانچ بہنوں نے جیہا اور اس کے سینے سے کس کر چمٹائی' کیہا کو دیکھ لیا ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ثنا نے جیہا کی گرفت ڈھیلی کروائی اور کیہا کو لے لیا۔

''آدھی رات کے وقت یہاں کیا کر رہی ہو؟'' پنگھولو نے پوچھا۔

''لہوما نے مجھے کھیت صاف کرنے کو کہا تھا۔''

''کیا؟ عین آدھی رات کے وقت!''

''یہ ہمارا دھان کا کھیت ہے۔ ہمارے کنبے کا دھان کا کھیت''

''اور یہ آدھی رات کو کھیتوں میں سے جڑی بوٹی نکالنا؟''

''لہوما نے ایسا کرنے کو کہا تھا' جیہا چلائی ''لہوما! لہوما! تم لہوما کو نہیں جانتے؟ میرا خاوند! میرا خاوند!''

انہوں نے جیہا کو پکڑ لیا۔ ثنا اور دوسری لڑکیاں صرف دیکھتی رہیں۔ وہ اسے لے

کر واپس گھر آئے۔ ٹوک پنگھولو پریشان ہونے لگا تھا کہ اسے یوں ہی آزاد چھوڑ دیا گیا تو جیہا خطرہ بنی رہے گی۔ وہ اپنے سب بچوں کو ہلاک کر سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے انہیں زبردستی کام پر لگائے رکھے۔ اسے بند نہیں کیا گیا تو کل یہ پھر گھومنے نکل جائے گی۔ ننگی گھومے گی اور ہو سکتا ہے دوسرے دیہات کو نکل جائے۔ پولیس کو پتہ چل گیا تو اسے گرفتار کر لے گی۔

بانس سے بنا قرنا بجا دیا گیا۔ سب دیہات اکٹھے ہو گئے۔ پنگھولو نے اسی رات حکم دیا کہ وہ لکڑی تلاش کریں تا کہ گھر کے اندر بلیاں کھڑی کر کے الگ جگہ بنائی جا سکے۔ یہاں جیہا کو بند رکھا جائے گا تا کہ اس کے بچے اور دوسرے لوگ محفوظ رہ سکیں۔ اس کے علاج کا بعد میں سوچا جائے گا۔ کچھ لکڑیاں تو گھر کے اندر سے ہی مل گئیں۔ گھر کے پچھواڑے سے مینگ کادو اور چنزائی کے درخت کاٹے گئے۔ انگل بھر موٹی اکر پیناک سے لکڑیوں کو آپس میں باندھ کر گھر کے ایک حصے میں کھڑا کیا گیا۔ یوں یہ حصہ باقی گھر سے الگ ہو گیا۔ ٹوک پنگھولو نے گھر کا وہ حصہ منتخب کیا تھا جہاں سے دھان کے کھیتوں پر نظر پڑتی رہے۔ اس کی کھیتوں پر نظر رہنی چاہئے جن کی فکر نے اسے اتنا ہلکان کیا تھا کہ وہ پاگل پن کے اس موڑ پر آ گئی تھی۔ اسے پریشانی تھی کہ شاید اس کی فصل اچھی نہ ہو۔ اسے فکر تھی کہ وہ قدرتی آفات کا اس قوت سے مقابلہ نہ کر پائے جتنی لہوما کے پاس تھی۔ اسے خدشہ تھا کہ دھان برباد ہو جانے پر اس کی اولاد پر فاقہ نہ آ جائے۔ وہ پریشان تھی کہ لہوما کی برسوں کی محنت اکارت نہ جائے۔

مسجد میں فجر کی نماز کا ڈھول بجا تو وہ گھر کے اندر ایک حصے کی حد بندی کیلئے بلیوں اور چھڑیوں کو باہم باندھنے کا کام مکمل کر چکے تھے۔ جیہا جانتی تھی کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ وہ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتی اور گالیاں دیتی رہی لیکن ٹوک پنگھولو نے اپنی گرفت ڈھیلی نہیں کی۔ وہ اسے گھسیٹتا باڑے تک لے گیا۔ انہوں نے راستہ اچھی طرح مستقلاً بند کر دیا۔ وہ پھندے میں پھنسے ریچھ کی طرح پاگل ہوئی جا رہی تھی۔ اس نے لکڑی کی بلیوں کو وحشت میں جھنجھوڑا۔ ہاتھوں سے اوپر اوپر ٹٹولتی زور لگاتی رہی۔ پوری آواز سے گالیاں دیتی رہی۔ اس نے دونوں بازو باہر نکال دیئے۔ کٹا نگ

بندر کی طرح اوپر چڑھنے کی کوشش کرتی لیکن ہجوم کیئے لوگوں نے کوئی اثر نہ لیا۔ بنگل دراپ میں پانچ اشخاص پاگل ہوئے تھے۔ سب اسی طریقے سے ٹھیک ہو گئے تھے۔

اب جیہا کی باری تھی۔ ٹوک پنگھولوسگریٹ انگلیوں میں گھماتا سامنے والے کمرے میں جا بیٹھا جیسے پنجرے میں بند شخص اس کیلیئے ریچھ سے زیادہ معنی نہ رکھتا ہو۔ ثنا اور دوسری لڑکیاں پنجرے سے دو ڈیپا دور ہکا بکا کھڑی تھیں۔ جیہا کو چلاتے اور مدد کیلیئے پکارتے دیکھ کر وہ صرف رو سکتی تھیں۔ ثنا اور ملہا تو اچھی طرح سمجھتی تھیں کہ اس کی ماں کو یوں بند کیوں کیا گیا ہے۔ باہر نکلنے کیلیئے جیہا کی اچھل کود جاری تھی۔ وہ لکڑی کی بلیوں کو دھکے دیتی اور انہیں پاؤں سے ٹھوکریں مارتی۔ کبھی ایک طرف کو زور لگاتی اور کبھی دوسری طرف کو لیکن بلیاں ایک دوسرے سے اچھی طرح بندھی ہوئی تھیں انگوٹھے بھر موٹی اکرینا ک تو صرف پرانگ سے کٹ سکتی تھی اور جیہا کے پاس کچھ نہیں تھا۔ اس کے پاس فقط اپنی ذات تھی۔ وہ اچھل اچھل کر باہر نکلنے کی کرتی رہی حتیٰ کہ اس میں قوت باقی نہ بچی۔ اس نے اچھل کود بند کر دی۔ اس کے بازو گر کر پہلوؤں کے ساتھ لگ گئے۔ بالآخر وہ پنجرے کے ایک کونے میں بے حس و حرکت ڈھیر ہو گئی۔

فجر ہوئی۔ شمال اور جنوب میں افق اتنا سیاہ تھا کہ کالے بال بھی کیا ہوں گے۔ صاف نظر آتا تھا کہ بارش سے لدے بادل ہیں۔ مینڈک اپنی پوری آواز سے ٹرا رہے تھے۔ ٹوک پنگھولو اور دوسرے لوگوں کی نگاہیں جھلکتے ہوئے آسمانوں پر تھیں۔ ان کی آنکھوں میں جذبات کا تلاطم تھا۔ ندی کی چڑھائی کی طرف بارش پہلے سے شروع ہو چکی تھی۔ اس سال پھر سیلاب آئے گا۔ ثنا بھی جھلکتے ہوئے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔ آنے والی آفت کی اسے بھی خبر تھی۔ اس نے آسمان سے نظریں ہٹائیں اور جیہا کی طرف دیکھا۔ چہرے پر دہشت کا سماں تھا لیکن ثنا دیکھتی رہی۔ وہ جانتی تھی کہ سیلاب آئے گا اور اس سے لڑنے والی وہ نہیں بلکہ اس کی ماں ہوتی۔ جیہا میں اتنی طاقت تھی کہ سیلاب کے دوران بھی نیچے کھیتوں میں سیلاب میں بہہ کر آنے والے تنے اور کاٹھ کباڑ ہٹا سکے۔ بصورت دیگر پودے کچلے جائیں گے۔ پچھلے سالوں میں یہ کام اس کا باپ کرتا رہا تھا۔ ثنا کو تھوڑا تھوڑا یاد تھا کہ اس سے ایک سال پہلے اس کے باپ اور ماں نے سیلاب کا

مقابلہ کس طرح کیا تھا۔ دریا کناروں سے چھلک پڑا تھا۔ پانی اپنے ساتھ لکڑی کے چھوٹے بڑے لکڑ' بوسیدہ کاغذ' حیوانی اور انسانی فضلہ اور اس طرح کی دوسری چیزیں لایا تھا۔ یہ سب چیزیں دھان کے کھیتوں میں جمع ہو گئی تھیں۔ دھان کے پودے اس کوڑا کرکٹ تلے جھک گئے تھے۔ اسے یاد تھا کہ اس کا باپ کس طرح کھیتوں میں کھڑا بہہ کر آنے والے تنوں کا رخ موڑ رہا تھا۔ کس طرح اس نے کوڑے کا ایک ایک ذرہ کھیتوں سے نکال باہر کیا تھا۔ جب پانی مزید اونچا ہو گیا تھا تو اس کا باپ ایک قطعہ سے دوسرے تک تیرتا پودے سیدھے کرتا پھر رہا تھا۔ اس کی ماں نے کئی ایک پودوں پر جم جانے والی کائی صاف کی تھی۔ اسی طرح پتوں اور تنوں پر جم جانے والی مٹی بھی اس کی ماں نے ہی صاف کی تھی۔

ثنا کو یہ سب کچھ اچھی طرح یاد تھا لیکن تب اسے ذرا سا بھی اضطراب نہیں تھا۔ آخر اس کے باپ کا نام لہوما تھا۔ لہوما جس کی فصل ہر طرح کے دشمن کے لیے ممنوع تھی۔ خود جیہا بھی کم حوصلہ نہیں تھی ثنا نے گھر کے اندر بنے بندی خانے پر نظر ڈالی۔ ثنا نے اپنی ماں کی ٹانگیں دیکھیں اور پھر تقابلی نظر سے ان بلیوں کا جائزہ لیا جنہیں باہم باندھ کر یہ پنجرہ بنایا گیا تھا۔ اس کی ماں کی ڈگمگاتی قوت صفر ہو چکی تھی۔ جیہا تو یقیناً سیلاب سے نہیں لڑ پائے گی اور سیلاب کو آنا تھا۔ جنوبی افق اور بھی تاریک ہو گیا تھا۔ سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو لوٹ چکے تھے اور ثنا ابھی تک کھڑی ٹکٹکی باندھے آسمانوں کو دیکھے جا رہی تھی' لگتا تھا جیسے سیاہ بادل اسے دیکھ رہے ہوں۔ اس کے سر پر برسنے کو تیار کھڑے بادل۔

☆☆☆☆☆

MashalBooks.org

باب 13

دن بھر نمناک ہوا چلتی رہی۔ کبھی کبھار سورج جھانکتا۔ پانی سے لدے کالے بادل لمبے جلوسوں کی شکل میں گزر رہے تھے لیکن جیہا کے گھر کا موسم بالکل اور طرح کا تھا۔ جیہا موسم کی طرح بوجھل اور ساکن نہیں تھی۔ جونہی اس کی آنکھ کھلی اس نے جنگلہ ہلایا اور تادیر ہلاتی رہی۔ اس نے ستونوں اور دیوارں کو ٹھوکریں ماریں۔ وہ پوری آواز سے چلاتی رہی لیکن اس کی سات بچیوں میں سے کوئی اسے باہر نکالنے کو آگے نہ بڑھی۔ سیلاب آ رہا تھا اگر انہوں نے جیہا کو کھیتوں میں جانے دیا تو وہ یقیناً ڈوب جائے گی۔ موجوں میں بہہ کر آنے والے تنے اس سے ٹکرائیں گے اور وہ ہوا میں اچھلتی چلی جائے گی۔

سہ پہر کو بونداباندی کا آغاز ہوا۔ شروع میں باریک پھوار پڑتی رہی۔ پھر دھندلکا چھانے لگا تو قطرے موٹے ہو گئے۔ قطرے پہلے اکا دکا تھے۔ نماز مغرب کے وقت تک زمین خاصی گیلی ہو چکی تھی۔ بارش بوچھاڑ کی شکل اختیار کر گئی۔ اس کی دہاڑ میں ہر دوسری آواز دب گئی۔ حتیٰ کہ جیہا کی چیخیں بھی مدہم ہونے لگیں۔ اسے پنجرے کی بلیاں ہلاتے صرف دیکھا جا سکتا تھا۔ غصے کی شدت سے اس کا چہرہ بگڑ گیا تھا۔

”ہمارے چاول، ہمارے چاول“ بارش کے شور میں ملی جلی اس کی چیخیں سنائی دیتیں۔

”چاول تباہ ہو جائیں گے! چاول تباہ ہو جائیں گے! مجھے باہر آنے دو، باہر آنے دو!“

رات بہت تاریک تھی۔ بارش اور بھی تیز ہو گئی تھی۔ جیہا بھی پنجرے میں اپنی کوشش جاری رکھے ہوئے تھی۔ اس کے ذہن میں ایک بار پھر لہوما کا تصور آ گیا تھا۔ بارش دھان کے لہلہاتے سبز پودوں کو برباد کر دے گی۔

''لہوما!'' وہ چلائی۔

ثنا اور ملہا نے اپنے باپ کے نام کی یہ پکار سنی۔

''تم سیلاب کا کچھ نہیں کر رہی ہو!''

جیہا کے ذہن سے آواز ابھری۔ اس کی کوشش اور بھی مجنونانہ ہوگئی۔'

''یہ میرا قصور ہے۔''

''سیلاب آ گیا ہے۔ سیلاب آ گیا ہے۔ تم سیلاب کا کچھ نہیں کر رہی ہو۔''

آواز دوبارہ آئی۔

''نہیں! نہیں!''

جیہا نے جدوجہد جاری رکھی۔

''نہیں! نہیں!''

اس نے لہوما کو واضح طور پر دیکھا تھا۔ اس کا پیٹ بہت پھولا ہوا تھا۔ بڑے عوامی ڈھول سے بھی بڑا۔ اس نے اپنے سامنے پھیلے کھیتوں پر نظر ڈالی۔ غضبناک سیلاب ان کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جیہا نے ایک بار پھر ان بلیوں کو دیکھا جو اسے قیدی بنائے ہوئے تھیں۔ دھان کو لازماً بچانا ہے۔ کھیتوں پر بڑے بڑے تنے گریں گے اور پودوں کو کچل کر کیچڑ میں ملا دیں گے۔ کھیتوں میں نئی پھوٹتی کونپلوں تک کوڑا کرکٹ بھر جائے گا۔ کائی ان کی جڑوں کے گرد جم جائے گی اور پودے سوکھ جائیں گے۔ لیکن رات کے سناٹے اور موسلادھار برستی بارش میں وہ اپنی ماں کو باہر نہیں جانے دے گی۔ اس کی ماں سیدھی کھیتوں میں جا کودے گی اور ڈوب جائے گی۔ چنانچہ وہ ماں کو پنجرے میں بند ریچھ کی طرح ٹہلتے دیکھتی رہی۔ جیہا کی طاقت جواب دینے لگی۔ اس کی ٹھوکروں میں پہلے کا سا زور نہیں رہا تھا البتہ وہ پنجرے کو بری طرح ہلا رہی تھی۔ اس کا گلا بیٹھ چلا تھا اور چیخیں گھگھیانے لگی تھیں۔ وہ کمزور سے کمزور ہوتی جا رہی تھی۔ وہ ایک بار پھر پنجرے کے کونے میں ڈھیر ہوگئی۔

باہر بارش پورے زور و شور سے ہو رہی تھی۔ چمک گرج زوروں پر تھی۔ ثنا نے باورچی خانے کی کھڑکی کھولی تا کہ دھان کے کھیتوں پر ایک نگاہ ڈال سکے لیکن اس کی نگاہ

MashalBooks.org

اندھیرا چیرنے میں ناکام رہی۔ بوچھاڑ اندر آئی اور اس نے کھڑکی بند کر دی۔ بھیگتی رات گزرتی رہی۔

آدھی رات کے وقت ثنا کی آنکھ کھلی۔ اس نے اٹھ کر ماں کے پنجرے کا رخ کیا۔ جیھا ابھی تک ایک کونے میں بے حس وحرکت ڈھیر سی پڑی تھی۔ اس کی دائیں ٹانگ بائیں پر رکھی تھی۔ باہر بارش میں کمی کے کوئی آثار نہیں تھے۔ اس کی آواز کان بہرے کیئے دیتی تھی۔ مینڈکوں کی ٹراہٹ اور تیتروں کی آواز بارش نے دبا دی تھی۔ ثنا نے ایک بار پھر کھڑکی کھولنے کی کوشش کی لیکن بارش نے اسے پھر بند کرنے پر مجبور کر دیا۔ ثنا نے سوچا کہ دھان کے کھیتوں کے گرد کھدی خندق کے بھرنے پر پانی بہنے لگا ہوگا۔ اوپر ندی سے بھی پانی بہہ کر خندق میں گرنے لگا ہوگا۔ پھر کھیتوں میں بہنے لگے گا حتیٰ کہ بنگل دراپ گاؤں کے سارے کھیت سیلاب میں ڈوب جائیں گے۔ ثنا نے ذہن میں تصویر بنانے کی کوشش کی۔ ندی سے آتا مٹیالا پانی اپنے ساتھ لکڑی کے تنے بہا لائے گا۔ بہت بڑے بڑے تنے' تنے' کوڑا کرکٹ' اکھڑی شاخیں' خشک ٹہنیاں' خشک پتے' اوپر ندی کنارے چینیوں کی دکانوں میں قطار در قطار جڑے ڈبے' گلی سڑی شرابور کاغذ کی ردی' گائے کا گوبر' بھینس کا گوبر' بکری کی مینگنیاں' انسانی فضلہ اور نہ جانے کیا کیا۔ اس مٹیالے پانی میں بہا چلا آئے گا اور بزرگوں کا یہ سارا خزانہ کوڑے کے بوجھ تلے دب جائے گیا سڑے کاغذ کے ٹکڑے پودوں کے تنوں اور پتوں سے چمٹ جائیں گے۔ دلدلوں سے کائی اور دریاؤں سے مٹی پتوں پر لیپ کر دے گی۔

لیکن جو کچھ ہوا ثنا اس کا درست اندازہ نہ لگا سکی۔ رات واقعی بہت تاریک تھی۔ وہ اندازہ نہیں کر سکی کہ خندق نے پانی سنبھال لیا یا اس کے کناروں پر سے باہر بہنے لگا لیکن موسلادھار بارش کی آواز سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ اگلے روز تک کھیت سمندروں میں بدل چکے ہوں گے۔ پانی کے اترنے پر کھیتوں میں سے کوڑا کرکٹ نکال کر پودوں کو سیدھا کھڑا کرنا ہوگا۔ پودوں سے چمٹی مٹی کو فوراً اتارنا ہوگا۔ اس لئے کہ سٹے نکلنے اور ان کے پھلنے کا موسم سر پر تھا۔

ثنا نے ایک بار پھر سر گھما کر پنجرے میں پڑی اپنی ماں کو دیکھا۔ اسے اچھی طرح یاد

تھا کہ ابھی ایک سال پہلے ہی اس کا باپ کس طرح نیچے کھیتوں پر جانے کو تیار ہوا تھا۔ اسے یہ بھی یاد تھا کہ اس کی ماں جیہا نے اس کے باپ کے شانہ بشانہ کس طرح سیلاب کا مقابلہ کیا تھا۔ اس بار اس کی ماں کو اکیلے سیلاب اور اس کے لائے درختوں کے تنوں اور کوڑے کرکٹ کا سامنا کرنا ہوگا۔ ثنا نے اپنی بہن ملہا پر نظر ڈالی۔ پھر زینب پر جو پیٹ کے بل سو رہی تھی۔ سیمک پر جس کا سارنگ اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا۔ پھر ملہا، لیبار اور کیہا کو دیکھا۔ اگر ان بچیوں کو کھیتوں میں جانا پڑا کہ پودوں کو کوڑے میں دبنے سے بچائیں تو تیز موجیں انہیں گرا دیں گی۔ ثنا نے ملہا اور زینب کو دیکھا۔ کم از کم یہ دونوں اور وہ خود تو پانی میں اپنا آپ سنبھال ہی لیں گی۔ پانی کی موجوں میں ان کے قدم تو نہیں اکھڑ سکیں گی۔ ثنا نے ملہا کو جگایا۔ ملہا نے آنکھیں ملیں۔ باہر ابھی تک چھاجوں مینہ برس رہا تھا۔ ثنا نے اپنی تیزی سے بڑی ہوتی بہن کو دیکھا مگر خاموش رہی۔ ملہا کو بغیر بتائے ہر چیز کی خبر تھی۔ ملہا کو بھی پچھلے سال کا سیلاب یاد تھا۔ ان کا باپ لہوما بھی اس وقت بیدار ہو گیا تھا۔ دن چڑھتے ہی وہ نیچے کھیتوں کو اتر گیا تھا۔ ملہا بھی جانتی تھی کہ رات بھر کی بارش کے بعد بنگل دراپ کے کھیتوں میں سیلاب آ گیا ہو گیا۔ ان کی ماں جیہا بھی تب بانس کی چھڑی لئے نیچے گئی تھی تا کہ دھان کے پودوں سے چمٹا کوڑا کرکٹ جھاڑ سکے۔ دن چڑھنے کو تھا۔ ملہا اٹھ بیٹھی اور منہ دھونے باورچی خانے میں چلی گئی۔

ثنا اپنی بہن کو باورچی خانے میں جاتے دیکھتی رہی۔ اسے ملہا پر ہمیشہ اعتماد رہا تھا وہ تقریباً اس جتنی بڑی تھی اور پھر وہ بھی پانی سے بھرے کھیت میں چلنے اور تا جک چلانے کی عادی ہو گئی تھی۔ سیلاب اتنی آسانی سے اس کے قدم نہیں اکھاڑ سکے گا۔ ملہا شمالی قطعے میں با آسانی کام کر سکتی تھی۔ پانی کا بہاؤ وہاں یقیناً اتنا تیز نہیں ہوگا۔ کوڑے کو ایک طرف لگانا ہو گا تا کہ پانی اسے بہا تا خندق میں لے جائے۔ ثنا کو اپنی بہن ملہا پر اعتماد تھا کہ وہ پانی کا مقابلہ کرے گی۔

ثنا زینب کی طرف مڑی۔ اس کے بغیر وہ دونوں تو چودہ ریلانگ رقبے سے کوڑا نہیں ہٹا سکیں گی۔ ان کا باپ سارے رقبے کا بندوبست کر لیتا تھا۔ ان کی ماں بھی یہ کام کر سکتی تھی لیکن ثنا کو خدشہ تھا کہ وہ اور ملہا دونوں دھان کو کوڑے تلے دب جانے سے بچانے کی

اہل نہیں۔ اس نے زینب کو اٹھایا۔ دن چڑھنے کو تھا زینب جاگ اٹھی۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا۔ اس خالی چہرے پر چھوٹی چھوٹی دو آنکھیں روشن تھیں۔ اس نے آنکھیں ملیں۔ باہر ابھی تک بارش بے رحمی سے جاری تھی۔ زمین مکمل طور پر پانی میں ڈوب کر تر ہو چکی تھی۔ پہاڑیوں میں سینکڑوں نالے بہہ رہے ہوں گے جن میں تیزی سے بہا پانی نچلی طرف موجود پانیوں میں مل رہا ہوگا۔ سب پانی بڑے نالے میں اکٹھا ہو رہا ہو گا۔ اس میں سے باہر بہہ کر نکلنے والا پانی کھیتوں میں چلا گیا ہوگا۔ زینب نے اپنی بڑی بہن کے چہرے پر دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں کوئی سوال تھا اور نہ ہی آنسو۔ وہ باہر سے آنے والا غضبناک بارش کا شور سن رہی تھی۔ اسے دھان کی فصل کو ڈبو دینے والے سیلاب کا خیال آیا۔ اسے پچھلے سیلاب بھولے نہیں تھے اگرچہ اس کے ذہن میں واقعات اتنے واضح نہیں تھے۔ اس کا باپ لہوما اور ماں جیھا اکثر خوفناک سیلابوں کا ذکر کیا کرتے تھے۔ کبھی کبھار وہ بھی ان کی باتوں پر کان دھرا کرتی تھی۔ سیلاب کے حوالے سے اس کی اپنی دھندلی سی یادیں تھیں۔ سیلاب کے دنوں میں بہت سے لوگ نیچے دھان کے کھیتوں میں جایا کرتے تھے۔ وہ کھیتوں میں جمع ہو جانے والا کوڑا ہٹایا کرتے تھے۔ پچھلے سال اس کا باپ سارا دن کھیتوں پر پانی میں کام کرتا رہا تھا۔ جب وہ پانی سے باہر آیا تو زینب نے دیکھا کہ اس کے سارے جسم میں تھرتھری تھی۔ ٹھنڈک سے اس کے ہونٹ اور باقی جسم سکڑ گیا تھا۔ اس کی ماں کے بالوں میں گیلی مٹی کی روڑیاں تھیں۔ زینب نے ثنا کی طرف دیکھا۔ ثنا نے سر ہلایا اور نہ ہی منہ سے کوئی لفظ نکالا۔ وہ بس زینب کو دیکھتی رہی۔

وہ تنوں اور کوڑے کی ایک ہزار ایک قسموں کو سامنے رکھ کر زینب کی جسمانی قوت کا جائزہ لے رہی تھی۔ وہ موجوں میں بہہ کر آنے والی شاخوں اور چھڑیوں کو سامنے رکھ کر اس کے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں اور بازوؤں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی قوت کا جائزہ لے رہی تھی لیکن اگر کھیتوں سے کوڑا نکالنے کو مناسب تعداد میں ہاتھ دستیاب نہیں ہوئے تو دھان کے پودے جھک کر ٹوٹ جائیں گے۔ ثنا بخوبی جانتی تھی کہ چاول انہیں کھیتوں میں سے آتا ہے اور چاول ان کے خاندان کی بقا کیلئے لازم ہے۔ ان کا باپ لہوما ہر روز چاول کی بات کرتا تھا۔ اس کی ماں تو اب بھی چاولوں کی بات کئے جا رہی تھی۔ دھان کی

MashalBooks.org

حفاظت تو بہرحال کرنا ہی ہوگی۔ اپنی جان کی قیمت پر حفاظت کرنا ہوگی۔ دھان کے دشمنوں سے لڑنا ہوگا۔ چاہے وہ کیکڑے ہوں' پرندے یا سیلاب اگرچہ باپ فوت اور ماں پاگل ہو چکی ہے اور چھوٹی بہنوں کے بازو بہت نازک ہیں' فصل کی حفاظت بہرحال ہو گی۔ انہی خیالوں میں اس نے زینب کو اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ زینب مینڈھ پر کھڑی ہوسکتی تھی۔ وہ ایک ڈیپا لمبے بانس سے کوڑا اور گری پڑی ٹہنیاں کھیت سے کھینچ کر ایک طرف کرسکتی تھی۔ ثنا کو یقین تھا زینب یہ کام تو بہرحال کر لے گی۔ اس نے زینب کی طرف دیکھا وہ ابھی تک ٹٹولنے والی آنکھوں سے اس کا منہ تک رہی تھی۔

دن چڑھ آیا۔ بارش اب بھی ہو رہی تھی۔ بارش کی شدت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ رات بھر بارش اسی شدت سے ہوتی رہی تھی۔ صرف اتنا تھا کہ اب ثنا 'ملہا اور زینب آسمان سے گرتا پانی دیکھ سکتی تھیں۔ پانی کی چادر نے پہاڑیوں اور کھیتوں کا نظارہ ان کی آنکھوں سے اوجھل کر دیا تھا۔ انہیں سوائے پانی کے اور کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔ پانی ہی پانی۔ بارش برستی رہی لیکن صبح ہونے پر رات بھر ہونے والی بارش کی آواز میں ایک اور چیز کا اضافہ ہوگیا۔ جیہا جاگ اٹھی تھی۔ اس نے دن چڑھنے کا آغاز ٹھوکریں لگانے' چلانے کی کوشش میں بیٹھے گلے سے گھگھیانے اور چھلانگیں لگانے سے کیا تھا۔

''میرے چاول! میرے چاول!'' وہ چیخی۔

اس نے اپنے پنجرے کی سلاخوں سے باہر جھانکا تو طیش میں اس کی آنکھیں ابل پڑیں۔ ''سیلاب! سیلاب!'' وہ چیخی۔

ثنا اور دوسری لڑکیاں سن ہوگئیں۔ سیمک' لیہا' لیبار اور کیہا بھی جیہا کی چیخوں سے جاگ اٹھی تھیں۔ ان کی آنکھیں پرُ وحشت ہوگئیں۔ وہ دروازے کو لپکیں۔ باہر ابھی تک بارش ہو رہی تھی۔

''ثنا!'' جیہا نے آواز دی۔

ثنا جا کر جنگلے سے ایک ڈیپا کے فاصلے پر کھڑی ہوگئی۔

''لہوما کہاں ہے؟''

ثنا نے سر جھکا لیا۔ جیہا ابھی تک حواس میں نہیں آئی تھی۔

MashalBooks.org

''تمہارا باپ لہوما کدھر ہے؟''

''اس پنجرے کو کھول دو'' وہ چلائی۔

ثنا صرف اسے دیکھتی رہی۔ وہ اکرینناک کی گانٹھ کھول سکتی تھی۔ پھر اس کی ماں کھیتوں کو چلی جاتی لیکن موجوں کو اسے نگلتے دیر نہ لگتی۔

''تمہارا باپ لہوما کہاں ہے؟''

ثنا نے پلٹ کر اپنی چھوٹی بہنوں کو دیکھا۔ سب پنجرے کے نزدیک کھڑی تھیں۔ جیہا شدید غصے میں بڑبڑائی۔ اس نے پنجرے کی لکڑیوں پر ٹھوکریں لگائیں۔ ان کے ساتھ کھینچا تانی کی لیکن اکرینناک اپنی جگہ قائم رہی۔

''یہ دروازہ کھول دو' دروازہ کھول دو۔ ہمارے دھان کے پودے تنوں تلے کچلے جائیں گے۔ ہماری فصل تباہ ہو جائے گی۔ کھول دو۔ اسے کھول دو۔ تمہارا باپ کہاں ہے؟ لہوما کہاں ہے؟''

''تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے ماں!'' ثنا نے نرمی سے جواب دیا۔

''ثنا!''

''تم ٹھیک نہیں ہو ماں!''

''ہمارے کھیتوں میں سیلاب آ چکا ہے اور تم کہتی ہو میں ٹھیک نہیں ہوں؟''

ثنا ہٹ گئی۔ اس نے دروازہ نہیں کھولا۔ جیہا باہر نکلنے کو اچھلتی کودتی رہی۔ اس کی آنکھیں دہک رہی تھیں۔

''ملہا پنجرہ کھول دو۔'' جیہا چلائی۔

ملہا کمرے سے چلی گئی۔

''سیمک' زینب' لیہا' لیباز' کیہا''

بچیوں کو ایک کے بعد دوسری کی طرف دیکھا گویا پنجرے میں بند انسان ان کی ماں نہیں تھی۔ جیہا پنجرہ ہلاتی رہی۔ اسے بہرحال کھیتوں میں جانا ہے۔ اسے لہوما نے جانے کو کہا تھا۔ اس نے عرصے پہلے لہوما سے وعدہ کیا تھا۔ سب کچھ جیہا کو دھندلا دھندلا یاد تھا اور اس لمحے وہ یہ سب سکون سے سوچ سکتی تھی۔ اس نے باہر دیکھا۔ ابھی تک تیز

MashalBooks.org

بارش ہو رہی تھی۔ آسمانوں سے گرتی آبشار نے کھیتوں اور بنگل دراپ گاؤں کو گھیرے پہاڑیاں نظروں سے اوجھل کر دی تھیں۔ جیہا کو اپنے کھیت سیلاب کے پانی اور اس کے لائے تنوں' شاخوں اور ٹہنیوں سے بچانا تھا۔ ورنہ لہوما دوبارہ چڑھ دوڑے گا۔ یہ سب لہوما نے کبھی نہیں ہونے دیا تھا۔ ان سارے سالوں میں لہوما نے کبھی اپنے کھیتوں پر سیلاب کی مرضی نہیں چلنے دی تھی۔ اب وہ کیسے اپنے خاوند پر حرف آنے دے۔ دھان کو بڑھنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہئے۔ جیہا نے باہر برستی بارش دیکھی۔ دریا اور ندی نالے اپنے کناروں سے باہر بہہ نکلے تھے۔ پانی دھان کے کھیتوں میں بھی گھس گیا ہوگا۔ یقیناً گاؤں کے لوگ اپنے کھیتوں میں بہہ کر آنے والے تنوں کا رخ موڑ رہے ہوں گے۔ڈوک پنگھولو اور اس کی بیوی بچے بھی باہر بارش میں ہوں گے۔علی کیتوپی اور اس کی بیوی بھی بہتی چیزوں کو اپنے کھیتوں میں داخل ہونے سے روک رہے ہوں گے۔ اوپر ندی میں سے بہہ کر آنے والا پانی اپنے ساتھ ہر طرح کا کوڑا کرکٹ لائے گا۔ اس بھاری اور گندے کوڑے کو روکا نہ گیا تو پودے اکھڑ جائیں گے۔لہوما نے کبھی کوڑے کو اپنے کھیتوں میں بیٹھنے نہیں دیا تھا۔ وہ تنوں اور چھوٹی بڑی شاخوں کا رخ ہمیشہ نکاس کی نالی کی طرف موڑ دیتا تھا پھر نکاسی کے نالے سے دھکیلتا چلا جاتا حتیٰ کہ وہ دہانے کی طرف بہنے لگتے۔ ان ابھرتی فصلوں کو صاف رکھنا بہت ضروری ہے۔ جیہا برستی بارش دیکھتی رہی۔ سخت ترین بارش بھی لہوما کو کھیتوں سے دور نہیں رکھ سکتی تھی۔ سیلاب ہفتہ رہتا یا دس دن لہوما اس دوران کھیتوں پر چوکس کھڑا موجوں میں بہہ کر آنے والے کوڑے کا منتظر رہتا کہ اسے دھکیل کر اپنے کھیتوں سے نکال دے۔

مجنونانہ خیالات نے ایک بار پھر جیہا کا سکون توڑ دیا۔اس نے دونوں ہاتھوں سے پنجرے کی بلیاں پکڑ کر جھنجوڑنا شروع کر دیں۔ اس نے دوبارہ دیوار کو ٹھوکریں مارنا شروع کر دیں۔

''ثنا! ثنا! ثنا!'' اس نے پھر پکارا۔

ثنا گھر میں نہیں تھی۔

''ملہا! ملہا!''

MashalBooks.org

ملہا بھی اب گھر میں نہیں تھی۔

''زینب! زینب!'' اس نے پورا زور لگا کر پکارا۔

وہ تینوں باہر نکل گئی تھیں۔ صرف ان کی چھوٹی بہنیں گھر پر رہ گئی تھیں۔ جیہا نے باہر جھانکا' بارش اسی طرح ہو رہی تھی' دہشت انگیز شور کے ساتھ آسمانوں پر سے گر رہی تھی۔ جنگل دراپ کے اردگرد کی پہاڑیاں نظر نہیں آرہی تھیں۔ لگتا تھا اپنی جگہ سے ہٹا دی گئی ہیں۔ کھیت تو نظر ہی نہیں آرہے تھے۔ ڈرین سے بہتے پانی کی آواز ہلکی ہلکی سنی جا سکتی تھی۔ اوپر سے بہہ کر آنے والا پانی سمندر کی طرف دوڑ رہا تھا لیکن گاہے گاہے دریا کے کناروں پر سے پانی اور اس میں راستے سے مل جانے والا کوڑا اچھل کر کھیتوں کا رخ کر لیتا۔

ثنا بارش میں نکلی تو اس کے پیچھے پیچھے ملہا اور زینب بھی نکل آئیں۔ پہلے کچھ لمحے انہیں ٹھنڈک کا احساس ہوا لیکن دروازے تک پہنچتے پہنچتے وہ اس کی عادی ہو چکی تھیں۔ تینوں کے ہاتھوں میں بانس کے ڈنڈے تھے۔ اپنی کلائی جتنا لمبا ڈنڈا سنبھالے ثنا نے سیدھے ایک اونچی دیوار پر موجود درخت کے ٹھنٹھ کا رخ کیا۔ ملہا اور زینب کے پاس موجود ڈنڈے چھ چھ پور لمبے تھے۔ نکاس نالے کے پانی میں بھنور پڑ رہے تھے اور نالہ کناروں سے باہر آچکا تھا۔ پانی کی تیز موجوں میں کوڑا' ایریکانٹ کے پھولوں کے گرد کی جھلیاں اور پام کے پودے بہتے چلے آرہے تھے۔ مغرب میں دریا کے پانی کی آواز آوارہ بادلوں کی کڑک کی سی تھی۔ پانی کے زور سے بانس کے پودے دائیں بائیں بہتے اور جھک جھک کر سیدھے ہو رہے تھے۔ بندوں کے ٹوٹنے سے پانی کا مٹیالا پانی اور بھی بڑھ گیا تھا۔ دریا کے چھلکنے سے کھیتوں پر پانی کی یلغار ہو رہی تھی جہاں لڑکیاں کھڑی تھیں وسط کا کھیت نظر آتا تھا۔ دھان کے پودے ابھی تک انگل انگل دو دو انگل پانی سے باہر تھے۔ زیادہ دیر نہیں پودے پوری طرح پانی میں ڈوب جائیں گے۔

ثنا' ملہا اور زینب پانی سے ڈھکی پگڈنڈی کی طرف بڑھیں۔ پانی ابھی سے زینب کی کمر تک آ گیا تھا۔ پانی میں چلتی وہ کھیتوں کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ ایریکانٹ کے پھولوں کے پانی میں تیرتے غلافوں کو ہاتھ سے ہٹاتی وہ آگے جا رہی تھیں۔ ٹوٹتے تنے'

گرے ہوئے درختوں کی شاخیں، مردہ گھاس پھونس، بوسیدہ ردی کاغذ، خالی ڈبے اور ہر طرح کی گندگی انہیں ہاتھوں سے ہٹانا پڑتی تاکہ پانی کی تیز ہوتی موجیں انہیں بہا لے جائیں۔ زینب اپنی بڑی بہنوں کے ساتھ پانی میں چلتی جا رہی تھی۔

جب وہ کھیتوں تک پہنچیں تو اونچے ہوتے ہوئے پانی نے پودوں کو ڈھانپ دیا تھا۔ بہت چھوٹی نرم کونپلیں البتہ کہیں کہیں پانی کی سطح پر لرزتی نظر آ جاتیں لیکن زیادہ تر پتے پانی میں آنے والے کاٹھ کباڑ کے بوجھ سے جھک چکے تھے۔ ثنا اپنے ڈنڈے سے کوڑا دھکیلتی ایک سے دوسرے کونے تک چلی جاتی جہاں وہ کچھ اور کوڑے سے مل جاتا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ دھکیلتی کوڑے کو مینڈھ تک لے آتی۔ ملہا نے کام کا آغاز بازو جتنے موٹے ایک تنے کو ہٹانے سے کیا جس نے مینڈھ کے ساتھ دھان کے تقریباً دس پودے برباد کر دیئے تھے۔ اس نے تنے کو اٹھا کر ایک طرف کیا تو وہ موج پر سوار دوبارہ لیٹ جانے کیلئے جگہ کی تلاش میں روانہ ہو گیا لیکن پانی اور اونچا ہو چکا تھا۔ تنا پانی کی سطح پر تیرتے کوڑے کے نیچے گھومنے چکرانے لگا۔

مشرقی افق قدرے روشن ہونے لگا تھا۔ خدا کے آسمانوں سے برستی بارش کے موٹے پردے میں سے سورج کی شعاعیں جھانکنے لگی تھیں۔ بالائی علاقے میں بارش قدرے کم ہو گئی تھی۔ ثنا نے تبدیلی محسوس کی لیکن سیلاب ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹا تھا بلکہ ہر موج کے ساتھ اس میں اضافہ ہو رہا تھا۔ بارش ہو رہی تھی اگرچہ اس میں صبح اور اس سے پہلے والی شدت نہیں رہی تھی۔ وسطی قطعے میں کھڑی زینب اپنے ڈنڈے سے اِدھر اُدھر ٹٹول رہی تھی۔ وہ مینڈھ پر سے کوڑا پرے ہٹا رہی تھی۔ ثنا کھیت کے بیچوں بیچ چلی گئی اور پودوں سے الجھی شاخیں چھڑانے لگی۔ بارش کی شدت میں اور کمی ہو گئی۔ اب بارش بوندا باندی میں ڈھلنے لگی تھی۔ آہستہ آہستہ بنگل دراپ کے گرد کی پہاڑیاں نظر آنے لگیں۔ لمبے میر باؤ درختوں کی چوٹیاں بھی نظر آنے لگیں۔ ثنا نے مڑ کر اپنے گھر کی طرف دیکھا۔ قدرے کوشش سے وہ اپنا مکان دیکھ سکتی تھی آہستہ آہستہ بنگل دراپ گاؤں کے سارے کھیت دھند سے نکل آئے اور جگہ جگہ ڈنڈے اور لاٹھیاں تھامے لوگ کام کرتے دکھائی دینے لگے۔ ہر کسی کی کوشش تھی کہ اس کا کھیت کوڑے کرکٹ سے

MashalBooks.org

صاف ہو جائے۔

جیہا ابھی تک اپنے پنجرے میں تھی' چھوٹی بچیاں ابھی تک پنجرے کے گرد جمع اس کا چہرہ تکے جا رہی تھیں لیکن ان میں سے کسی نے پنجرے کو چھوا تک نہیں جیسے انہیں سیلاب میں جیہا کو آزاد کر دینے میں خطرے کا واقعی پتہ ہو۔ جیہا کی حالت غصے سے تشنجی ہو رہی تھی۔ اسے اب پنجرے کی سلاخوں سے دھان کے کھیت نظر آ رہے تھے۔ اسے پانی کی پھیلی سفید چادر نظر آ رہی تھی اور ساتھ ساتھ وہ پانی میں کھڑی کام کرتی اپنی تینوں بیٹیوں کو بھی شناخت کر سکتی تھی۔ اسے افق کے پس منظر میں ان کی پانی سے نکلتی چھڑیاں نظر آتیں اور وہ پنجرے کی بلیوں کو ٹھوکریں مارنے لگتی۔

''تنے کو باہر دھکیلو' اس نے چلا کر ثنا کو ہدایت کی جسے وہ اس فاصلے سے بمشکل شناخت کر سکتی تھی۔ اس کی آواز ایک بار بھی اس کی بیٹیوں کے کانوں تک نہیں پہنچی لیکن وہ متواتر چلاتی رہی جیسے لڑکیوں کو کھیتوں سے کوڑے اور تنوں کی صفائی کے متعلق ہدایات دے رہی ہو جو اس کی فصل کو تباہ کیئے دیتے تھے۔ پچھلے برس کے سیلاب میں کام کے دوران لہوما نے اسے اسی طرح ہدایات دی تھیں۔ ایک قطعہ کی طرف شاخوں کو بہتا آتے دیکھ کر اس کے خاوند نے اسی طرح کے درشت لہجے میں ہدایات دی تھیں۔ جیہا نے وہ شاخیں اپنے جسم پر روک کر ان کا رخ بدلا تھا۔ شاخیں ایک طرف ہو کر دوسرے کوڑے کرکٹ کے ساتھ سمندر کو نکل گئی تھیں۔

''ساری کائی صاف کر دو' پنجرے کی بلیوں پر اپنی گرفت سخت کرتے ہوئے جیہا چلائی۔

''اس نے تنے کو دھکیلا۔ کوڑے کو جڑوں کے اردگرد سے صاف کرو۔ دھکیلو! دھکیلو!''

جیہا کھڑی لرزتی رہی۔ باہر بارش بہت حد تک کم ہو گئی تھی لیکن سیلاب میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ اوپر چھلکتی ندی میں سے پانی متواتر گر رہا تھا۔ گرتے پانی میں شیر سے ڈر جانے والے گلے سے بچھڑے آوارہ گینڈے کی سی چنگھاڑ تھی۔ ثنا' ملہا اور زینب کھیتوں پر کوڑا کرکٹ اور گری پڑی شاخوں کا رخ بدلنے میں مصروف تھیں۔

سورج مغرب کی طرف جھکنے لگا تو بارش بند ہو گئی۔ آسمان صاف اور چمکدار ہو گیا۔

جیہا کے گھر سے پہاڑیاں اور میر باؤ کے درخت نظر آنے لگے۔ جیہا ابھی تک پنجرے میں تھی۔ اس نے دور کھیتوں کو دیکھا جہاں اس کی تین بیٹیاں کام کر رہی تھیں۔ کھیتوں کے گرد کھدی خندق میں سے پانی ابھی تک باہر بہہ رہا تھا۔ جیہا دور سے اپنی تینوں بیٹیوں کو کھیتوں سے کوڑا صاف کرتے دیکھ رہی تھی۔ ثنا کو قدرے تسلی تھی کہ بھاری بارش رک گئی ہے۔ سہ پہر تک سیلابی پانی پیچھے ہٹ جائے گا۔ انہیں دن کی روشنی میں ہی کھیتوں سے کوڑا کرکٹ صاف کرنا تھا۔ رفتہ رفتہ پانی کی سطح پر مزید شاخیں ابھریں۔ پانی پیچھے ہٹ رہا ہے۔ جب ثنا اپنی بہنوں کے ہمراہ گھر واپس چلی تو کھیتوں میں پانی گھٹنوں گھٹنوں تھا۔ جلد ہی پانی ٹخنوں ٹخنوں رہ جائے گا۔

اس سہ پہر موسم خوشگوار تھا۔ پانی میں ڈوب جانے والی پگڈنڈیاں دوبارہ نکل آئی تھیں۔ ثنا اور اس کی چھ بہنیں جیہا کو پنجرے میں اکیلے چھوڑ کر کھیتوں میں چلی آئیں۔ کھیت میں پودے جھک گئے تھے۔ کھیتوں میں ہر جگہ شاخیں، ٹہنیاں، ردی کاغذ، ناریل کی چھال، سوگو پام کے پتے، ٹین کے زنگ آلود ڈبے اور اسی طرح کی دوسری چیزیں بکھری پڑی تھیں۔ انہوں نے کچرا اکٹھا کر کے اسے مینڈھوں پر ڈھیر کرنا شروع کر دیا۔ انہوں نے پودوں کی جڑوں میں انگلیاں پھیر کر کائی چھڑانا شروع کر دی۔ اس کے بعد پودے سیدھے کھڑے کرنا شروع کیے۔ قطعہ در قطعہ انہوں نے کوڑا نکال کر مینڈھوں پر ڈھیر کرنا شروع کر دیا۔

اس رات پھر بارش ہوئی۔ گزشتہ رات کا ساز ور شور تھا۔ اگلے روز آنے والا سیلاب پہلے سے بھی زیادہ زور دار تھا۔ ثنا بڑی بچیوں کو ساتھ لے کر گئی۔ اس روز بھی جیہا چیختی رہی کہ اسے باہر آنے دیا جائے۔ پودے پہلے سے بھی زیادہ جھک گئے۔ اگلی روز پھر بارش ہوئی۔ پانی آسمانوں سے یوں زمین پر برس رہا تھا گویا بنگل دراپ کی ہر چیز ڈبو دے گا۔ چھ دن اور راتیں پودے پانی میں رہے۔ پودوں کی جڑوں سے چمٹی کائی سے کچھ بو تو پھوٹنے لگی تھی۔ اگر یہ عمل جاری رہا تو ساری فصل برباد جائے گی۔ سیلاب بہت اونچا ہونے پر ثنا بے بس ہو گئی تھی۔ ثنا اور اس کی بہنیں فصل کو پانی میں ڈوبے بس دیکھتی رہیں۔ زیادہ سے زیادہ اتنا ہوتا کہ وہ گھر سے نکل کر کھڑی فصلوں کو دیکھتی رہتیں۔

پنجرے میں بند جیہا دبلی ہوتی جارہی تھی۔ اس کی آواز حلق میں پھنسنے لگی تھی۔ گلا بیٹھ گیا تھا۔ چیخنے پر آواز یوں نکلتی گویا بطخیں اور مرغابیاں بول رہی ہوں۔ دن رات کھڑے رہنے اور جنگلے کے ساتھ متواتر زور آزمائی سے اس کی آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں۔ بال بے تحاشا جھڑ چکے تھے اور چہرہ کی ہڈیا ں نکل آئی تھیں۔ رخساروں اور جبڑوں کی ہڈیاں نمایاں نظر آنے لگی تھیں۔ اس کی چھاتیاں بیشتر اوقات برہنہ رہتیں اور سینہ کی پسلیاں بانس کی کھپچیوں کی سی واضح نظر آتیں۔

''یہ پنجرہ کھول دو'' جیہا نے گھگھیائی آواز میں کہا۔ثنا گھر سے باہر تھی۔ اس نے یہ آواز نہیں سنی لیکن جیہا چلاتی رہی۔ وہ بار بار اپنے مردہ خاوند کو پکارے چلی جا رہی تھی۔ فصل ہر حال میں بچانا تھی۔ ثنا نے ٹوک پنگھولو کے ہاں جانا تھا کہ اب وہ ماں کا کیا کرے لیکن اس سے پہلے فصل کا کچھ کرنا ضروری تھا۔توجہ نہ دینے کی صورت میں فصل تباہ ہو جائے گی۔ کائی اور لکڑی ان پر جمع ہو کر پودے برباد کر دے گی۔

چھ دن اور چھ راتیں سیلاب میں گزریں۔ ساتویں دن آسمان بادلوں سے صاف ہوا۔ رات کو بھی آسمان صاف تھا۔ ثنا بہرحال کھیتوں میں رہ جانے والا کوڑا صاف کرنے لگی۔ اس کا خیال تھا کہ سیلاب دوبارہ نہیں آنے کا۔ بارش دوبارہ نہیں ہونے کی۔ بڑا سیلاب تو سال میں ایک بار ہی آتا ہے۔ پچھلے سالوں میں بھی اس کا باپ بھی پانچ پانچ چھ چھ گھنٹے پانی میں کھڑا رہتا تھا۔ پودے ایک بار سیدھے ہو جائیں گے یا اگرچہ پہلے کے سے نہیں۔ بہت سے پودے تو جڑوں سے اکھڑ گئے تھے۔ پنیری چونکہ بہت بڑی ہو چکی تھی چنانچہ اسے گرے ہوئے پودوں کی جگہ نہیں لگایا جا سکتا تھا۔ تین ماہ کے بعد فصل تیار ہو جائے گی۔ ثنا کو اپنی بہنوں کا خیال آیا جنہیں دھوپ میں فصل کاٹنا پڑے گی۔ اس نے چودہ ریلانگ اراضی پر نگاہ دوڑائی۔ سنہری بالیوں سے پودے لد کر جھک جائیں گے۔ پودوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کے تنے بھی موٹے ہوتے جا رہے تھے۔ جھاڑ کے بعد اناج کوٹھیار میں لے جایا جائے گا۔

ثنا نے اس سے پہلے کبھی یوں نہیں سوچا تھا۔ اس کا باپ لہوما کھیتوں سے دھان گھر منتقل کیا کرتا تھا۔ اس کی ماں جیہا ٹوکریوں میں بھر کر دھان کھیتوں سے گھر کوٹھیار میں

MashalBooks.org

منتقل کیا کرتی تھی۔ لیکن اب ثنا کو یہ ذمہ داری اٹھانا تھی اور وہ اسے قبول کرے گی۔ وہ اپنی چھ بہنوں کے ساتھ ہر ذمہ داری اٹھانے کو پوری طرح تیار تھی۔

اپنے پنجرے میں جیہا اور کمزور ہو گئی تھی۔ کھانے کو جو چاول اسے دیے جاتے اس سے ختم نہ ہوتے۔ کپڑے شاذونادر ہی اس کے تن پر ہوتے لیکن اپنی بھرائی آواز میں وہ اب بھی لہوما اور دھان کے کھیتوں کا ذکر کرتی جیسے اس کے اور اس کے خاوند کے درمیان صرف ایک ہی یعنی دھان کے کھیت کا تعلق باقی بچا ہو۔ لہوما شروع سے ہی دھان کے کھیتوں میں کام کرتا رہا تھا۔ اب ان کی دیکھ بھال نہیں ہو رہی تھی۔ جیہا اپنے خاوند کا کام نہیں کر رہی تھی اسے کسی پل قرار نہیں تھا۔ اسے آنے والے مصائب کا خیال ہر وقت تنگ کرتا۔

دو دن بعد ٹوک پنگھولو کچھ اجنبیوں کو ساتھ لئے آیا۔ جیہا کا علاج بہرحال کیا جانا تھا۔ گاؤں کے لوگوں کے پاس اتنا وقت کہاں کہ وہ اس کے علاج کیلئے آ سکیں۔ وہ اپنے دھان کے کھیتوں میں مصروف تھے۔ انہیں سیلابوں سے نمٹنا تھا۔ کھیتوں میں اگ آنے والی جڑی بوٹیاں نکالنا تھیں۔ یہ سب کام ناگزیر تھے۔ جیہا کو علاج کیلئے دور بھیجا جانا لازمی تھا۔ ٹوک پنگھولو نے ثنا' ملہا اور چھوٹی بچیوں پر سب کچھ واضح کر دیا۔ خود ان کے پاس اب جیہا کی دیکھ بھال کا وقت نہیں تھا۔ جلد ہی چودہ ریلانگ پر پھیلے دھان میں دانہ پڑنے لگے گا۔ جب دانے سنہرے پن کے خاص درجہ کو پہنچیں گے تو ثنا کو تمام دن گھر سے باہر رہنا ہو گا۔ انہیں جیہا کو تمام دن گھر پر اکیلے چھوڑنا ہو گا۔ دانوں کو فصل پر کھڑے کھڑے پوری طرح پکنا نہیں چاہئے اس طرح تو وہ جھڑ کر بکھر جائیں گے۔ ثنا نے سوچا کہ چپاک اس بار پھر بلہ بولیں گے۔ اس برس اس کی بہنوں کی ہتھیلیوں کو فصل کے لمس سے آشنا ہونا ہو گا۔ اسے اور اس کی بہنوں کو اس سال فصل کاٹنا ہو گی۔ جیہا پنجرے میں اکیلی رہ جائے گی وہ اور بھی کمزور ہو جائے گی۔ اس کی پسلیاں اور بھی نمایاں ہو جائیں گی۔ اس کے چہرے کی ویرانی بڑھ جائے گی۔ مناسب دیکھ بھال نہ ہوئی تو جلد ہی جھریاں اور بھی بڑھ جائیں گی۔

سیلاب اترنے کے پانچویں دن جیہا کو لے جایا گیا۔ اسے گھر سے بڑے دریا کے

پار لے جایا گیا۔ ہنگل دراپ کے دیہاتیوں نے ایریکا کے تین بڑے بڑے تنوں سے بننے والے پل پر سے دریا عبور کیا وہ جیہا کو خدا حافظ کہنے گئے۔ جیہا نے یہ سوچ کر کوئی مزاحمت نہ کی کہ اسے لہوما سے ملوانے لے جایا جا رہا ہے۔ ٹوک پنگھولو نے بچیوں کو بھی نصیحت کر دی تھی کہ وہ روئیں نہیں لیکن اس پر بھی بچیاں رونے لگیں۔ حتیٰ کہ اچھی خاصی ثنا بھی رونے لگی۔ جب جیہا کو کالی گاڑی میں سوار کروایا گیا تو لڑکیاں ایک دوسرے سے چمٹ گئیں۔

ان کی ماں پاگل ہو چکی تھی ثنا کی چھوٹی بہنوں کو بھی خبر تھی ان کی ماں کو علاج کیلئے لے جایا جا رہا تھا۔ وہ یہ بات سمجھ گئی تھیں لیکن انہیں کچھ خبر نہ تھی ان کی ماں کب واپس آئے گی۔ شاید ان کی ماں فصل پکنے پر لوٹے گی۔ پھر وہ بھی کاٹ لے گی۔ شاید وہ چیاک حملے پر ہی واپس آ جائے۔ تب یقیناً وہ اس قابل ہو چکی ہو گی کہ آوازیں لگا کر چیاک بھگا سکے اور شاید اس کی واپسی اس وقت ہو جب کھیتوں سے اٹھا کر دھان گھر پہنچائے جا رہے ہوں۔ جیہا دھانوں سے بھری ٹوکری سر پر اٹھا لیتی تھی۔ پنگھولو نے بتایا تھا کہ جیہا کو ایک جگہ تنجانگ رمبوتان لے جایا جا رہا ہے۔ ثنا اور اس کی بہنوں کو معلوم نہیں تھا کہ یہ جگہ کہاں ہے اور پھر یہ بات اتنی اہم بھی نہیں تھی۔ اگر وہ نئے چاولوں کی ضیافت پر گھر آ جاتی ہے تو کچھ پروا نہیں کہ اسے کہاں رکھا جاتا ہے۔

گاڑی کا انجن گھر گھرانے لگا۔ ثنا اور اس کی بہنیں آواز سنتی رہیں۔ گاڑی دور نکل گئی ان کے دیکھتے ہی دیکھتے گاڑی دور نکل گئی۔ گاڑی ابھی دکھائی دے رہی تھی کہ اس کی مدہم آواز بھی سنائی دینا بند ہو گئی۔ پھر گاڑی بھی نظروں سے اوجھل ہو گئی تو ثنا، ملہا، سیمک، لیہا، لیبار اور کیہا لوٹ آئیں۔

☆☆☆☆☆

باب 14

خالی پنجرہ کچھ کھو جانے کا احساس دیتا۔ رات پڑنے پر تنہائی سے دل کھنچنے لگتا۔ جنگل سے تیتروں کی آواز آتی تو احساس زیاں اور گہرا ہو جاتا۔ جیہا کا پنجرہ خالی پڑا تھا۔ اب کوئی جنگلے کو جھنجھوڑتا تھا نہ ٹھوکریں لگاتا تھا۔ کوئی لہوما کا نام لے کر چلاتا اور نہ ہی کھیتوں کو صاف کرنے کا حکم دیتا۔ لیکن ثنا نے جنگلہ گرایا نہیں۔ اسے کھڑا رہنے دیا گیا۔ کل ملا کر کوئی بارہ عمودی لٹھ تھے اور بارہ افق۔ اکرمیناک کی گانٹھ ابھی تک اپنی جگہ قائم تھی۔ مضبوط اور ثابت و سالم چھال کہیں کہیں سے اتر گئی تھی لیکن اندرونی حصہ اتنا مضبوط تھا کہ کسی بھی طرح کی زور آزمائی برداشت کر سکتا تھا۔ جنگلہ ابھی تک اتنا مضبوط تھا کہ اس میں حالت غضب میں آیا شیر قید رکھا جا سکتا تھا اور گھر کا یہ حال تھا کہ لہوما اور جیہا کے بغیر اس میں قبر کی سی ویرانی تھی۔

لیکن ثنا کیلئے یہ خاموشی صرف خارجی تھی۔ رات ہو کہ دن قبر کا سایہ ماحول گھر کو گھیرے رکھتا۔ جیہا کی آوازیں اس کی نوخیز بیٹی کے ذہن کو اکثر و بیشتر مضطرب رکھتیں۔لگتا جیسے اس کی ماں مسلسل چلا رہی ہو کہ اسے اب تن تنہا دنیا کا سامنا کرنا ہے۔ لہوما دنیا میں نہیں تھا جیہا بھی وہاں نہیں تھی۔ وہ اپنی چودہ ریلانگ زمین چھوڑ گئے تھے۔ ثنا کو اپنی ماں کی حکم دیتی آواز یاد تھی۔ یہ آوازیں اس کے وجود کی گہرائی میں گونجتیں تو وہ ان کا سلسلہ ایک سال پہلے لہوما کی آوازوں سے جوڑتی جو وہ ابھی ایک سال پہلے تک چیاک بھگانے کو لگایا کرتا تھا۔ اس کی ماں جیہا اور باپ لہوما۔ ثنا کے ذہن میں اپنے والدین کی آوازیں گونجتی رہتیں تو اسے تنہائی محسوس نہ ہوتی۔ اس کی کوئی ضمانت نہیں تھی

کہ ادھر پھیلا سبزہ ثمر آور ہونے تک باقی رہے گا اور کوٹھیار بھر جائے گا۔ ثنا جانتی تھی کہ اب کوئی سیلاب یا خشک سالی نہیں آئے گی لیکن یہ خیال اسے پریشان رکھتا۔ موسم اچھا ہوتا تو اس کی چھوٹی بہنیں گھر سے باہر یوں خوش وخرم اچھل کود کرتیں گویا جیہا اور لہوما کی یاد ان کے ذہن سے مٹ چکی ہے۔

ثنا نے پنجرے کے لٹھ پکڑ کر ہلائے گویا ان کی مضبوطی آزما رہی ہو۔ اس نے پنجرہ صاف کیا اور اس کا تختوں سے بنا فرش ہلایا۔ اسے پتہ تھا کہ پنجرہ جانوروں یا پرانے کپڑوں کے رکھنے میں بھی استعمال نہیں ہوسکتا۔ لیکن پنجرہ جیہا کا تھا۔ وہ جانتی تھی کہ واپس آنے پر اس کی ماں پنجرے میں نہیں رہے گی لیکن اسے صاف رکھنے میں ثنا کو ناقابل بیان سکون ملتا تھا۔ وہ اسے باقی سارے گھر سے زیادہ صاف رکھنا چاہتی تھی۔ حتیٰ کہ سونے کے کمرے سے بھی زیادہ۔ پہلے پہل لیہا' لیبار اور کیہا پنجرے میں چھوٹے چھوٹے بندروں کی طرح اچھل کود کرتیں ۔ وہ لٹھوں سے چمٹی ایک سے دوسری طرف جاتیں۔ اکثر اکرمیناک کو کھینچنے کی کوشش کرتیں لیکن پھر ثنا نے سب کو پنجرے میں داخل ہونے سے منع کر دیا۔ اس نے وہاں کھیتوں میں کام کے اوزار رکھ دیئے۔ اس نے پانچ کھرپوں کے پھالوں اور دستوں سے کائی کھرچی اور انہیں پنجرے میں دیوار سے لگا دیا۔ تاجکوں کے پھالے صاف کئے اور انہیں پنجرے کے کونے میں ٹکا دیا۔ گھر کے نیچے سے زنگ لگا ہل نکالا اور پنجرے کے درمیان میں رکھ دیا۔ دھان ڈھونے کی ٹوکریاں لا کر لٹھوں کی گانٹھوں سے ٹکا دیں۔ کھیتوں سے کوڑا نکالنے کی چھڑیاں اور ڈنڈے بھی پنجرے میں رکھ دیئے۔

لہوما اور جیہا کے اوزاروں کو اس جگہ رکھا دیکھ کر جوان کیلئے مقدس ہو چکے تھے' ثنا کے جسم میں اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ کھرپوں' تاجکوں اور ہل نے ثنا کو ایک نئی قوت دی۔ یوں اسے اپنے ماں باپ کی وہ آوازیں تو سنائی دیتی تھیں جن سے وہ چپاک اڑایا کرتے تھے۔ اسے لہوما اور جیہا کے جسم سے بہہ کر زمین پر گرنے والے پسینے کی یاد آتی تھی۔ اسے نبیا نگ کانٹا چبھنے کے بعد اپنے باپ کے پیٹ پھولنے اور پھر ماں کے پاگل ہو جانے کی یاد آتی تھی۔

MashalBooks.org

اس سے لاتعلق کہ لہوما اور جیہا کہاں تھے دھان کے پودے اپنی رفتار سے بڑھ رہے تھے۔ پتے چوڑے ہونے لگے تھے اور ان کی نوکوں پر باریک رواں نکلنے لگا تھا۔ باریک روئیں سے ڈھکے یہ چوڑے پتے پہاڑوں سے آنے والی ہوا کے جھونکوں میں لہلہاتے تھے۔ پودوں کے تنے پھول چکے تھے۔ جلد ہی یہ پھٹیں گے اور بالیاں نمودار ہوں گی یہ بالیاں اور ان میں موجود دانے بڑے ہوں گے۔ تنے اور موٹے اور زیادہ سبز ہو جائیں گے۔ پھر دانے بالیوں سے جھانکنے لگیں گے اور پودے ان کے بوجھ سے جھک جائیں گے۔ دانے بالیوں سے باہر جھانکیں گے تو تنے کے نچلے حصے کے قریب پتے بھورے سنہری ہونے لگیں گے اور پھر خشک ہو کر جھڑ جائیں گے۔ اس وقت تک دانے خوب بڑے اور پودوں کے تنے کیہا کی چھنگلیا جتنے موٹے ہو چکے ہوں گے۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ دانے لمبے ہونے لگیں گے اور ان کے سرے نوک دار۔ پہاڑیوں سے آنے والے جھونکوں سے بالیاں اور پتے سرسرانے لگیں گے۔ سبز دانے پیلے سنہری ہو جائیں گے۔ جوں جوں پکنے کے قریب آئیں گے ان کا سنہرا پن بڑھنے لگے گا۔ پتوں اور بالیوں کی سرسراہٹ بڑھنے لگے گی۔ پھر پتے بھی سنہری ہو جائیں گے۔ ہر پودہ سنہرے پتوں اور دانوں سے اٹ جائے گا۔ ثنا کو یقین تھا کہ جلدی ہی بنگل دراپ گاؤں دھان کے جوان سبز پودوں میں نظر آتی امیدوں سے تیار سنہرے دھان کے سنہری دور میں داخل ہو گا۔

ثنا اور اس کی بہنیں بڑی چوکسی سے چوڑے ہوئے پتوں پر سے کیڑے مکوڑے چنتیں کھیتوں کے چکر لگاتیں۔ وہ ایک طرف سے شروع ہو جاتیں اور اپنے کھیتوں کی آخری حد تک نکل جاتیں جب کبھی لہوما کا خیال ذہن میں آتا تو ثنا سوچتی کہ اس فصل کا بیج تو لہوما نے ہی لگایا تھا۔ جیہا نے بہت سے قطعات اپنے تاجک سے صاف کئے تھے اور اب دھان کے پودے بڑے ہو چکے تھے۔ بس اب بالیاں نکلنے کو تھیں۔ ثنا دیکھ بھال کیلئے فصل میں جایا کرتی۔ اس کی نگاہیں پتوں پر ہوتیں تاکہ کیڑے مکوڑے چن سکے۔

اس رات تنہائی پھر اس کے دل کو کھینچنے لگی۔ جیہا کے پنجرے میں لہوما اور جیہا کے عزیز تمام اوزار رکھے تھے۔ ثنا جانتی تھی کہ اب وہ اوزار اس کی بہنوں اور اس کیلئے قیمتی

خزانہ بن چکے ہیں۔ پنجرے کے وسط میں کافی ساری جگہ خالی پڑی تھی۔ فصل پکنے پر اس کے پودے چھت تک جالگیں گے۔ ملینجا اور سراندتی چاول الگ الگ کرنا ہوں گے۔ اس لئے تھائی چاول پولوٹ چاولوں سے الگ کئے جائیں گے۔ گھر پر ذخیرہ کرنے کی صورت میں چوہے دانے نہیں لے جاسکیں گے۔ ثنا محسوس کرتی تھی کہ چاولوں کے گھر پر ہونے سے اسے تقویت ملے گی۔ یہ چاول خریدے ہوئے نہیں ہوں گے۔ انہوں نے کبھی چاول نہیں خریدے تھے۔ لہوما کے پسینے اور ان کے ہاتھوں کے کمائے چاول آئیں گے۔ ثنا اور اس کی بہنوں کی مشقت اور پسینہ بھی ان چاولوں کے آنے میں شامل ہوگا۔

اگرچہ لہوما مدت ہوئی مر چکا اور جیہا بہت دنوں سے پاگل ہو چکی تھی۔ اب راتوں کو ثنا کے دل میں ٹیس اٹھتی۔ ثنا اور اس کی بہنوں کو شدید محرومی کا احساس ہوتا۔ انہیں تنہائی کا احساس کتنا بھی شدید ہوتا وہ کہیں نہیں گئیں۔ وہ لہوما کے پیچھے نہیں جاسکتی تھیں اور نہ ہی جیہا سے ملنے۔ چودہ ریلانگ بڑھتی اور پھلتی پھولتی فصل کو چھوڑا نہیں جا سکتا۔ دھان کے کھیت عدم توجہ کا شکار پا کر جیہا چیختی۔

کھیتوں میں پودے اور بڑے ہو گئے۔ پتے اپنا سبز رنگ کھونے لگے۔ بالیاں پھوٹ پڑیں۔ دانے پرتوں سے نکل کر جھانکنے لگے۔ دانے سبز تھے۔ پھر دانے پتے اور تنے سبز سے پہلے سنہری ہوئے۔ کھیتوں میں پانی سوکھنے لگا۔ ان میں موجود ہیروآن سیپات اور پویو مچھلی کسی تالاب کیلئے بے چین ہونے لگی۔ ان کا پانی جلد ہی خشک ہو جائے گا۔ میزونگ اور خارپشت گھاس ایک بار پھر اگنے لگے گی لیکن ثنا اور ملہا کو اس میزونگ اور خارپشت گھاس کی کوئی فکر نہ تھی جس کا سامنا انہیں کہیں اگلے سال کرنا تھا۔ دھان رنگ بدل رہا تھا۔ روز بروز رنگ گہرا ہوتا چلا جا رہا تھا۔

چند دن کے اندر اندر دھان کے پودے سارے کے سارے دانوں، پتوں اور تنوں سمیت سنہری ہو چکے تھے۔ تنے اور دانے خوب موٹے تھے۔ ہوا چلتی تو سرسراہٹ سنائی دیتی۔ جڑوں کے قریبی پتے اپنی تازگی کھوکر زمین پر گرنے لگے جو پہلے ہی خشک ہو چکی تھی۔ کچھ عرصے کے بعد خشک زمین پر ہاتھ کی رگوں کی سی دراڑیں نمودار ہونے لگیں۔ ثنا فصل کے کٹائی کے اوزار تیار کر رہی تھی۔ اس نے پانچ چھ درانتیاں تیار کی تھیں۔ اس

نے میزونگ کے پودے سے کچھ پتے لئے اور ان سے ٹوکریوں میں پیدا ہونے والے سوراخوں کی مرمت کی۔ اس نے کوٹھیار میں سے شہتیروں پر گول کر کے رکھیں دریاں اتاریں۔ انہیں کوٹ پیٹ کر دھوپ میں رکھا گیا۔ ان سے گرد نکل گئی۔ وہ دن دور نہیں کہ انہیں کئی روز تک متواتر کھیتوں میں جانا ہوگا۔ وہ ان بالیوں لگے تنوں کو ایک ایک کر کے کاٹتی چلی جائیں گی حتیٰ کہ انگوٹھے اور انگشت شہادت کے درمیان سما جانے والا مٹھا تیار ہو جائے۔ پھر اس مٹھے کو کھیت میں بچ جانے والے ریشوں سے باندھا جائے گا۔ چاولوں کے سٹے ٹوکری میں رکھے جائیں گے جیسے کوئی بچی گھر لے جائے گی۔ ٹوکری ماں کے پنجرے میں جوڑی جائے گی حتیٰ کہ ڈھیر چھت سے جا لگے گا۔ کچھ میلنجا چھٹر کر دانے نکالے جائیں گے۔ انہیں اوکھلی میں چھٹر کر چاول نکالے جائیں گے۔ پھر چاولوں کی اس نئی فصل سے لہوما کے نام کی ضیافت ہوگی۔ اسے جیہا کا خیال آیا جو دور دراز کی کسی ایسی جگہ پر تھی جس کا نام ثنا کو یاد نہیں رہتا تھا۔ شاید تنوں کے کیہا کی چھنگلیا تک موٹے ہونے پر جیہا لوٹ آئے۔ پھر وہ کھیتوں پر ان کے ساتھ جائے۔ ثنا نے نسبتاً بڑے دستے کی ایک درانتی لی اور اسے آڑے شہتیر میں ٹھونس دیا۔ یہ درانتی جیہا کیلئے تھی۔ اس کے باپ اور ماں کیلئے نئے چاولوں کی ضیافت تو بہرحال ہوگی۔ جیہا بر وقت صحت یاب ہوگئی تو وہ چودہ ریلانگ فصل کی کٹائی دنوں میں مکمل کر لیں گے۔ ثنا کو پورا یقین تھا کہ آڑے شہتیر پر رکھی بڑے دستے کی درانتی اس برس بھی ضرور چلے گی۔ یہ درانتی جیہا چلا رہی ہوگی۔

اب بنگل دراپ گاؤں پر سبز اور سنہری رنگ چھا چکا تھا۔ فصل سنہری ہو چکی تھی جبکہ اس کا احاطہ کئے کھڑی پہاڑیاں سرسبز تھیں۔ میرباؤ، میرانتی اور لیبان کے درخت جن کے تنے ایک بلکہ دو آدمیوں کی بانہوں کے گھیرے میں آتے تھے۔ آسمان کو چھو رہے تھے انہوں نے اپنا سبز رنگ برقرار رکھا تھا۔ ثنا نے اپنے گھر کے برآمدے سے ان دو رنگوں کے تفاوت پر غور کیا۔ شمال میں نیلا آسمان پھیلا نظر آ رہا تھا۔ فصل پکنے کے دوران بارش نہ ہونا بھی رحمت ہوگی۔ زمین خشک ہو جائے گی۔ کٹائی کے دوران انہیں جونکوں سے واسطہ نہیں پڑے گا۔ دانے تیزی سے پکیں گے اور کٹائی کے دوران شاید

MashalBooks.org

بالیوں سے نہ جھڑیں۔ اب جتنی چاہے دھوپ پڑے اور ہر چیز کو جتنا چاہے خشک کر دے۔ ثنا کو کوئی پروا نہیں تھی اگر سب ٹھیک رہا تو اگلے ہفتے وہ نیچے جا کر فصل کاٹ رہے ہوں گے۔ اس وقت گاؤں کے دوسرے باسی بھی نیچے فصل کاٹنے میں مصروف ہوں گے۔ پودوں کی ڈنڈیوں سے بنسی سننے کو ملے گی۔ فصل کنارے عارضی کٹیائیں کھڑی کر دی جائیں گی تاکہ فصل کاٹنے والے کچھ وہیں رہیں۔ ثنا کٹیا نہیں بنائے گی۔ وہ روزانہ گھر سے کھیتوں تک آ جا سکتی تھی۔ اس میں اتنی طاقت اور مہارت نہیں تھی کہ اپنے اور اپنی چھ بہنوں کیلئے بڑی سی کٹیا بنا سکے۔ کٹیا بنانے کے ستون تو جنگل سے ہی کاٹنا ہوں گے۔ پھر انہیں ایک ایک کر کے جنگل سے کھیتوں تک لانا ہو گا پھر اس کی چھت کیلئے برتان کے پتے اتارنا ہوں گے۔ برتان پر کانٹے بہت سخت ہوتے ہیں۔ اس ساری مصیبت سے بہتر ہے کہ وہ گھر سے روزانہ کھیتوں پر جا کر واپس گھر چلی آئیں۔ کٹیا کا فرش اریکا کے تنوں سے بنانا ہو گا۔ بیلوکر میں جا کر اریکا کاٹ گرانا' اس کی چھنگائی کرنا اور پھر تنوں کو کھیتوں تک لانا ایک مسئلہ ہے۔ ثنا اریکا کے درخت کاٹ گرانے کی ذمہ داری لینے کو تیار نہیں تھی۔ اس کی چھال کٹھل کے درخت کی سی سخت ہوتی ہے۔ پھر اندرونی گودے کو گولوک سے چھیلنا پڑے گا۔

ثنا اور اس کی بہنیں کھیتوں سے گھر آ جا سکتی تھیں۔ پھر ثنا کو خیال آیا کہ اگر چپاک نے ہلہ بول دیا تو مسئلہ ہو جائے گا۔ اس صورت میں گھر لوٹ جانے سے گزارا نہیں ہو گا۔ چپاک تو سورج ابھرنے سے ڈوبنے تک اترتی رہتی ہے۔ چپاک کو کچھ پروا نہیں کہ کھیت کنارے آپ کی جھونپڑی ہے یا نہیں۔ ثنا کو سوجھ نہیں رہا تھا کہ کیا کرے۔ اسے خیال آیا کہ کسی نہ کسی طرح کھیتوں کے عین درمیان میں جھونپڑی بنائی جائے۔ کم از کم ایک پناہ گاہ تو بن جائے گی لیکن ستون اور دیواریں بنانے کو شاخیں اور تنے کاٹنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اس نے جنگل پر نگاہ ڈالی جو ہنگل دراپ گاؤں کو گھیرے ہوئے تھا۔ نہیں! اس سال چپاک حملہ آور نہیں ہوں گے۔ ثنا نے پورے یقین سے سوچا تھا۔ شاید انہیں علم ہو کہ اس سال لہوما نہیں ہے۔ اس کی ماں جیہا کے یہاں نہ ہونے کے باعث وہ شاید اس سال نہ آئیں۔ ثنا کو یقین تھا کہ اس سال چپاک نہیں آئیں گے اور

کٹیا بنانے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔

فصلوں کا سنہرا رنگ گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ دانے موٹے ہوتے جا رہے تھے اور ان کا چھلکا چمکدار اور چکنا۔ بچے بنسیاں بنانے کو پودے چرانے لگے تھے۔ بنسیوں کی آواز کچھ اتنی بلند نہیں تھی لیکن ان کی تان دل کو چھوتی تھی۔ ثنا اس سعد دن اور گھڑی کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی جب وہ اپنی چودہ ریلانگ پر پہلی فصل کی کٹائی کا آغاز کر سکے۔

☆☆☆☆☆

MashalBooks.org

باب نمبر15

اس صبح پہاڑ کی چوٹی پر سے شور وغل کی آواز سنائی دی۔ گاؤں کا کونا کونا اس شور سے گونج اٹھا۔ ثنا اور اس کی بہنیں حیران ہوئیں اور کھڑکی سے گردنیں نکال کر دیکھنے لگیں۔ شاید لوگ کسی کی کھل کر کھیتوں کو نکل جانے والی بھینس کو شِشکار رہے تھے۔ بھینس یقیناً پکنے کو تیار دانے کچل ڈالے گی شاید لوگ کچھ کرنے کو نہ ہونے کے باعث شور وغل کر رہے ہیں۔ مگر بعض اوقات اپنی بے چینی اور تناؤ دور کرنے کو بھی شور وغل کرنے لگتے ہیں یا شاید کچھ چلا کر اپنے دوستوں کو بلا رہے ہوں کہ جا کر بیلوکر سے برتان کے پتے لائیں تا کہ کٹیا کی چھتیں ڈالی جا سکیں لیکن جلد ہی اسی طرح کا شور ایک اور طرف سے سننے میں آیا۔ ثنا لمحہ بھر کو تو حیران کھڑی رہی۔ وہ دروازے کی طرف بھاگی اور کٹے درخت کے ٹھنٹھ پر جا کھڑی ہوئی جو لہوما کی زندگی کے وقت سے وہاں موجود تھا۔ شور کا ایک اور دھارا اس کے کانوں کے پردے سے ٹکرایا۔ اس کے بعد ایک اور پھر ایک اور۔ ثنا کی بہنیں بھی اندر سے نکل کر اس سے آملیں۔ انہیں بھی یہ شور غیر معمولی معلوم ہوا تھا۔ شور کا اس طرح کا سلسلہ ایک ہی چیز کا اشارہ تھا کہ چیاک فصلوں پر اتر رہے ہیں۔

پھر وہی ہوا جس کا ثنا سوچ رہی تھی۔ پہاڑیوں کی چوٹیوں کے ساتھ کچھ پرندے اڑتے نظر آئے۔ کچھ دیر اڑنے کے بعد اوجھل ہو گئے۔ پھر ایک دوسرے کونے میں پانچ چھ پرندے ہوا میں تیرتے نظر آئے۔ شور پھر پھٹ پڑا۔ پرندے ہوا میں اڑتے اور غائب ہوتے نظر آنے لگے۔

''چیاک'' ثنا نے دل ہی دل میں سرگوشی کی۔

اس نے ایک نظر اپنے دھان کے پکتے کھیتوں کو دیکھا وہاں ایک بھی چیاک نظر نہیں آئی۔ مزید شور سنائی دیا۔ مشرق کے ایک کونے سے لوگوں کے چلانے کی آوازیں آنے لگیں۔ گویا وہ کسی ایسی چیز کو کھدیڑ رہے تھے جو ان کے نزدیک سب سے زیادہ قابل نفرت تھی۔ اسی نفرت سے بھرپور اور شور سنائی دیا۔ چیخیں، شور اور اس کی بازگشت اور بازگشت سے بنگل دراپ کا پورا گاؤں بہرا کر دینے والے شور میں گھر گیا۔

ثنا نے اپنے دھان کے کھیتوں کو دیکھا۔ وہاں ابھی تک ایک چیاک بھی نہیں تھا۔ شور کے مقام سے کئی لوگ نکلے اور کھیتوں میں گھس گئے۔ پودے اتنے بڑھ چکے تھے کہ محض ایک سے دوسرے کونے کی طرف بھاگتے لوگوں کے سیاہ سر نظر آتے تھے۔ ایک بار پھر شور کی آواز سنائی دی۔ وہ سب چلا رہے تھے۔

''چیاک!'' ثنا چلائی۔ اس کی تیکھی آواز نے ملہا اور گم سم کھڑی دوسری لڑکیوں کو چونکا دیا۔

''چیاک!'' وہ پھر چلائی۔

ثنا نیچے کھیتوں کو بھاگ گئی۔ وہ اپنے پکتے ہوئے دھانوں کی طرف دوڑ رہی تھی۔ وہ دوڑتی، گرتی خود کو سنبھال کر اٹھتی اور دوبارہ دوڑتی چلی جا رہی تھی۔ گھاس سے ڈھکی پگڈنڈی اس کے پاؤں تلے تھی۔

''ویہہ'' اس نے اپنے کھیتوں کے مغربی کنارے پہنچ کر پورے زور سے آواز لگائی۔ کھیتوں کے درمیان میں شور سا ہو رہا تھا۔ فصل میں سے اچانک کوئی پندرہ کے قریب سیاہی مائل سرمئی پرندے اڑے جن کے سینے سفید تھے یہی چیاک تھے۔

''ویہہ''اس نے دوبارہ آواز لگائی۔ پکنے کو تیار دھان کے مٹھوں میں چھپے پرندے اڑے اور جنگل کو ہو لئے۔ وہ ایک دوسرے سے چہچہا کر تبادلہ خیال کر رہے تھے۔ گویا انہیں ثنا کے یوں پہنچ جانے پر حیرت تھی۔

''چیاک'' ثنا نے اپنی بہنوں کی طرف منہ پھیر کر کہا جو ابھی تک گھر کے گرد باڑ کے ساتھ منڈیر پر کھڑی تھیں۔

پرندوں کی ایک اور ڈار عین کھیتوں کے درمیان اتری۔ کچھ تو اتنے دلیر تھے کہ بالیوں

سے جھکے پودوں کے تنوں پر بیٹھ گئے۔ تقریباً تیس تھے۔ ان کی تیکھی آواز کافی بلند تھی۔

وہ دوبارہ ہوا میں بلند ہوئے' بکھرے اور پہاڑیوں کو ہو لئے۔ وہاں وہ درختوں کی شاخوں پر جا بیٹھے۔ ثنا کو یقین تھا کہ جلد ہی ان کی تعداد بڑھ جائے گی۔ جھنڈ کے جھنڈ چیاک حملہ آور ہوتے رہیں گے حتیٰ کہ ساری بالیاں اور تنے تباہ ہو جائیں گے۔

''چیاک!'' ثنا ایک بار پھر اپنی بہنوں کی طرف دیکھ کر چلائی۔ وہ اس کی طرف بھاگتی چلی آ رہی تھیں۔ جلد ہی وہ سب ہانپتی آ پہنچیں۔

''چیاک! چیاک! چیاک!'' ثنا نے دہرایا۔ ملہا نے چیاک دیکھنے کو دیدے پھاڑے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ دوسری بچیاں بھی ادھر ادھر دیکھ رہی تھیں۔ سب نے پوری قوت سے چیخنے کی تیاری کر لی تھی۔ ایک دوسرے کونے سے شور اٹھا۔ اس بار پھر شور سنائی دیا۔ شور میں نفرت اور یاسیت کا امتزاج تھا۔ اس سال بھی ان پرندوں کے جھنڈ اترتے رہے تو چاولوں کے بجائے محض بھوسہ باقی رہ جائے گا۔ بچے کی چھنگلیا جتنے موٹے تنے پر لگی بالیاں خالی ہو جائیں گی۔ دانوں کے بوجھ سے جھکی بالیاں خالی ہو جائیں گی۔ دوسرے جنگلوں سے بھی چیاک ادھر کا رخ کریں گے۔ پکی فصل پر نظر پڑتے ہی دور دراز کے پہاڑوں سے پرندے اس طرف اترنا شروع ہو جائیں گے۔ وہ اس چھوٹے سے گاؤں بنگل دراپ کا سارا اناج نگل جائیں گے۔

اچانک کونے کے ایک قطعے میں چیاک کا جھنڈ اترا۔ وہ سنہری بالیوں پر پھدکنے لگا۔

''ویہہ! ویہہ!'' بچیوں نے بیک آواز شور بلند کیا۔

پرندوں نے حیران ہو کر اڑان بھری اور پہاڑیوں پر درختوں میں جا بیٹھے۔ ثنا نے ملہا اور سیمک کو مغرب کی طرف بھیجا۔ زینب اور لیبار کو درمیان میں کھڑا ہونے کو کہا جبکہ وہ خود لیہا اور کیہا کو لئے مغربی کنارے کو چلی گئی۔ اب چیاک آنے دو۔ ایک چھوڑ دو ڈاریں آئیں جہاں چاہیں اتریں۔ چیاک لمحہ بھر سے زیادہ پودے پر نہیں بیٹھ پائیں گے۔ انہیں چاول کھانے کا موقع نہیں ملے گا۔

چیاک کی ایک بڑی ڈار فصل پر اتری اور ایک سے دوسرے پودے پر پھدکنے لگی۔

''وآہ! وآہ! وآہ'' ساتوں ایک ساتھ چلائیں۔ پرندے پریشان ہو کر بغیر دانہ

MashalBooks.org

کھائے اڑ گئے۔

چپاک پھر آئے۔ بچیوں نے پھر شور مچایا۔ دن ڈھلنے تک پرندے اترتے رہے اور بچے انہیں بھگاتے رہے۔

خاموشی بھی رات کے ساتھ ہی نارمل ہوئی۔ اب کوئی آواز سننے میں نہیں آ رہی تھی۔ چپاک غروب آفتاب کے بعد کبھی ہلہ نہیں بولتے۔ لگتا ہے وہ بھی رات کی تاریکی سے خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ رات ہونے پر ثنا خاموش ہوگئی۔ اپنی ماں کے برعکس جو رات دن چلاتی رہی تھی اب رات کا سناٹا جیہا کے چلانے سے مجروح نہیں ہوتا تھا۔ پنجرے میں جہاں ثنا نے تاجک' کھرپے' ہل اور چٹائیاں رکھ دی تھیں' مکمل خاموشی تھی' ایسی خاموشی جیسی لہوما کی قبر میں ہوگی۔

بعض اوقات چپاک کے تابڑ توڑ حملے دیکھ کر ثنا کو اپنی ماں جیہا کی للکار یاد آتی۔ سنہری فصل پر چپاک کی ڈاریں اترتے دیکھ کر وہ غصے سے پاگل ہو جاتی۔ اس کی للکار یقیناً تیکھی سے تیکھی ہوتی چلی جاتی۔ پرندے اسے سن کر فوراً اڑ جاتے۔ اس کی آواز ان کے کھیتوں کے مشرقی سے مغربی کنارے تک نکل جاتی لیکن جیہا جا چکی تھی۔ ثنا کو یقین تھا کہ اس کی ماں اگلے روز تو نہیں آئے گی لیکن اسے اتنا یقین تھا کہ چپاک ڈاریں باندھے اتریں گے۔ کسی بھی ڈار میں تیس چالیس پرندوں سے کم کیا ہوں گے۔

کسی طرح اس کی ماں لوٹ آئے تو اس کی ایک ہی یلغار ان ڈاروں کو جنگلات میں بھیجنے کو کافی ہوگی۔ ثنا کو اپنے باپ کی یلغار بھی یاد تھی۔ لہوما کی پاٹ دار آواز بنگل دراپ کے ایک سے دوسرے کونے تک سنائی دیتی تھی۔ اس کا باپ تو یقیناً سارا دن للکارے مارتا رہتا۔ کوئی چپاک کھیتوں پر اتر ہی نہ پاتا۔ چپاک کہیں بھی ہوتا ایک بار تو لہوما کی آواز پر پریشان ہو جاتا۔ لہوما چپاک کی تاڑ میں سارے کھیتوں میں ادھر ادھر دوڑتا پھرتا۔ وہ عین کھیتوں کے درمیان خاموشی سے گھات لگائے بیٹھ جاتا۔ چپاک انجانے میں نیچے اترتے۔ عین کے درمیان سے لہوما کی للکار چھوٹتی۔ پرندے ہکا بکا رہ جاتے۔ دو ایک تو زمین پر آ رہتے۔ اس طرح ڈرائے گئے پرندے دو تین روز تک اس کے کھیتوں کا رخ نہ کرتے۔

MashalBooks.org

لیکن اب جیہا بھی جا چکی تھی۔ اس کی تیکھی للکار بھی جا چکی تھی۔ وہ گونج انگیز پاٹ دار آواز بھی نہیں رہی تھی۔ ثنا نے جیہا یا لہوما کی للکار کے مقابل آنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ اس کا گلہ بہت چھوٹا تھا۔ اس کی زبان کا پچھلا حصہ بھی ابھی تک اپنی پوری جسامت کو نہیں پہنچا تھا۔ اس کی گردن بمشکل کسی قحط زدہ کیلے کے تنے جتنی موٹی تھی۔ ثنا نے اپنی بہنوں کی آوازوں کا تقابل جیہا اور لہوما کی آوازوں سے نہیں کیا۔ ان کی باریک اور کمزور آوازیں تو لگتا تھا حملہ آور ہونے والے پرندوں کو ڈرانے کے بجائے سہلانے کا کام کرتی ہیں لیکن ثنا کے پاس ان کمزور گلوں سے نکلی مہین آوازوں کو استعمال کرنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ کم از کم ملہا کی آواز تو چیاک کی ڈاروں کو اڑا سکتی ہے۔ پانچ چھ چیاک ہوں تو زینب اور سیمک کی آواز بھی کام دے سکتی ہے۔ لیہا' لیبار اور کیہا کی آوازوں سے چیاک کو کم از کم اتنا ضرور پتا چل جاتا تھا کہ اس چودہ ریلانگ رقبے پر انسان موجود ہیں۔

اگلا دن بھی آنا ہی تھا۔ صاف آسمان پر سورج طلوع ہوا تھا۔ کسی طرح کی دھند نہیں تھی۔ کوئی گردوغبار نہیں۔ ہر طرف دھان کے سنہرے کھیت نظر آرہے تھے اور پھر پہاڑیوں کا سبزہ تو لہوما کی زندگی میں بھی اس طرح کا تھا۔ لیکن بنگل دراپ گاؤں کے لوگوں پر یہ سنہرا پن اور پہاڑوں کا سبزہ کوئی اثر نہیں ڈالتا تھا۔ انہوں نے ساری زندگی اپنے گرد بکھری اس خوبصورتی پر دھیان ہی نہیں دیا تھا۔ لہوما اور جیہا بھی ان ہی لوگوں میں شامل تھے۔ ثنا' ملہا' سیمک' لیہا' لیبار اور کیہا ابھی تک ان میں ہی شمار ہوتی تھیں۔ ثنا نے صبح کی آواز میں پتوں کی پھڑ پھڑاہٹ پر کبھی دھیان نہیں دیا تھا۔ کبھی کبھار کیہا کی چھنگلیا جتنے موٹے تنے پر لگی بالی بھی سرسراہٹ پیدا کرتی لیکن ثنا کو اس آواز یا اس کی خوبصورتی سراہنے سے کوئی علاقہ نہیں تھا۔ وہ تو صرف موٹے موٹے دھان کا سوچ سکتی تھی۔ ان میں سے چیاک کتنا لے جائیں گے۔ کوٹھیار میں کتنا پہنچایا جا سکے گا اور کوٹھیار میں پہنچائے گئے میں سے کتنے محض بھوسے پر مشتمل ہوں گے۔

اس دھند اور گردوغبار سے پاک چمکدار دن میں یہاں وہاں لوگوں کی للکاریں سنائی دے رہی تھیں۔ گاؤں کے ایک کونے سے آوازیں ابھرنا شروع ہوتیں حتیٰ کہ گلے بیٹھ

MashalBooks.org

جاتے اور پھر یہ آوازیں دوسرے کونے سے اٹھنے لگتیں۔ ان کے درمیان کھیتوں میں کھڑے بچے آواز اٹھاتے اور ساتھ ساتھ ٹہنیاں بھی ہلاتے جاتے۔

چیاک حملہ آور ہوئے۔ ان کی تعداد کئی گنا ہو چکی تھی۔ ثنا اور اس کی بہنیں بھی تیار تھیں۔ آج وہ کھیتوں میں مینگ کوڈو کی ٹہنیاں اٹھائے آئی تھیں۔ لیکن چیاک کچھ دیر کو ہی پرے رہے تھے۔ وہ پھر اتر آئے۔ جھنڈ کے جھنڈ اور بیک وقت۔ ''وآہ! وآہ! وآہ!''

ساری پگڈنڈیوں پر ان کی آوازیں سنائی دینے لگ گئی تھیں۔ چیاک بکھرے اور اڑ گئے۔ ثنا اور اس کی بہنیں کھیتوں میں ہر طرف پھیل گئیں۔ وہ چلتی للکارے مارتی جا رہی تھیں۔ للکارے مارتی وہ شاخیں ہلاتی جا رہی تھیں۔ اس پر بھی چیاک زیادہ دیر دور نہ رکھے جا سکے۔ وہ پھر اترنے لگے۔ وہ اچانک جھنڈوں کی صورت اترنے لگے۔ بعض اوقات تو سیدھا بالیوں پر اترتے۔ ثنا چلائی۔ چیاک کا چھوٹا سا جھنڈ تھوڑا سا اڑا لیکن ذرا ہی لوٹ آیا۔ سیمک کے قریب سے گزرا تو وہ بھی چلائی اور ساتھ ساتھ شاخ ہلاتی گئی۔ لیکن چیاک کی تعداد میں کمی نہیں ہوئی۔ بہرہ کر دینے والے شور کے ساتھ وہ ایک بار پھر نیچے اتر آئے۔ ان کا تعاقب کیا گیا وہ جنگل کو اڑ گئے لیکن دوپہر تک پھر واپس آ گئے۔ دھوپ بہت تیز ہونے لگی تھی ثنا نے ابھی تک اپنی کٹیا تعمیر نہیں کی تھی۔ اس نے مینڈھ پر چٹائیاں بچھا دی تھیں۔ انہوں نے چنزائی اور مینگ کوڈو کی کچھ شاخیں زمین میں گاڑھی تھیں۔ اس سے سورج کی شعاعیں کسی حد تک رک گئی تھیں۔ انہوں نے سہ پہر تک اس کے سائے میں آرام کیا۔ پھر ان کی للکاریں سورج ڈھلنے تک جاری رہیں' رات آتی دیکھ کر چیاک واپس جنگل کو لوٹنے لگے۔

نماز مغرب کے وقت ثنا اور اس کی بہنیں اس عزم کے ساتھ گھر کو لوٹیں کہ انہیں کل پھر للکارے لگا کر چیاک اڑانے آنا ہے۔

ہمیشہ کی طرح صبح ہوئی۔ اس روز صبح وہ اپنے ساتھ نیا ہتھیار لیتی گئیں۔ چیاک محض للکاروں اور شاخیں لہرانے سے ڈرنے کے نہیں۔ وہ اپنی ماں اور باپ کے کچھ کپڑے لیتی آئیں۔ اور انہیں لکڑیوں پر لٹکا دیا جس سے وہ انسانی شبیہوں کے سے نظر آنے لگے۔ انہوں نے اس طرح کی دس شبیہیں بنائیں۔ درمیان میں ایک گاڑ کر باقی

کھیتوں کے کونوں پر لگا دیں۔ اس کے بعد لڑکیوں نے کھیتوں میں اپنی اپنی جگہ سنبھال کر للکارے مارنے اور شاخیں لہرانے کے کام کا آغاز کیا۔ لیکن چپاک کی تعداد میں کمی نہ ہوئی۔ وہ بڑھتے جا رہے تھے۔ جنگل دراپ گاؤں للکاروں سے مسلسل گونجتا رہا۔ چپاک بھی بغیر وقفوں کے تابڑ توڑ حملے کرتے رہے۔ ادھ پکی بالیوں میں خالی جگہیں نظر آنے لگیں۔ کچھ دانے چپاک کے پیٹوں میں جا چکے تھے۔

اس بار چپاک بہت بڑی تعداد میں اترے تھے۔ بعض اوقات وہ تین تین چار چار سو کی ڈاروں میں اترتے تو سنہری کھیتوں پر جا بجا کالے دھبے بن جاتے۔ وہ بالیوں پر یوں پھدکتے جیسے للکارے، شاخیں لہرانے اور پتلے کھڑے کرنے کے بندوبست محض ان کی تفریح طبع کے سامان تھے اور ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ بعض اوقات تو وہ للکاروں کو مکمل طور پر نظر انداز کر دیتے۔ وہ اپنی اپنی چھوٹی چھوٹی خمدار چونچوں سے بالیاں خالی کرنے میں مصروف رہتے۔ دانے چونچ میں لئے وہ اپنے سروں کو متواتر اوپر نیچے حرکت دیتے۔ دانے پیٹ میں اتار چکنے کے بعد وہ اپنی چونچیں رگڑتے گویا صاف کر رہے ہوں۔

ثنا سے اب للکارا نہیں لگایا جاتا تھا۔ اس نے کچھ چھڑیاں جوڑ کر ان پر کپڑے لٹکا لئے تھے۔ جنہیں لئے وہ سارا دن پھرتی۔ کپڑے پھڑ پھڑاتے تو چپاک گڑبڑا کر جنگل کو بھاگ نکلتے لیکن کچھ دیر کے بعد انہوں نے لہراتے چیتھڑوں پر توجہ دینا بھی چھوڑ دی۔ ثنا کو ایک بار پھر للکاروں کا سہارا لینا پڑا لیکن اب چپاک اس چیخ و پکار کو بھی نظر انداز کرنے لگے۔

''وآہ! وآہ! ویہہ''

چپاک نے اپنے حملے متواتر جاری رکھے۔ بعض اوقات تو وہ ثنا کے سر پر سایہ کر دیتے۔ اس تک پہنچنے والی دھوپ تک روک لیتے۔ جھنڈ کے جھنڈ آئے۔ ہر جھنڈ میں پرندوں کی تعداد بڑھتی چلی جاتی حتیٰ کہ چھ سے سات سو پرندہ فی جھنڈ اترنے لگا۔

ثنا کو پرندوں سے خوف آنے لگا۔ ملہا کا بھی یہی حال تھا۔ اگر یہ پرندے ملہا پر جھپٹ پڑے اور اس کا گوشت نوچنے لگے؟ اگر چپاک لیبار کی آنکھوں پر جھپٹ پڑے؟ ثنا کو یقین تھا کہ ایسا نہیں ہو گا لیکن اب وہ ان کے جھنڈ دیکھ کر بہرحال خوفزدہ ہو جاتی۔

ماں باپ کی موجودگی میں وہ چیاک اڑانے شاذونادر ہی کھیتوں پر جاتی تھی۔ انہیں کھیتوں سے اڑانے کا کام وہی کرتے تھے لیکن لگتا تھا اب چیاک ہر چیز سے نڈر ہو گئے ہیں جیسے انہیں لہوما کی موت اور جیہا کے پاگل ہو جانے کا علم ہو گیا ہو۔

پانچویں دن ثنا نے گھر سے خالی ڈبے، کنستر، پرانی بالٹیاں اور ہر وہ چیز اکٹھی کر لی جسے کھنکھنا کر شور پیدا کیا جا سکتا تھا۔ اس نے پورے رقبے میں ڈبے لٹکا دیئے۔ سب ڈبوں کو رسے سے باندھ دیا۔ انہیں ہلایا جاتا تو کھڑاک پیدا ہوتا۔ وہ سب مل کر سارا دن ٹین کے ڈبے اور کنستر بجایا کرتیں۔ پہلے پہل تو پرندے ڈر کر اڑے لیکن جب دیکھا کہ انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا تو وہ پہلے سے بھی دلیر ہو گئے۔ کچھ تو ان ڈبوں پر اتر آتے۔

ثنا کی عقل جواب دینے لگی۔ بنگل دراپ کے لوگوں کو چیاک ڈرانے کا کوئی اور طریقہ نہیں سوجھ رہا تھا۔ بالیاں اب زمین کی طرف جھکی ہوئی نہیں تھیں۔ بہت سے دانے تو پرندوں کے پیٹ میں پہنچ چکے تھے۔ اب للکارے بھی کم کم سنائی دیتے تھے۔ بس کبھی کبھار خالی ڈبے بج اٹھتے لیکن چیاک کی تعداد میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔ اپنے ساتھیوں کی دلیرانہ چہچہاہٹ سن کر دوسرے گاؤں سے بھی پرندے ادھر کا رخ کرنے لگے تھے۔ اکیلی ثنا کے کھیت میں اس وقت پانچ جھنڈ موجود تھے اور کسی جھنڈ میں چھ سے سات سو سے کم پرندے موجود نہیں تھے۔ ان جھنڈوں کے اترنے پر ثنا اور اس کی بہنوں نے للکارے لگائے اور ڈبے بھی بجائے لیکن صرف چند ایک پرندے اڑے تھے۔ باقی کالے داغ دھبوں کی صورت بالیوں پر بیٹھے چونچیں آزماتے رہے۔ ثنا گونگی ہو گئی تھی۔ وہ للکارے نہیں لگا رہی تھی۔ اس نے ٹین کے ڈبے بجانے بھی بند کر دیئے تھے۔ وہ صرف دیکھنے پر اکتفا کرنے لگی تھی۔ اس کی بہنیں بھی پرندوں کو سنہری دانوں پر ستم ڈھاتے دیکھتی رہتیں لیکن وہ بہرحال شام تک کھیتوں میں موجود رہتیں۔ اندھیرا چھانے پر پرندے خود بخود اڑ جاتے۔ رات کو خاموشی چھا جاتی۔ ثنا کے کانوں میں کنستروں اور ڈبوں کی آوازیں گونجتیں۔ ہزاروں چیاک کی آوازیں اس کے کانوں کے پردوں سے ٹکرائیں۔ ثنا سونے کے کمرے میں لیٹی ادھر ادھر دیکھتی۔ ہر طرف اس کی بہنیں سوئی ہوتیں۔ اگلے کمرے میں جیہا کا پنجرہ تھا جس میں لہوما کی قبر کی سی خاموشی تھی۔ مٹی کے تیل سے جلتے

دیے کی روشنی ٹکرائی تو وہاں رکھے تا جک' کھرپے اور ٹوکریاں مدہم سے نظر آنے لگتے۔ اس کا ارادہ تھا کہ فصل اٹھائے جانے پر اس پنجرے کو دھان رکھنے کیلئے استعمال کرے گی لیکن اب یہ خالی ہی اسے پریشان کرنے لگتا تھا۔ چیاک کی تعداد اس طرح بڑھتی رہی تو فصل سے اتنا دھان بھی نہیں نکلے گا کہ اس کی ماں کا پنجرہ ہی بھر سکے۔ چیاک اسی طرح بھرتے رہے تو کھیتوں میں سے تو دھان کی کوئی امید نہیں تھی۔ پنجرہ بھرنے کو تو کوٹھیار میں پہلے سے موجود پرالی ہی لانا پڑے گی۔

ثنا نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ وہ بنگل دراپ کے کھیتوں میں یہاں وہاں روشنی کے دیے دیکھ کر پریشان ہوگئی۔ روشنیاں کبھی حرکت کرتیں کبھی رک جاتیں۔ دور موجود ان روشنیوں سے ثنا نے کچھ اندازہ لگانے کی کوشش کی۔ رات کو چیاک تو نہیں اترتے۔ شاید سب دیہاتی اپنی فصلیں کاٹ رہے تھے۔ فصل کھڑی رہی تو چیاک سب کچھ نگل جائیں گے۔

ثنا نے ملہا کو جگایا پھر زینب اور سیمک کو۔ سب تھکی ماندی سو رہی تھیں۔ انہوں نے دن بھر للکاروں سے اپنے گلے تھکا لئے تھے۔

''ہم آج رات اپنی فصل کاٹیں گے'' ثنا نے کھیتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سرگوشی میں انہیں بتایا'' سارے گاؤں والے ادھر رات کے اندھیرے میں فصل کاٹ رہے ہیں۔''

''اگر صرف ہماری فصل کھڑی رہی تو چیاک اسے چٹ کر جائیں گے۔''

زینب اور سیمک نے ہتھیلیوں سے اپنی آنکھیں رگڑیں۔

''ہم درانتی سے فصل کاٹتی جائیں گی'' ثنا نے اپنی بات جاری رکھی کل یا پرسوں فصل اٹھانے والی ہو جائے گی۔

اس کی بہنیں خاموش رہیں۔

''باورچی خانے سے لالٹینیں اور درانتیاں اٹھا لاؤ'' اس نے ہدایات دیں۔

اس رات انہوں نے فصل تیلا تیلا نہیں کاٹی۔ وہ زمین سے ذرا اوپر بس چیکوک چاقو چلاتی چلی گئیں۔ یوں اپنے پیچھے ٹھنٹھ اور گرے پودے چھوڑتی وہ آگے بڑھنے

MashalBooks.org

لگیں۔ بالیوں میں بہت کم دانے باقی بچے تھے۔ اگلی صبح چیاک پھر آئے۔ ثنا اور اس کی بہنیں فصل کاٹتی اور کھیتوں میں ڈھیر کرتی رہیں۔ چیاک گویا چاولوں کیلئے ثنا اور اس کی بہنوں کے ساتھ مقابلے پر اترے تھے۔ ثنا پودے کاٹتی رہی۔ چیاک ڈاروں کی ڈاریں اترتے رہے۔ ثنا اور اس کی بہنیں فصل کاٹنے میں جتی رہیں۔ چیاک کے ہلے جاری رہے۔ لڑکیاں فصل کاٹنے میں لگی رہیں۔ دن رات میں اور رات دن میں بدلتی رہی۔

پورا ایک مہینہ اور ایک ہفتہ ثنا نے فصل کاٹنے میں گزارا۔ فصل جس کا زیادہ تر حصہ چیاک کا نشانہ بن چکا تھا۔ انہوں نے موقع پر ہی فصل جھاڑ کر ڈبوں میں ڈالنا شروع کر دی۔ بچا کھچا دھان ڈبوں میں سمیٹا جانے لگا۔ انہوں نے دھان ٹوکریوں میں اکٹھا کیا اور سروں پر رکھ کر گھر پہنچانے لگیں۔

دھان جیہا کے پنجرے میں رکھا جانے لگا جہاں تاجک' کھرپے اور ہل وغیرہ پڑے ہوئے تھے لیکن پنجرہ خالی خالی سا رہا۔ بہت سا اناج تو چیاک کے پیٹوں میں چلا گیا تھا۔ ثنا کوٹھیار سے پرانے پڑے چاول اٹھا لائی اور نئے چاولوں کے ساتھ جیہا کے پنجرے میں رکھ دیئے لیکن مضبوط لٹھوں سے بنا جیہا کا پنجرہ پھر بھی نہ بھر پایا۔ چاولوں کی ٹوکریوں اور چھت کے درمیان ابھی بہت سی جگہ خالی تھی جبکہ اصلاً تو ٹوکریوں کو چھت سے جا لگنا چاہئے تھا۔ ثنا نے ٹوکریاں گنیں اور پھر اپنی بہنیں حالانکہ وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ وہ چھ ہیں۔ انہیں بہرحال نئے چاولوں میں سے کچھ کو دھوپ لگوانا' چھڑنا اور پکانا تھا اور پھر جیہا کے اپنے لمبے سفر سے واپس آتے ہی ان ہی نئے چاولوں سے لہوما کی ضیافت بھی کرنا تھی۔

☆☆☆☆☆

باب16

دھان کی ساری فصل کوٹھیار میں لے جائی جا چکی تو بنگل دراپ گاؤں میں خاموشی اور یاسیت کا حملہ ہوا۔ کھیتوں میں صرف پرالی کے سروں تک اونچے ڈھیر رہ گئے تھے۔ ایک دو بھینسیں کھیتوں میں پھرتی بکھری پرالی چباتی پھر رہی تھیں۔ چیاک اپنے پراسرار وطن کو لوٹ چکے تھے۔ گاؤں کے ایک سے دوسرے کونے تک سنائی دینے والے للکارے دم توڑ چکے تھے۔ کھیت اچھلتے کودتے پتنگیں اڑاتے بچوں سے خالی تھے۔

بنسیوں کی تان سے ہم آہنگ سلات کے ڈھول بجتے سنائی نہیں دیتے تھے۔

اس بار چاول کا جھاڑ بہت کم نکلا تھا۔ بنگل دراپ کے باسی غم میں ڈوبے ہوئے تھے لیکن انہوں نے اداسی کو اپنے آپ تک محدود رکھا تھا۔ انہوں نے اس کا ذمہ دار اللہ قادر مطلق کو نہیں ٹھہرایا تھا۔ انہوں نے اسے کوئی دوش نہیں دیا تھا۔ وہ اکثر نازل ہونے والی آفات کو اسی طرح چپ چاپ برداشت کرنے کے عادی تھے۔ ان کی زندگی کا یہی ڈھب تھا۔ انہیں کبھی پوری طمانیت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ انہوں نے اس سال کے کیکڑے اور چیاک کے حملوں کو پورے عزم و حوصلے اور جذبے سے سہا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اگلے سال تک زندگی منظور ہوئی تو پھر چاول بوئیں گے۔

اس حقیقت کو ثنا بھی سمجھتی تھی۔ اسے بھی شکایت نہیں تھی۔ وہ خدا سے بس دعا مانگتی تھی لیکن اس کی خاموش دعاؤں کا کبھی جواب نہیں آیا۔ چودہ ریلانگ سے حاصل ہونے والے چاول تو محض ایک سال کی خوراک تھے۔ بہت سے چاول تو چیاک کے پیٹوں میں چلے گئے تھے۔ سیلاب میں بہت سے پودے ہی اکھڑ گئے تھے۔

اس صبح ثنا نے ٹوکری بھر چاول جیہا کے پنجرے سے نکالے۔ جیہا کے گھر لوٹنے تک میلنجا چاول لہوما کی دعوت کیلئے چھڑ کر رکھ لئے جائیں۔ اس نے دہاینگ کواک کی دری پر ڈال کر سکھائے۔ سہ پہر کو وہ چاول چھڑتی رہیں حتیٰ کہ چھلکا الگ ہو گیا۔ پھر ساتوں لڑکیاں نئے چاول رکھ کر اپنی ماں کی واپسی کا انتظار کرنے لگیں۔

لیکن جیہا نہیں لوٹی۔ نہ ہی نئے چاولوں کی دعوت کی گئی۔ بعض اوقات ثنا سوچتی کہ ماں کو اس جگہ سے لے آنا چاہئے جس کا نام وہ بھولے ہوئی تھی۔ جیہا کو کم از کم کچھ عرصے کیلئے تو لوٹ آنا چاہئے تا کہ لہوما کی روح کیلئے نئے چاولوں کی ضیافت کی جا سکے۔ لیکن ٹوک پنگھولو اس کے حق میں نہیں تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ جیہا ویسے ہی چار پانچ یا چھ دنوں تک لوٹ کر آنے کو تھی۔

ثنا اور اس کی بہنوں نے وہ چار، پانچ، چھ دن بھی انتظار کرتے گزار لئے۔ انہوں نے نئی فصل کے چاول چھڑے اور کنستر میں ڈال کر رکھ دیئے تھے۔ چاول جیہا کے پنجرے میں پڑے تھے جسے انہوں نے اب کوٹھیار بنا لیا تھا۔

جیہا اب بھی نہیں لوٹی۔

ثنا سہ پہر کو ٹوک پنگھولو سے پوچھنے گئی تو اس نے جواب دیا ''تمہاری ماں ابھی تک ٹھیک نہیں ہوئی'' اس نے ثبوت میں اسے کاغذ کا ایک ٹکڑا بھی دکھایا۔

''یہ خط ہے کہ تمہاری ماں ابھی تک ٹھیک نہیں ہوئی۔'' ٹوک پنگھولو نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا تھا۔ ثنا گھر چلی گئی۔ کنستر میں رکھے نئی فصل کے چاول اسی طرح پڑے رہے۔ ثنا کو اس کی پروا نہیں تھی کہ اس کی ماں ٹھیک ہوئی ہے یا نہیں۔ وہ اس کی بہنیں چاہتی تھیں کہ وہ بس گھر لوٹ آئے تا کہ وہ نئے چاول کھانا شروع کریں۔ نئے چاول سب کو مل کر کھانا چاہئیں۔ ثنا اور اس کی بہنوں اور جیہا اور لہوما کی روح سب کو مل کر۔

ثنا اور اس کی بہنوں کو رات دن فرصت تھی۔ دھان کے کھیتوں میں کام ختم ہو چکا تھا۔ سارا دھان اٹھایا جا چکا تھا۔ کھیتوں میں ٹھنٹھ پھر سے پھوٹنے لگے تھے۔ بھینسیں کھیتوں میں پھرتی پھوٹ پر منہ مارتیں۔ لوگوں نے اپنی بھینسیں کھلی چھوڑ دی تھیں۔

ثنا سوچنے لگی لگتا تھا اس کے باپ لہوما کی موت اور ماں جیہا کے پاگل ہونے سے

اس کا ذہن پختہ ہو گیا ہے۔ بعض اوقات اسے درست طور پر سوچنے کیلئے باقاعدہ کوشش کرنا پڑتی۔ لہوما ان کے پاس نہیں تھا۔ جیہا بھی ساتھ نہیں تھی لیکن اب بھی مکان پوری مضبوطی سے کھڑا تھا دھان کے چودہ ریلانگ بھی وہیں تھے۔ اس کی چھ بہنوں کو اسی طرح کھانے کو ملنا چاہئے جیسے لہوما کی زندگی میں ملتا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے لہوما کے جانے سے پہلے ملتا رہا تھا۔

ثنا اور اس کی بہنیں اس سال کی آفات نہیں بھول سکتی تھیں لیکن ان یادوں سے ان کے دل نہ ہارے۔ لہوما کی زندگی میں بھی ان کی زندگیاں کچھ زیادہ مختلف نہیں تھیں۔ وہ کسان کی زندگی میں موجود خطرات سے اچھی طرح آگاہ تھیں۔ انہیں مصائب کا سامنا کرنا تھا۔ انہیں اس سے گریز ناممکن نظر آتا تھا۔ ثنا کو پنیری کے قریب کا کالا کوبرا یاد آیا۔ اس کی ماں کوبرے کی نحوست میں آ گئی تھی اور دنوں گھر سے نہ نکل پائی تھی۔ انہیں پنیری بونے کو اگلے سال اسی جگہ کو صاف کرنا ہوگا۔ فرض کریں کہ پنیری والے رقبے کے قریب دلدل کنارے انہی کوبروں نے پھر ٹھکانا بنا رکھا ہو؟ ثنا کو دھان کے کھیتوں میں تیرتی جونکوں کا خیال آیا جو پانی میں پاؤں یا ہاتھ اتارتے ہی چمٹنے کو لپکتی تھیں۔ ان کے کان بہت تیز تھے۔ اسے اپنا جونکوں سے ڈول کے ڈول بھرنا یاد آیا لیکن ان کی تعداد میں کوئی کمی نہ ہوئی تھی بلکہ لگتا تھا کہ ان کی تعداد اور زیادہ ہو گئی ہے۔ چمٹتی خون چوستی جونکوں نے اس کی پنڈلیوں اور رانوں پر بہت سے نشان ڈال دیئے تھے۔ ملہا اور دوسری لڑکیوں کے گھٹنوں کے پچھلی طرف اور رانوں پر بھی ایسے کئی نشان تھے۔ لیکن ثنا ان جونکوں کے چمٹنے اور خون چوسنے کی عادی ہو چکی تھی جن کا کسی طور کوئی علاج نہیں تھا۔ خوش قسمتی سے اس سال انہیں خشک سالی سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔ ثنا کو یہ اللہ قادر مطلق کی خاص عنایت نظر آئی لیکن جب اسے تقریباً ایک ہفتہ تک جاری رہنے والے سیلاب کی یاد آئی تو خوف کی ایک لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔ اگلے سال سیلاب پھر چڑھ دوڑے گا۔ اس میں تنے' درختوں کی چھوٹی بڑی شاخیں اور ٹہنیاں' ڈبے اور کنستر' ثنا کو کیکڑے یاد آئے جنہیں پکڑ کر ابالا گیا تھا کہ ان کے پھٹنے سے سارے اندرونی اعضا اور لیس دار مادہ باہر آ گیا تھا اسے بھول گیا تھا کہ ان کی کتنی دیگیں ابالنا پڑی تھیں۔ یا انہوں نے کتنے ابلے

MashalBooks.org

کیکڑوں کے ڈھیر لگائے تھے جو گلتے سڑتے دوبارہ مٹی میں مل گئے تھے۔

ثنا کو چپاک یاد آئے۔ کالے سفید اور کالے پروں والے وہ چھوٹے چھوٹے پرندے جو ہزاروں کی تعداد میں وارد ہوئے تھے۔ جنہوں نے لاکھوں کی تعداد میں بڑی بے رحمی سے فصلوں پر ہلہ بول دیا تھا۔ کتنے بہت سے دانے ان کے پیٹوں میں پہنچ گئے تھے۔ بعض اوقات اسے برتان کی لکڑی سے پرندوں کا ایک پھندہ بنانے کا خیال سوجھتا لیکن جب یاد آتا کہ وہ ننھے ننھے پرندے کس تعداد میں حملہ آور ہوتے ہیں تو اسے پھندے کا خیال ذہن سے نکال دینا پڑتا۔ اگلے برس پھر انہی پرندوں کا سامنا کرنا ہو گا۔ اس کے پاس صرف دعا کا ہتھیار ہوگا۔ خدائے قادر مطلق سے دعا کا ہتھیار۔

ثنا کو گھنی اور ایک دوسرے میں الجھی میزونگ کا خیال آیا۔ اس برس تو اس کی ماں اور باپ میزونگ صاف کرنے کو موجود تھے لیکن اگلے برس اسے اور اس کی بہنوں کو ہی اس کے سخت تنے پر وار کرنا ہوگا۔ اسے کاٹ گرانے کو پوری قوت سے تاجک چلانا ہوگا۔

ثنا' ملہا اور دوسری لڑکیاں جیہا کی واپسی کا انتظار کرتی رہیں لیکن اس کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے۔ کئی بار وہ جیہا کا پوچھنے ٹوک پنگھولو کے گھر جا چکے تھے لیکن جیہا ابھی تک نہیں لوٹی تھی۔ انہوں نے نئے چاولوں کو چھوا تک نہیں۔ ثنا پرانے چاول کھاتی رہی۔ ملہا اور دوسری لڑکیاں بھی پرانے چاول کھاتی رہیں۔

ثنا نے وسیع دنیا کا اپنے علم سے باہر وسیع دنیا کا اپنے باپ لہوما کے سے عزم و حوصلے سے سامنا کیا۔ اس نے ہر چیز اللہ قادر مطلق پر چھوڑ دی تھی۔ اسے دھان کے کھیتوں میں لگی خار پشت گھاس کا خیال آیا۔ اس کے ذہن میں نبانگ کانٹے کا زہریلا درد بھرا تھا جس سے اس کا باپ مر گیا تھا۔ لہوما کی ٹانگیں اور سارا جسم سوج گیا تھا اور اس میں سے پیپ اور خون رسنے لگا تھا۔ اس کے ناک' منہ' کانوں' مقعد اور عضو تناسل سے پیلا مواد باہر آنے لگا تھا۔

انہیں جیہا کی واپسی کا انتظار تھا اور جیہا ابھی تک نہیں لوٹی تھی۔ نیاز کیلئے چھڑے نئے چاول اسی طرح ایک طرف پڑے تھے۔ انہیں جیہا کے پنجرے میں ایک طرف رکھ دیا گیا تھا۔

پھر جیہا لوٹ آئی۔

وہ اکیلی نہیں آئی تھی۔ اسے گھر لایا گیا تھا۔ ثنا اور دوسری لڑکیوں نے بڑی سڑک پر اس کا انتظار نہیں کیا نہ ہی اسے لے آنے کو انہیں تین ایریکا کے تنوں سے بنا پل پار کرنا پڑا۔ بس وہ گھر پہنچ گئی۔ ثنا اور اس کی بہنوں نے جیہا کو آتے دیکھا جسے کچھ لوگوں نے پکڑ رکھا تھا۔ وہ دہاڑتی ہاتھ پاؤں چلاتی واپس لوٹی تھی۔ اس کا چہرہ بالکل بدل گیا تھا۔ چہرہ اتنا پیلا اور مدقوق تھا کہ آنکھیں اپنے گڑھوں میں اندر دھنسی دکھائی دیتی تھیں۔ چہرے پر سے گوشت یوں اترا تھا کہ ماتھے جبڑے اور گالوں کی ہڈیاں ننگی نظر آنے لگی تھیں۔ پتلے بازوؤں پر میل کی تہہ جمی تھی۔ کہنیاں ایسی گائے کی ہڈیوں کی طرح لگتی تھی جس کی کھال تازہ تازہ اتری ہو۔

جیہا لوٹ آئی تھی۔ وہ ابھی تک ذہنی خلل کا شکار تھی۔

ماں کے چلانے کی آوازیں سن کر ثنا ' ملہااوردوسری لڑکیاں سیڑھیاں اترتی باہر آ گئی تھیں۔ وہ اسے خوش آمدید کہنے کو بھاگیں۔ انہوں نے اس کا کتنا انتظار کیا تھا۔ وہ کل ہی نئے چاولوں کی نیاز دے سکیں گے لیکن جیہا کے ساتھ صاف کپڑوں میں ملبوس نے انہیں روک دیا۔ ثنا اور اس کی بہنیں کچھ فاصلے پر رک گئیں۔ وہ گم سم اپنی ماں کے اجڑے بالوں اور میلے چہرے کو تکے جا رہی تھیں۔

''میرے دھان کے پودے کہاں ہیں۔'' جیہا نے خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔ ثنا ماں کا چہرہ تکے جا رہی تھی۔ اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی۔ اسے توقع تھی کہ جیہا کا پہلا سوال یہی ہو گا۔

''میرے چاول کے پودے کہاں ہیں؟'' اس نے خود کو آزاد کروانے کی کوشش کرتے ہوئے ایک بار پھر سوال کیا۔ اس بار وہ خود کو چھڑانے میں کامیاب رہی تھی۔

جیہا دروازے کو بھاگی۔ اس نے جنگلہ پھلانگا جسے وہ سالوں پھلانگتی رہی تھی۔ پھر وہ کھیتوں میں کود گئی۔ اس نے کٹی فصل کے ٹھنٹھوں پر پاؤں رکھے۔ دھان کے خالی کھیتوں نے اسے پریشان کر دیا۔

''میرے پودے کہاں ہیں؟'' وہ چلائی۔ وہ مڑی اور گھر کو بھاگنے لگی۔ اس نے

MashalBooks.org

اچھل کر جنگلہ پار کیا اور اندر کو دوڑی۔

''میرے چاول کہاں ہیں؟'' اس نے ثنا اور دوسری لڑکیوں سے سوال کیا جو ابھی تک اسے گھر لانے والے لوگوں کے پاس کھڑی تھیں۔

جیہا کوٹھیار میں گئی جہاں چاول رکھے جاتے تھے۔ اس نے کھال منڈھے ہاتھوں سے دھکیل کر چھوٹا سا دروازہ کھولا۔ خالی کوٹھیار نے اسے اور پریشان کر دیا۔

''لہوما! لہوما! میرے چاول کہاں ہیں! میرے چاول کہاں ہیں!''

لیکن کوٹھیار خالی اور ویران رہا۔ ثنا پچھلے سال کی فصل اٹھا کر گھر کے اندر لے گئی تھی۔ ثنا اس کی بہنیں اور صحن میں کھڑے دوسرے لوگ خاموش رہے۔

جیہا بھاگتی گھر کے اندر گئی اور اپنے پنجرے کو بڑھی۔

جب اس کی آنکھیں چاولوں سے بھری اوپر نیچے دھری ٹوکریوں پر پڑیں تو اس کے حلق سے ایک قہقہہ نکلا اس نے جنگلے کو ٹھوکریں ماریں اور ہلایا بالکل اسی طرح جیسے وہ اندر سے ہلایا کرتی تھی۔ اس نے دھکیل کر دروازہ کھولا اور اندر گھس گئی۔ اس نے ٹوکری بازوؤں میں بھری اور اندر چاولوں کا جائزہ لیا۔ پھر وہ دور کھڑے ہو کر اوپر نیچے دھری ٹوکریوں کا جائزہ لینے لگی۔ اس نے مٹھی بھر دھان نکالے انہیں ہتھیلیوں میں بھینچتی محسوس کرتی اور پھر ٹوکریوں سے لپٹی رہی۔ پھر وہ اچانک ساکن ہو گئی۔ اس نے ٹوکریوں سے لپٹنا اور چاولوں کو ہتھیلیوں میں مسلنا بند کر دیا۔ اس نے ایک دوسری ٹوکریوں کو غور سے دیکھا۔

جیہا کو گھر میں جاتے دیکھ کر ثنا' ملہا اور دوسری لڑکیاں اسے گھر لے کر آنے والے لوگوں کے ہمراہ اندر چلی آئی تھیں۔ جیہا سیمک کی طرف لپکی اور اس کو کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑنے لگی۔

''میرے باقی چاول کہاں ہیں؟''

اس نے سیمک کو چھوڑ کر زینب کو کندھوں سے پکڑا جھنجھوڑنے لگی۔

''میرے باقی چاول کہاں ہیں؟''

اس نے زینب کو چھوڑا اور ملہا پر جھپٹی۔

''میرے باقی چاول کہاں ہیں؟'' وہ چلائی۔ اس نے ملہا کو کندھوں سے پکڑ کر

جھنجھوڑ ڈالا۔ اسے کسی نے نہیں بتایا۔

جیہا ثنا کی طرف پلٹی۔ پھر اس نے اپنی سب سے بڑی بیٹی کے کندھے پکڑ لئے۔

''ہمارے چاول کہاں ہیں؟'' ہمارے باقی چاول کہاں ہیں؟

ثنا بھی گونگی ہو گئی۔

''لہوما! لہوما! میرے چاول کہاں ہیں؟ میرے چاول کہاں ہیں؟''

اس کے ہاتھ ابھی تک ثنا کو پکڑے ہوئے تھے۔ پکڑ بہت سخت تھی۔ پھر جیہا کو پکڑ کر گھر سے باہر لے جایا گیا۔ وہ چلاتی اپنے خاوند کا نام لیتی رہی۔ اپنے چاولوں کا پوچھتی رہی۔

ثنا' ملہا' زینب اور سیمک دوڑتی پنجرے میں گئیں۔ انہوں نے ٹوکریوں کی قطاریں باہر نکالیں اور باورچی خانے میں ٹکا دیں۔ یہ سارا کام بہت جلدی میں کیا گیا۔ دوسری بچیاں گھر سے باہر کھڑی جیہا کی حرکتیں دیکھتی رہیں۔

جیہا کو ایک بار پھر پنجرے میں دھکیل دیا گیا۔ گانٹھ مستقلاً باندھ دی گئی۔ جیہا چلاتی رہی۔ وہ اپنے سوکھے ہاتھوں سے جنگلہ ہلاتی رہی۔ بار بار جنگلے کو ٹھوکریں مارتی رہی۔ یہ سارے حقائق ایک طرف لیکن ثنا اور دوسری لڑکیوں کو تسلی تھی کہ بالآخر ان کی ماں واپس آ گئی ہے۔ اگلے دن کم از کم نئے چاولوں کی نیاز تو دی جا سکتی تھی۔

شام کے نزدیک صاف ستھرے لباس میں ملبوس اجنبی واپس چلے گئے۔ آنکھوں میں اداسی لئے ثنا نے انہیں الوداع کہا۔ اسے اپنی ماں کی بیماری کا علم تھا جس کا علاج نہ ہو پایا تھا۔ اجنبیوں کو جاتے دیکھ کر اس کی چھوٹی بہن کی آنکھوں میں بھی ویسے ہی تاثرات تھے۔ وہ سب جانتی تھیں کہ ان کی ماں تاحال ذہنی طور پر علیل ہے۔

کئی راتوں سے چھایا سناٹا بالآخر ٹوٹ گیا تھا۔ ایک بار پھر جیہا کی چیخیں گونجنے لگیں۔ یہ چیخیں ثنا کو سنائی دیتی تھیں۔ ملہا' سیمک' لیہا' لیبار اور کیہا کو بھی۔ وہ سب جانتی تھیں کہ یہ چیخیں ہمیشہ کو سنائی دیتی رہیں گی۔ حتیٰ کہ جیہا انہیں ہمیشہ کیلئے چھوڑ کر چل دے۔

ثنا کیلئے جیہا کی چیخوں بھری اس رات کی بہت اہمیت تھی۔ اس نے دھان کے چودہ ریلانگ کا سوچا جو ہمیشہ کو اس کی زندگی کا حصہ بن گئے تھے۔ اسے پنیری والے رقبے کے قریب گھونسلہ بنائے بیٹھے کوبرا کا خیال آیا۔ بڑی بڑی جونکوں کا۔ طویل خشک

MashalBooks.org

سالی کا۔ طوفانی سیلابوں کا۔ کیکڑوں کا۔ چپاک کے جھنڈوں کا۔ خار پشت گھاس کا۔ نبا نگ کانٹے کا جس نے لہوما کو ہلاک کر دیا تھا۔ لہوما کے پھولے سوجے جسم کا۔ دھان کے پتے پر رینگتے کیڑوں پتنگوں کا۔ سوجے جسم سے رستے مواد اور خون کا۔ اس کے ذہن نے ان ساری چیزوں میں ایک اور اضافہ کرلیا جیہا کا جو پاگل ہو چکی تھی۔ جیہا جو کوئی اجنبی نہیں اس کی اپنی ماں تھی۔ ملہا کی ماں٬ زینب کی ماں٬ سیمک کی ماں٬ لیہا کی ماں٬ لیبار کی ماں اور کیہا کی ماں جیہا رات بھر چلاتی رہی۔

☆☆☆☆☆

MashalBooks.org

MashalBooks.org